

جنگ اصحابان

صادق حسین مدنی



جنگِ اصفہان

صادق حسین صدیقی

جنگِ اصفہان

صادق حسین صدیقی

شاہد بکڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی

جسد حقوق محفوظ ہیں

پتھر :	شاہ
مطبع :	اے۔ ون پریس وئی
تعداد :	
سن اشاعت :	1994
قیمت :	60/- روپے
نکات :	رزاقی



سفاک عرب

①

جنگ کا وقت ہے۔ اگرچہ آفتاب کو طوعاً ہوئے بھی کھڑا رہ نہیں ہوتی ہے لیکن مسکرا
شعاعیں بھانوں کی طرح رنگ زار پر پڑ رہی ہیں جس سے ریت چمکنے لگی ہے۔ جو اہم گری لگتی ہے
سفید ریت اور اس میں شے جو تے جانہی کے ذریعے آفتاب کی تیز شاہوں سے اس قدر چمکنے لگتی ہے کہ
ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھا جاسکتا۔ آنکھیں پیر ہوئے گئی ہیں۔

دیکھنا صبر کا وہ کلمہ بھلا ہوا ہے۔ ایک افق سے دوسرے افق تک کہیں کہیں ریت کے توفے
پھاڑ کی طرح کھڑے آسمان سے مرہ نے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہیں کہیں چوٹی جاڑوں کی طرح دور
دور تک پھیلتے پلے گئے ہیں۔ اور کہیں کہیں ریت کا سفید مندر سا پھیلا ہوا ہے جس میں دن بھر چلتے
والی تیز اور گرم ہوائ اسی طرح پیدا کر رہی ہیں جو نظروں کو استعلیٰ حلقوں پر تھکتی ہیں۔

رنگ کے ہر پتے تو دونوں کی ایک پھاڑی کے دامن میں ایک غیر نصیب ہے۔ خبر کی سانک موری ہے
کہ کچھ دھنک منہ حوالہ کا نہیں ہے۔ خبر کے پاس ہی کیوں کا سا ٹپا ہے اور اس سا ٹپا ہونے کے پتے ہی گھر
کھڑے ہیں۔

خبر کھانوں کا اور کافی لہذا اور کتنا وہ ہے۔ اس کا حرف ایک ہی دروازہ ہے۔ دروازہ نہایت ہی خوش
ہے۔ اس پر آگے کی طرف بچھو نکلا ہوا ہے۔ دروازہ کے دو تھکے سے لٹکے کے دو حصے ہو گئے ہیں کہ
قلبت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ دروازہ صحن میں ناہیوں کا ترنم ہے اور مسکری ہوئی
ہی۔

دیت کی بنا پر کسی کے اوپر سے ایک لڑی دو شیرہ اس طرح بیچے آ رہی تھیں جیسے کوئی بڑی آسمان سے
آجستہ آجستہ زمین کی طرف آ رہی ہے۔

وہ غایت اچھی جانتے ہوئے تھے۔ زندگی بھر کی کڑی باتیں کر کے ہوتے تھے۔ اس میں ایک مرتبہ غور و
ہوا تھا۔ اوڑھنی جو دائرہ ہے ہوتے تھے اس میں چاندی کے ستاروں کی جھلک دیکھ کر غایت کی ہوئی تھی۔
سفید ستارے اس کی سیاہی میں گم ہو رہے تھے۔ اور چشم بھی نہ لہو اور میں چٹائی پر پڑے تھے جو غایت ہی وغیرہ
معلوم ہو رہے تھے۔

یہ غریب دو شیرہ غایت حسین اور پری چہرہ تھی۔ اس کی صفائی میں ایک دیکھ کر تھا۔ بالکل بری یا فوری ہو
سکتی ہو رہی تھی۔ وہ بڑی کھلتی سے پانڈی سے آ رہی تھی۔ یہ پانڈی غایت کے توڑوں کی تھی اور غلام خان سے چل کر
گھوڑوں کے پاس پہنچی۔

اس نے گھوڑوں سے غائب ہو کر کہا:
نورانی جاننے کے کہ تھیں کب چارہ اور میں تھیں کب پانی لے گا؟
دعا ایک بت کا تھا۔ قید لے اس بت کی پرستش کرتا تھا۔
عرب دو شیرہ دیکھ کر بڑھ کر شہر کے اندر داخل ہوئی۔ ہم بیان کر کے یہی کہہ کر دھڑکے
تھے۔ ایک داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ وہ انوی صحن کے درمیان غایت کچی ہوئی تھی۔ وہ داہنے
صحن کی طرف بڑھی۔

شہر کے اندر کافر دشتی پہنچی ہوئی تھی۔ اس صحن میں ایک اعزازی عہدہ داری پاس پئے بیٹھا تھا
اس کے چہرے سے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ بیمار ہے۔ اس پر تعاقب چھائی ہوئی تھی۔

اس نے غریب دو شیرہ کو دیکھ کر کہا:
انہم انہیں بھی سلاقت دے۔

اس ناز میں کانا سلاقت تھا۔ اس نے جواب دیا،

جی ہاں، میں آگیا اب جان۔ میرے دیت کی بنا پر بھرتے ہو کر چاروں طرف دیکھا اس نے
دیت کے میدان پر دوڑوں کے لیے کھڑے تھے۔ انہیں تو انسان پر نہ ملک کا پتہ نہیں؟

اس نے غصے سے منہ کر کہا:

اس ریک مار میں انسان اور پرندہ مرنے کے لیے کھال سے گتے؟

سلاقت اب کیسی طبیعت بن چکی؟

عرب: کلا سے لچھا جاتا ہے۔ لیکن جسے وہ اور غدا تو ایک طرف اپنے کو پانی بھی نہ لے۔ اس کی
طبیعت کیسے تبدیل ہو سکتی ہے۔

سلاقت: یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟

عرب: میرا خیال ہے کہ عرب کے شہر ریگستان اربعہ اقال میں آ گئے ہیں۔ جیسے اوصاف بھی کہتے ہیں۔ جہاں
پر ٹھہری ہیں یہاں لے آئی ہے اور اب اس ریگستان میں۔۔۔۔۔

وہ کہنے لگے کہ چپ ہو گیا۔

سلاقت: کلو سنا دیکھو ہوں مگر حسین دیکھو اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے عرب کا فضلہ پورا
کرنے کے لیے کہا،

تجربہ موت واقع ہو گیا۔ نہیں کہہ سکتا کہ جہاں پڑا تھا کیا ہے گا؟

عرب: تو نے سچ کہا ہے جی۔ میں بھی کہنے والا تھا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ قید لے کر نہیں
صلب پانی کے ایک قلعے کے لیے ترس رہا ہے۔

اس عرب کا نام صلب تھا۔ وہ قید لے کر نہیں تھا۔

سلاقت: مگر تم اپنے قید کو چھوڑ کر یہاں کیسے آئے؟

صلب: یہ ایک ہنسنا سہنس ہے جی۔ پھر کبھی وقت بیان کر دوں گا۔ اگر مجھے پانی مل جائے تو شاید چند
دن کا زندگی بردھ لے سکے۔

سلاقت: میں آج پھر پانی کی تلاش میں جاؤں گا۔

صلب: میرا خیال ہے۔ مجھے پانی نہ مل سکے گا۔ یہ میرے اعظم احوال نے مرے یہاں پانی کہاں؟

سلاقت: گھبراہٹ۔ پھر سے صبر و ضبط ہے پانی کا یہ ریگستان بڑا ہی بڑا ہے۔

صلب: میرا صبر کب ختم ہو گا؟ اسے ہزاروں دنوں کو اس صحرا میں کرائی کاغذ کی منڈا چنے کے لیے۔

سلاقت: مگر تم نے تو اپنے صبر کی کئی مثالیں دی ہیں۔

صلب: لیکن مجھے تو ہزاروں دنوں کی ہوں۔ میری منڈا میں تو کچھ گزار رہا ہوں۔

وہ کہنے لگے کہ بے رجا۔

سلاقت: کہا:

تم نے مجھ سے دعا کی ہے۔ تم نے بتایا ہے کہ قید میں صبر و ضبط رہنا ہے۔

صلب: میں دیکھ رہا ہوں جی۔ تو میرے لیے جو کچھ کہہ رہے ہو وہ ایک وٹا بھی نہیں کر سکتا۔ میں بھانا

اور سنگدل ہوں بیٹی۔ میرے اپنے ان اہل سے ایک نہیں دو تئیں۔ تین لڑکیوں کا گھر گھٹ
کر دلاؤ گا۔ یہ تیری تیری بہنیں اور میری بیٹیاں تھیں۔
ملا تو میرے صلب کی باتیں سن رہی تھی۔

صلب اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا:

”مجھے میری شہادت اور سنگدلی پر غیبِ موجود ہے مگر میرے بچے بغیر نہ رہتا ہوں کہ میں نے ایسا
کیا ہے۔ کوئی باحیثیت خود دار اور فرائضِ عرب اپنی بیٹی کو سہیلے زندہ نہیں رہنے دیتا کہ بڑی جو کہ
اس کی شادی ہو بعد کو اس کا دار مانگے۔ جب میری بیٹی اتنی بڑی ہو جاتی تھیں کہ بڑے گنتی تھیں تب
میں ان کا گھر گھٹ ڈالتا تھا۔ وہ معصوم بچھتی تھیں کہ میں ان کے ساتھ کیوں رہا ہوں لیکن میں ان کے
بچے موت کا فرض ہی جانتا تھا۔ ان کا گھر اس زور سے گھونٹا تھا کہ ان کی زبان اور آنکھیں بہہ نکلتی تھیں
اور وہ مردہ ہو کر میرے اہل سے چلنے لگتی تھیں۔

مجھے صفتِ حق کے مرنے کا بالکل میں لالہ رہتا تھا۔ بکری طرح کی خوشی ہوتی تھی جیسے میرے
سر سے کوئی بوجھ اتر گیا۔ گلاب میں سوچتا ہوں کہ میرے بڑے بے رحمی کیسے کہ میں نے اپنی سہیلیوں کو
وہاں کیسے اپنے آپ کو تہہ کر دیا ہے۔

ملا تو اس کی باتیں سن کر سخت متحیر ہو رہی تھی۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کا باپ اس قدر سنگدل
بلکہ دمِ دھڑلے ہے۔ اس نے کہا:

”گلاب نے میرا گھر گھٹ دیا۔“

صلب میری لڑکی جھنجھوڑ گھٹ دیا اگر تو میرے سامنے پرورش پائی بیٹی تیری ماں نے ملکِ حق سے بچے
کھانا کیا۔

ہوایا کہ جب تو پیدا ہوئی تو اس نے اتنی کڑی تھک اپنی ماں کے پاس بیچ دیا اور مجھ سے کہا کہ میری ہوں
لڑکی پیدا ہونے سے مجھے خوشی ہوئی کہ میرے بڑا خود ہی ہو گئی۔

تو اپنی خال کے پاس پرورش پانے لگی تیری ماں تھکے دیکھنے کے لیے اپنی ماں کے پاس چلی جاتی تھی
کئی گنتی میں نے وہاں رو کر آئی تھی۔ مجھے کہہ کر نہیں تھی۔ تیری خال پہلے سے بہت تھکا ہوا
رہتی تھی۔

ایک مرتبہ وہ اپنی ماں کے پاس گئی ہوئی تھی۔ میں تیری ماں سے ملنے چلا گیا۔ میرے بچے دیکھا میں
وقت تیری خوشبو سے برسی کی تھی۔ تیری جنت نے میرے دل میں جوش بکھارا۔ باوجودیکہ میں بڑا خود دار

تھا۔ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتا تھا لیکن مجھے کچھ کہہ کر میری زبان ہل گئی کہ کاشش تو میری
بیٹی ہوتی۔

تیری ماں مجھے دیکھ کر ہل گئی۔ اس کا چہرہ فی ہوا کی گھڑی کی طرح نہیں تھا کہ کوئی نہ زور نہ لگے
مجھے تو اس قدر صبر معلوم ہوتی کہ میں بچے گھونٹوں کیسا نہ رہتا۔ اچھا چھوڑ دینے کے لیے کہنے کو نہ
دیتا۔ اور عرض کرتا۔

میں نے ایک روز تیری ماں سے کہا:

”کاشش! یہ سلاطین ہماری بیٹی ہوتی۔“

اس نے کہا:

”انہوں نے اس کا گھر گھٹ دیتے۔“

میں نے کہا:

”نہیں۔ میں اسے جہاں سے نہ پاؤں مرنے دیتا۔“

اس نے کہا:

”لیکن جھوٹ ہوتے ہوں۔“

میں نے کہا:

”انہوں نے قسم میں چاہ کر رہا ہوں۔“

اسے پھر بھی یقین نہ آیا۔ وہ میرے سامنے آئی۔

سال بھر میں وہ مرتبہ پھر اپنی ماں کے پاس گئی۔ آخر میں وہ بہت دور چلی گئی تو کچھ دور کے
بعد واپس آئی۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے مجھ سے کہا:

”میں سلاطین کو مار ڈالتا ہوں۔“

میں نے پوچھا: ”کیوں؟“

اس نے جواب دیا:

”اس لیے کہ وہ غدار ہیں۔“

میں بھی بڑا کہہ:

”میرا نہیں ہے؟“

اس نے کہا: ”نہیں۔“

پھر اس نے مجھے بتایا کہ میں نے کہا تھا کہ اگر گنہگار ہے وہ مرا نہیں تھی اسے میں نے اپنی
بھول کے بامعذرت کر دیا تھا وہ بددش پا گئی۔ بڑی ہو گئی۔ میرا اب آخری وقت آ گیا ہے اس لیے میں نے یہ
ماز تم پر لکھ کر دیا ہے

میں نے کہا:

"میں سلاطین کو اپنی بھلائی سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔ مجھے اسے دیکھتے ہی اس سے محبت ہو گئی تھی۔
چنانچہ میں نے اسی محبت کیلئے اپنے کسے سے غلاموں کو مجھ پر چند روز میں توڑا دیں۔ میں نے تیرا
لکڑہارہ خریدا کر دی۔ تیری ماں کو اپنا کراہی کر میں تجھے قتل نہ کروں گا۔ وہ خوش ہو گئی مگر اس کی طرف سے
وفا نہ مل سکی تیرے گنہگار کے دو بیٹے بچے ہوئے تھے۔

سلاطین اپنے ماں کو یاد کر کے رونے لگی۔ اس نے سسکیاں پیتے ہوئے کہا:

"مجھے سب باتیں یاد ہیں۔

عجب وہ اب نہ رہی۔ میں نے تجھے بڑی محبت سے دیا ہے۔

کیونکہ سلاطین رو رہی۔

بگولے

(۲)

عجب نے کہا:

"میں نے دو۔ کس قدر قریب کی بات ہے کہ میں وہی عجب ہوں جو اپنی محسوس بیٹیوں کو جب وہ بیٹی
نہیں تو لکھ گونٹ کر لہو ڈالتا تھا اور اسے خراب کر رہی تھی نہ ہوتا تھا۔ یا اب تیرے رونے سے میرا دل
گھولنے لگا ہے۔ میں نے پیٹے لگائے ہیں۔ جی جانتے تیرے ساتھ میں بھی رہنے لگوں۔ مجھے تجھ سے
ایسی محبت ہو گئی ہے کہ شاید یہی کسی باپ کو اپنے بیٹی سے ہو۔

عرب میں ایک عجمی ہوتے ہیں۔ ان کا اور باتیں تو بچے پسند نہیں کیونکہ وہ بیٹوں کو بڑا کہتے ہیں اور
بنت پرستی کی توہم ہی کرتے ہیں۔ توئی کی پر مایہ خدمت کرتے ہیں۔ بھلا میں خدا ڈاؤں کہ ہمارے باپ دھوا
ہو جئے ہے انہیں ہم کیسے بھڑو دیں اور ایک ان دیکھے خدا کے سامنے کیسے جھک جائیں لیکن ایک بات ان کا
مجھے محبت پہنچا سلام ہوئی۔ وہ بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ بیٹیوں کو قتل نہ کرو۔ انہیں یاد۔ ان سے محبت
کر۔ پیار کرو۔

یہ ملک خدا پر درست کہتے ہیں۔ میں بیٹیوں سے بیٹوں کے برابر ہی محبت کرنی چاہیے۔ آخر
وہ مجھ تو ہمارا ہی خون ہوتی ہیں۔ میں اب تک تیری بھلائی اور خدمت گن رہا ہے۔ زندہ ہوں اگر میری
وہ تیری بیٹیاں بھی زندہ ہوئیں تو ان کا خدا اور ان کے غلام میری خدمت کرتے۔ میرے ساتھ ہوتے اور
میں یہاں رہی گئیں میں ہمیشہ تیرا پیار کرتا۔

اب سلاطین نے رونا بند کر دیا تھا۔ اس نے کہا:

”مجھے یہ اضمحس ہے کہ میں آپ کی اتنی خدمت نہ کر سکی جتنا میں کرتا رہا۔“

فہرست

’ہائیں۔ تو نے میری خدمت جیسے سے زیادہ کی ہے۔ مجھے تیری ذات پر غور ہے۔ اب وہی غور جیسا مجھے کلمات پر ہوتا ہے۔‘

سید القاسمی

میں نے اپنی کہانسی میں زیادہ دور نہیں چا سکتی۔ ایک آراب کاغذی رہتا ہے۔ دوسرے ہر خوف
رہتا ہے کہ کہیں راستہ بھولی جاتی۔

مطلب : شیخ مجتبیٰ خاں کہتا ہے کہ کس کو اس مسئلہ پر ہول جلتے۔ اس لیے جب تک تو اس میں نہیں جاتی کہ
مجھے یہ لاشناک رہنا ہوتا۔

ملاحظہ: ہم ایک ایسا ریگسٹراں ہے جس میں ایک ہی حکم کی، بت کے لئے تحریر کی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا ریگسٹراں ہے جس میں ایک ہی حکم کی، بت کے لئے تحریر کی جاتی ہے۔

الحمد۔ راجستھان کا یہ ہے ہی جوتے ہیں۔ ایک سے میدان ایک سے ہی تھوڑے اور ایک ہی جہز کا پھاڑاؤں۔ اگر ہمارے شہید کا معبود قریب دروگ سے اور دامن بھول جائے تو رجتہ کی خیریں سامنے اور میں جہز کیوں نہ لے کر جازو لے لوں تو مجھ سے ہانک لائن میں نہ جایا کہ

سنا، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جو بچہ گلی میں توڑا، اب توڑہ بھی اسی نہیں رہا اور بغیرانی کے ڈھنگ کیسے ہو سکتا ہے۔

عجب : یعنی آرا کر رہے ہیں۔ یہ ان اور یافتہ جو کہ تھکے روز تک میں تھکا ہوا اور خانا کھاتے اور تھکے ہوئے اور کسی روز دن چھپنے تک نہ ان کی توجہ سے بچ کر نکل سکی ہو بلکہ ان کے ہاتھ کھینچے ہوئے ہیں۔

مطابق: ایسی بد حال مر سے منہ نکلیے،

معیار: ان کم ہفت مسلمانوں کی عزت سے مجھ کو جگانا پڑا۔

”مسلمانوں کے خون سے“

سلب: ان میں سے آج تک کچھ

سلاطین و مستملان کورن پیمیں:

مطلب : میرے قہرے بتلوانہیں کہ عرب میں ایک نئی جہت ہے ان کے چہرے مسکایا ہیں۔

سوال: گریجویٹوں کے کیموں پر کیا؟

مطلب : وہ تین اہرت پرستوں کے سخت دشمن ہیں۔ مینان کے خلاف ایک معرکہ میں شریک ہو چکے ہیں۔

ملاحظہ: یہ آپ کی ایک دہائی میں دہریے جانے والی کچھ کتابوں سے لڑے ہیں۔

طلب : یہ اس وقت لازم کرے جب تو تین ملک کی مٹھا اور اپنی غلام کے پاس پرورش پاری تھی۔

ملاحظہ: اگر قلمب نے مجھ سے کبھی اس لڑائی کا ذکر نہیں کیا۔

مطلب یہ ہے ملک نہیں کیا مگر جتنا سے اتنا ہی جو اس کا تم کا خود چھوڑ کر یہاں کیوں چلے آئے تو میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ ایک ٹھیک دھارے کا ہے تو وہ اس اسی لڑائی سے غمزدہ ہو گیا ہے۔ مگر

تہیں پانی مل گیا اور زندگی بے وقاحتوں میں گئی

سلاطین، خواجگان، ارباب، بانی، کھانہ میں ساقی ہوں۔
 جلیب۔ جا، کیس، دو باتوں کا خیال رکھتے، ایک تو اسٹیو وورن، علی بابا کے جسم سے اسٹین بول جاگئے اور دوسرے

اگر کوئی مسلمان مل جائے تو اس سے بچو

ملاحظہ: اسلام آباد کی حفاظت بنا کر مجھے دو کیسے انسان ہوتے ہیں۔
 مطلب: کیا شہر ختم بناؤں ان کی۔ انسان تو تو ایسے ہی عجیب ایسے ہیں جو گھر سے نکل کر دھواں مچھو

سوال: کیا رادار خطرناک ہے مسلمانوں کے؟

طیبت: صرف ایک مرتبہ ہی لڑائی میں شائع تھیں، کا میں ذکر کر

ملاقات: کمر مہمان اس صحرائے رنگ و وارم بنائے گلستا

مطلب: (۱) ایسے انسان ہیں جو

مطار: میں احتیاط کر رہا ہوں

طابقہ میں ہیں۔ اس قدر

ملفوظات مولانا محمد رفیع

کیا شامزادہ ہی جو دو جاگجور ہی کی کھانسی جلائے۔
معاذ اللہ شامزادہ کی کھانسی نے اسے اور جاس گداڑے۔

اسے دیکھ کر کہا:

تم؟

عرب نے کہا:

میں میں۔ خدا نے مجھے ایسا ہیج ویاں کر کے دیا کہ ان کو

ملاقات میں بہت سے دن گزر گئے ہیں۔

عرب: نہ معلوم کیا ہو نا۔ خدا نے بڑا فضل کیا۔

ملاقات: ان کو خدا نے قیام دیا۔ آپس میں کیا کس رہا ہوں۔

عرب: خدا وہ ہے جس نے مجھے، غلبہ اس دنیا کو جس میں ہم تم رہتے ہیں اور ان دنیاؤں کو جو باہر

لگا ہوں سے پوشیدہ نہیں پیدا کیا۔

ملاقات: وہ تو خدا ہے جو ہمارا محبوب ہے۔

عرب: تم شاید قہر سے ملے ہو۔

ملاقات: ہاں۔

عرب: خیر، یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔

ملاقات: تم کون ہو؟

عرب: میں تھانوی کار، جسے تم بتاؤ کہ تم تھانویاں کیسے کہتے؟

ملاقات: میں تمہا نہیں جانتا۔ میرے ابو بھی ہیں۔

عرب: کون ہیں وہ؟

ملاقات: جہاں سے دور ہیں۔

عرب: اور تم یہاں کیا تھانویاں؟

ملاقات: ہاں۔

عرب: تمہا کیوں آئی تھیں؟

ملاقات: پانی کی تلاش میں میرے ابو جہاں سے اور جہاں سے پانی مل گیا ہے۔ میں پانی کی تلاش

میں آئی ہوں۔

عرب: کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ عرب کا مشہور ریاست اربعہ الخالی ہے جس میں پانی کہاں؟

ملاقات: (محوئے ہوتے ہوئے) مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔

سلاطہ کی سیرت

(۲)

جب سلاطہ کو ہوش آیا تو اسے محسوس ہوا جیسے وہ سایہ محبت سے احاطہ پانے پھرے پر تھی بھی سلاطہ
ہوئی۔ اسے حیرت ہوئی کہ یہ سایہ کہاں سے آگیا اور یہ کئی کسی ہے جو میرے گئی: کیا اسے کیا ہے
لو کہ میرا ہوش نہیں ہے۔۔۔ مگر وہ خوب جانتی تھی کہ اس موسم میں مجھ کے انگوٹھے رنگین ہیں یا
اور لونڈیوں نے انگوٹھے ہیں۔ بالکل نا ممکن!

اسے خیال ہوا شاید وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں میں آنسو بہا کر دیکھا۔
شاید اس خوف سے کہ کہیں یہ خواب کہ سنو آیت نہ ہو۔ اور وہ چہرہ ہرگز نہ دیکھتا کہ میں نہ
پوچھ چکے۔

اسی کے بعد پھر لونڈیوں کی پڑی۔ فرما۔ یہ خیال آیا کہ اس کا باپ پانی کے ایک ایک تھوڑے
نرس رہے۔ اگر حقیقت میں لونڈیوں پر رہا ہوں تو وہ اپنی بیاد بھولے اور بھاگتی ہوئی باپ کے
پاس پہنچ جائے۔ یاد دہانی کے لئے میں پوچھتا ہوں کہ اس کے دو چاروں کی زندگی کا اور مہار
ہو چکے۔

اس نے قہر کر آگلیں کھولیں اور اپنے کی کوشش کی کہ کسی نے اس کے شاد کو پکڑ کر ہتھ سے
دبانے ہوئے کہا۔

پڑاں ہوا تم ضعف و قہارت سے تم مجھ سے کی قوت نہیں ہے۔

اس نے حسین نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ ایک نوجوان عرب اس کے اوپر چھکا ہوا تھا۔ اس نے حیرت

عرب: اگر تم اور تمہارے والدہ اس ملک میں آجے گیوں
ملاؤ: یہ بات تو اسی کو کہہ رہی ہے۔

اب سناؤ کہ کچھ ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ عرب نے اپنے گھوڑے کو برہنہ کر کے ریت میں دوڑاتے
کاڑے گھوڑے درجہ دوم پر ہیں یہی لکھا تھا اور تیسرا کہ ریت سے چکنے کے لیے چار گنا قیمت لگا کر اسے
اس سے بڑا اس پر کیا تھا۔

اس نے اس کے دل پر ایک چھینٹا پانی کا مارا، ملاؤ نے ہر کسی سے کہا:
وہاں کے بچے پانی کا کچھ تو دہی لٹکا کر رکھیں۔ میں پانی کا بڑی ضرورت ہے۔
عرب نے سنا کر کہا:

فکر نہ کرو۔ یہ سچ ہے۔ میں نے لاشیں بچا کر رکھی ہیں۔ وہ بچے
ملاؤ کو جو کچھ بھی ضروری ہو جی تو اس پر بھی اس نے سستی پیسے سے ملتی انکار نہیں کیا۔
لے لے لے لے ہاتھ کی پادربند عرب کے ہاتھوں کے کر کے تونہ لگا۔

ستون کی اس نے چار گنا قیمت کو اور دو گنا سے بڑھا کر لے لیا۔
عرب نے کہا:

ملاؤ وہ بچہ:

ملاؤ: شکریہ، میں تو نہیں۔

اب ملاؤ نے غریب کو دیکھا۔ وہ تو غریب حسین تھا۔ اس کا سینہ چوڑا بازو بڑے جسم سے اور مضبوط تھے
ملاؤ نے اس سے کہا:

تو کچھ کھائے ہیں؟

عرب: اتنا کھانے۔

ملاؤ: کھائے کیسے دیکھتے تھے؟

عرب: کھانا خراب تھا۔

اس بعد از خدا جب اس جگہ سے چلنے کے لیے اپنے جسم کے گرد چادر پہنے رکھی تو جو تیز ہوائی تاج
نئی جڑے بڑے ریت کے توڑوں کو لٹا رہی تھی، میں اس فکر میں تھا کہ کوئی میدان مل جائے تو اس میں
کھڑک باندھ کر دوں۔

میں نے غریب کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ پہلے اٹھتے نظر آئے۔ یہ گھوڑا اس وطن میں دل میں چھٹا تھا کہ اگر

چھٹا کیا ضرورت تھی، اسے گی اس لیے میرے گھوڑے کو، وہاں چار گنا قیمت نہیں دیا۔

تو اچھے خیال ہوا کہ خدا گھوڑے سے دور سے کوئی آگ بٹا گاؤں کو کہہ دے، یہ میں جانتا ہوں کہ عرب
کے دوتے اور گھوڑے انہوں سے زیادہ ضرورت رکھتے ہیں۔ حکومت دور سے جتنے افسانہ بٹا گاؤں کو کہہ دے
میں اس پر اپنے حوالہ کر دیاں پڑھتے ہیں۔

چنانچہ میں نے گھوڑے کی آگ کو بھی کر دیا اور اسے اس کی مٹی پر چھوڑ دیا۔ گھوڑا بڑی تیزی سے چلا
اور میں لگے ہوئے تھا کہ ریت میں وہ گئی تھی۔ خدا گھوڑا کو اپنی تھوڑی سی مقدار سے اور سے ریت بٹا
را خدا تمہارے خوش ہو چکی تھیں۔

میں میری گھوڑے سے کوئی لڑا اور خدا نے ہر سے ریت بٹا لے لیا۔ میرے گھوڑے نے بھی ریت
بٹا لے جس سے وہ اپنی شکل بڑھ گئی تھی کہ ہوا بابر ریت لگا کر میرے اور خدا سے اور اسے ہی تھا اس لیے ریت
بٹا لے میں بڑی ہو گئی۔

آخر میں نے ریت بٹائی اور تھیں کھڑے پڑا کر لیا۔ دونوں گھوڑے میرے پیچھے ہوئے۔ میں
تھیں اس جگہ لے آیا، تھیں لڑا اور میری جدی کیل اور چادر تھیں اس کی لگا کر بنا دیا۔
اس کے بعد میں نے خدا کی چادر خدا سے میرے اٹھائی۔ کچھ اپنی خدا سے حق میں چھوڑا کہ کچھ بالکے
چھینے دیے۔ اپنے خدا میں سے ہوا کی۔ خدا خدا کے تھیں ہوتے آواز۔

ملاؤ کوڑے غور سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے اس کلمات سے بڑی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ وہ لگے
گئی کہ اس کی جان اس نے بچا ہے اس نے کہا:

میں ریت میں دو تاج ہار رہی تھی۔ گری سے میرا بدن میں سے چل رہا تھا۔ حق تنگ ہو گیا تھا۔ میں نے جین چاہا
لیکن خداوند تنگ لگے کہ آخر میرا گھوڑے کا اور میں بے پوش ہو گئے۔ میں قدری بہت تنگ لگا رہا ہوں۔ خدا سے
برخاستہ جانے سے جان بچا گئی۔

اس کی حسین لہجوں سے تنگ لگا رہی ظاہر ہو رہی تھی عرب نے کہا:

شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا اتنا ہی خرچ لدا کیا۔

ملاؤ: اب چلنا چاہیے۔ اگر بیاس سے قحط پڑے ہیں گے۔

عرب: اچھا بیاس۔ دونوں کا وقت ہے جب سب سے زیادہ تیز ہو جوتے ہو ریت کے توڑوں کو ایک جگہ سے
لکھ کر دوسری جگہ لٹا رہی ہے۔ جب وہی محل جاتے گاہت ہو ان کو دور کر دیا جائے گا۔ اس وقت
چھین گئے۔

ملاقات: کہیں ان کو جان بیاہی سے نہیں پرانی ہوگی۔

عرب: اگر اس وقت چلے جائی تو اتنا بیشہ ہے کہیں وقت رستہ میں رہ کر مار دیا جائیگا۔ احمق کی طرح یہ
انکار۔۔۔ اس خوار پر نظر رکھو جس نے قادیان دیکھ لیا ہے مجھ پر۔

ملاقات: گھر و محلے کی

عرب: آسمان پر غم کے اور۔

ملاقات: کسی نے اسے دیکھا ہے۔

عرب: انسان ہی کے دیکھنے کی تاب نہیں دے سکتا۔

ملاقات: تم شاید سسکی جاؤ۔

عرب: ہاں۔

ملاقات: ڈرگتی۔ اس کے پاس نے آیا تھا کہ سال سے اپنا وہ بڑے سناک اور ادا ہوتے ہیں مگر وہاں
اسی اسے خیال ہوا کہ اس سال نے تو میری جانی پائی ہے۔ یہ عالم اور سناک تو نہیں معلوم ہوتا۔

عرب نے کہا:

کیا سوچے گی تم؟

ملاقات: میرے ابو کہتے تھے مسلمان بڑے سناک اور کلام ہوتے ہیں۔

عرب نے اس کا کہا:

ایسے بات نہیں ہے۔ تمہیں خدا انا دے ہو جانے لگا کہ مسلمان کسی قدر حوصلہ دار خدا کی مخلوق پر شفقت
کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو دے و غفور نے یہ باتیں مشہور کر رکھی ہیں؟

ملاقات: کہنے میرے ساتھ تو بڑی دھولی کا رہا کیلئے۔

عرب: مجھ سے کہتا تھا کہ یہ بات کرتے ہیں۔ اب تم کی کار کا وقت ہو گیا ہے میں ڈرا کر چلا دوں۔
چنانچہ وہ حوکر کے تار پڑھنے لگا۔



غمرزدہ نازنین

(۴)

ملاقات: عرب کو ناز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ اس کی عبادت کے طریقہ کو دیکھ کر بڑی حیران ہو رہی تھی۔
وہ بت پرست قدرت کو سنے دیکھ کر اس کی پوجا کیا کرتی تھی۔ پھر اس کی پوجا کا طریقہ اور تھا۔ جب عرب ناز
سے ناز پڑھ کر اس کو اس نے کہا:

”تم کیا کہتے تھے؟“

عرب: میں ناز پڑھ رہا تھا۔

ملاقات: ناز کیا ہوتا ہے؟

عرب: خدا کی عبادت۔

ملاقات: مگر تم خدا کا کیا عبادت کی تم عبادت کر رہے تھے؟

عرب: ہاں خدا ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔

ملاقات: تم کیوں نہیں آؤ؟

عرب: مجھ پر جو مشیر نظر نہیں آتی اس طرح خدا ہی نظر نہیں آتا۔

ملاقات: تم کی جگہ کے ہر وہ جو عرب میں رہتے ہیں۔

عرب: ہاں۔

ملاقات: تم کیسے کہتے ہیں۔

عرب: جو خدا کے بندوں کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے آتا ہے۔

ملاحظہ: کہیں کہیں یہ ایت کر آتا ہے۔

جواب : وہ جب سے جہلِ باریک پر گرا کہ لا اِلهَ اِلَّا اللهُ : یعنی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کہ بت، ادوات یا حشر کے جو بھیجے ہیں، ایسے انسان تو نہ بنے نہ بنائے وہ خود نہیں ہیں۔ مذکور کیجئے یہاں معنی میں نہ حرکت کرتے ہیں۔ انہیں پرستنے سے کیا حاصل۔ اس کی پرستش کو وہ جس نے نہیں اور اس میں لگے۔ چار اور دربارے۔ انسان اور حیوان بنائے اور انسانوں کو عقیدہ دی۔ علم دیا۔ ماری و نیکو اللہ کے فضل میں کر دیا۔

خبر: میرے سمندر ہی تھوڑا۔ احمد نیکو:

”ایس کرے۔ میں یہ باتیں سننا پسند نہیں کرتی۔“

عربی : جو تم نے تجھ پر کسی پراسی کا جواب دے رہا ہو۔

مستطیل: اب میں بجا آجیائی ہوگی۔

محبوب خورشید سے بخیر آباد و خوش حال رہے۔ جو ان کا دوزخ بھی کہہ کر رہا ہے۔ یہاں کا مشہور و معروف مندر ہے گوشت خور
ملازمہ دیتا ہوں۔

اسی لئے ہمارے ملک کے گھونٹے پر اندھ دھوا۔ کھینٹ کر کے اپنے گھوڑے پر بٹھکا۔ علاقے اپنی چادر اپنے ہاتھ کے گرد مپیٹی۔ حرب نے اپنی چادر اپنے جسم پر بٹھائی۔ سنا گھونٹے پر سوار ہوئی۔ ضرب بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسی لئے کہ۔

’خدا حافظ اسے خوشخبر آئی ہو‘۔

عدوت نے ہمارے ساتھ

فہرست مضامین

المحرر: السيد محمد بن عبد الله

معلقہ : اور تم نے ان کو تباہ کیا نہیں۔

— *Chrysomelidae* (16)

حفاظت، تھراپے اور ایجنسیوں پر ہے۔

ملائے اپنے گوشے کو بڑھائے۔ ابھی گھوڑا چند قدم ہی چلتا تھا کہ اس نے ہانک کر کہا کہ اسے روکنا۔ پتہ کر رہا تھا وہیں پہلے پڑے تھے۔ اس نے ہانک کر کہا:

Figure 1

سچیں رک جائے۔ وہ اس کیم نہ کے پاس ٹوٹ آئے۔ انیسویں کہا:
 اگھر کیا ہوتا ہے؟

میں نے اسے دیکھا ہے۔

معاذہ: میں تو راستہ بھولنا لگی ہوں کیسے آجے ابو کے پاس پہنچوں گی۔

15. 10/10/2019

سہ ماہی کے پھولنے پر:

انجمن تجار

میل کر منیسی آگئی۔ انہوں نے کہا:

”مجھے یہ تو معلوم انہیں ہے کہ تمہارے انوکھاں میں؟“

سلاطین کے دربار میں شہر کی حالت کا بیان کیا:

”ایسے ہی ہو گا“

صیقل: اگر تم کو تو میں نقد سے عاقبت میں ملتا ہوں۔

مسئلہ: میں اوطان سے شرفیہ ہوں۔ وہ مسئلہ کہ اس کا نام رکھتا

سید! اگر وہ غلطی نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور میں تمہیں تیار سے غور سے اس کا عالم و اثر سمجھا دوں

سہارا : اچھا تو میرے۔ مڑی ہر بانی مجھ کی تھاری۔

Figure 1

[illegible]

مگر چون گزشتہ ریت کے ہاتھ سے کھڑکے کی جو میٹھے تھے وہ دیکھتے نہ تھے یہ میدان
میں جس سے جو کھڑکے آئے تھے۔

سین: اچھا اور اچھا دوست کے طور پر اور پھر ٹائیڈ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ مجھ سے جگہ ریت کے اندر لگے ہوتے ہیں اور پھر ٹائیڈ سے جلی ہوئی ہیں۔ وہ پھر کے بعد وہاں کی جگہ نہیں رہتے۔ ریت کے اندر دوسری جگہ لکھتے ہیں اور پھر ٹائیڈ سے جلی ہوئی ہیں۔

ملاحظہ رہے کہ اگرچہ اس سہ ماہی میں اپنے خیمے سے اتنی دور نہیں آئی تھی۔ آج کا دور نکل آئی کہ راستہ ہی بدل گیا۔

میں: یہ بھی خیال ہے کہ تم کسی طرف سے واپس نہیں،

سلاطین: کچھ خیال نہیں ہے۔ بہت دیر ہو رہی ہے۔ میں جاکر دیکھ کر ہاں ہی نہیں کہتا۔

وہی سدا سکر اور سکر گئی ہے مائوں نے اسے کہیں اور چھوڑا خود چھوڑی میں رہے۔

مجھ بہت عورتیں ہیں کہ کٹھن گھر، گھر نے خود بات سے نڈھال ہو کر دھوکیاں تیار کر دی ہیں۔ اس میں
میں سدا تک جی آٹھ گھن گئی۔ اس نے بھی خود بات سے نڈھال ہو کر سدا دیا۔

میں نے دو دو گھوڑوں پر زین کے طور دو فوں سوار ہو کر چلے۔ سدا نے چلتے چلتے کہا:

اگر تم میرے توتے سلو میرا کیسٹرو ہو؟

میں: اگر تھاکو ہی منور تھا۔

اب بتا جاؤ کیا بات، اس کی شاہین ریت کو چلنے کی قیاس، کچھ دور چلا کہ سدا نے خوش ہو کر کہا:

اسی جگہ جا رہی تھا۔

پورا اس نے سدا دیکھا۔

نورہ انھیں سدا یہ تو ریت میں ڈال رہا ہے۔ اسے میرے ابو:

اس کے پاس جا رہی ہو گئے۔ میں نے کہا:

اگر تھاکو سدا۔ تھوڑے میں چلے سے ریت پٹا ہو گیا۔

دو گھوڑے سے کدے اور ریت پٹا نہ گئے۔ سدا تو پورا گھوڑے سے اتنی دو دو فوں میں چلی گئی کہ

ریت میں پٹا نہ چلی تھی۔



ناشکر گزار انسان

(۵)

سدا پر پروردگار کی قسم: میں نے کہا:

نورہ سدا، کوئی خطہ کی بات نہیں ہے:

سدا نے سدا کی بات کہی کہ:

اس سے زبان کہا: نورہ کو کہتا ہوں کہ ریت میں دیا گیا ہے عورت بھی اتنی دیکھ گئی ہے:

میں: اچھا، ان کو کہتا ہوں کہ اس سے کئی ٹکٹ نہیں ہونی چوتی۔

سدا: جانا کہ جب ہم ریت میں دیا جا رہی تھی تو میرا دم گھٹنے لگا تھا۔

میں: اس کی سدا: تو تو میری سدا: مائوں نے کہا:

نورہ! اس گھناؤنی سدا کو کہہ کہ ریت سدا سے اوپر پروردگار کی قسم: اسے اس میں پروردگار کا نہیں

گناہ سدا:

سدا نے انہیں ہنسنے دیکھا، اسے کچھ اسلیم ہوا میں نے کہا:

قیاس میں آ کر جیتا۔

میں: سدا کو کہتا ہوں کہ سدا کو کہتا ہوں کہ ریت میں دیا گیا ہے۔ اگر تم چلے کے اندر ہو تو سدا ریت میں چلے دیا جاتا تو

نورہ! اسے نہ گھناؤں نہ اگر چلے اگر نہ تو بہت منور تھا۔ یہ کچھ سدا کو کہتا ہوں کہ سدا سے اس کی سدا

دہرہ دیکھا ہے۔

سدا کی کچھ میں بہت اتنی مائوں نے دیا نہ کر دیا اور دو دو فوں چلی چلی ریت پٹا نہ گئے۔ ریت کے

میرا دم نکلا رہا ہے۔

میں نے جاکر دیکھ بیٹھے ہونے کا۔

ڈرامہ میر کر دیا۔

ملاقات نے جاکر کر دیا۔

نہاد وانی سا جگر مرنے لگا پادوس سے لڑ کر۔

میں نے اسے گھونٹا ہوا ہونے لگا ہونے لگا۔

میں نے اسے سب کچھ کھا دیا۔

ملاقات : مگر میں نے پادوس سے تم کو کھا دیا۔

میں : جارا بھئی۔ تم جانتی ہو میرے پاس کافی بات ہے۔ میرا نہیں اتنا ہوا ہونے لگا ہوں جتنا پہلے میں تھا۔

کئی روز سے میرے پاس ہیں۔ اگر دیا ہوا ہونے لگا ہونے لگا ہونے لگا۔

ملاقات : ہوا ہونے لگا۔

تب لڑا ہوا ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : برابر رہا ہونے لگا۔ میرا نہیں اتنا ہوا ہونے لگا ہوں جتنا پہلے میں تھا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

میں : اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

میں : میں راضی ہوں ہوں۔ ہاؤ ہونے لگا ہونے لگا۔

سلاطین سے میل کیا، میرا کہہ دیا کہ :
تم میرے پاس پر یہ کیا ہوتا ہو تو میرا کہہ تم مسلمان ہو۔
میل کو بڑا حیرت ہوئی۔ وہ چپ ہو گئے۔

عصر کے وقت وہ خیمے سے باہر نکل پڑا۔ بے گھر، آقا نے اس کے حیرت سے انہیں
تلاش کرنے دیکھا اور کہا:

"تجربہ کیا تو مسلمان ہے۔ میرا دشمن، میرے مذہب کا دشمن۔
سلاطین بھی آگئے۔ اچھے لہجے والے کہ یہ نعرے سے یہ اور وہ سمجھ گئی!



شتر سوار

(۶)

سلاطین کو فکر ہوئی کہ کہیں اس کا باپ میل کو رات کو سوتے ہیں سنسنی نہ کر ڈالے، یہ سچا کر کے بڑا خطرہ
ہوا۔ اس نے سوچا کہ وہ میل سے اپنا نہ اپنے ہاں کر دے۔

مغرب کی نماز پڑھ کر میل کیلئے سے باہر ہی نہ گئے، وہ نہیں چلے گئے کہ باپ اپنی کے ساتھ ہیں
ہوں۔ مطلب خیمہ کے اندر چائے تھا۔ روشنی کا کرنی انتظام نہیں تھا۔ سلاطین بھی شے کے اندر پہنچ گئے تھے۔ وہ
اچھے باب کے اس ماہر تھے۔

مطلب نے آہستہ سے کہا:

ابھی کہ میں نے کہنے کا نہیں تھا کہ مسلمان ایسا تو ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔

سلاطین کو بھی کہہ دے میل کے سونے کو کہنے والا ہے۔ اسے خوف لاحق ہو گیا۔ باپ کی بات کا جواب دینا
غزوی تھا اس نے کہا:

"جی ہاں، کیا تھا؟"

مطلب: "تم نے پڑھا تھا مسلمان کیسے کہتے ہیں!"

سلاطین: "پڑھا تھا۔"

مطلب: "سچ میں ہے۔"

سلاطین نے باقاعدہ حیرت کا ہر کہہ دے کہ:

"مسلمان ہے! کیسے کہتے ہیں!"

مصلوب: مسلمانوں کی عبادت کو طریقہ صلب سے الگ اور نزلہ ہے۔ سب کو میں نے اسی طریقہ پر عبادت کرنے کو چاہیے۔

مصلوب: اگر سب مسلمان ہوں تو مسلمان پرے نہیں ہوتے۔ اس نے میری جان بچائی۔ مجھے ساتھ لے کر یہاں آیا۔

مصلوب نے دھت نہیں کیا:

ایک بات کا مصلوب:

مصلوب: کیا؟

مصلوب: تو وہ میں کیوں نہیں چلا آئی۔ رات کا دوری؟

مصلوب: ہم راستہ پہل گئے تھے ابو۔ رات ہم نے ایک گھنے میدان میں گزاری۔

مصلوب: میں نے تجھ سے کچھ کہا تھا؟

مصلوب: کچھ نہیں۔ جب میں تھیں یاد کر کے روئی تو وہ مجھے نصیحت دینے لگے۔ تو اس سے ہے۔ اس میں بڑی تاہم کر رہی کہ وہ کچھ نہ کہتا ہے۔

مصلوب: میں نے ایسا ہی سنا تھا۔ مصلوب کے بھائی نے انہیں اسی قسم کی باتیں کہیں ہیں لیکن پھر میں وہ نہ جانتا ہے۔ اور تو قہقہہ لگے کہ سب سے میں لڑکے ہے۔ تجھے شاید معلوم نہیں کہ تیرے جد جاتہ تھے بدیہ نامہ میں کہ غلامی کی شہرت آج ہماری دنیا میں ہے۔ ان کو اپنا بچوں کے ایک قطرے کو ترسار۔

مصلوب: مجھے یہ معلوم کہ کے بڑی خوشی ہوئی کہ مجھ کو اولاد میں سے ہیں۔ ہمارے بڑے جاتہ تھے وہ مردوں کے لیے بڑی بڑا دے ہیں اور صحتیں بدداشت کی ہیں۔

مصلوب: اب۔ اگر میں ہوں اپنی طرف سے بدل میں جو کچھ میں میرے پاس ہے وہ سب مصلوب کے تو میں نے سنا ہے۔ وہ دے دن کا مسیحا لگا اس نے وہ انہیں میرا نکالے۔ مگر میں اپنی زبان سے یہی کہوں۔ اگر اس کی زبٹ خراب ہوئی تو وہ خود کو لے گا۔

اس نے خوشی میں کہا:

مگر جب وہ اس انہوں میرے کے متعلق سوال کرے گا تو وہ اس کے ذہن کا کوئی دن ہو گا:

مصلوب: انہوں میرے نام کو بڑی جرات چاہی۔ اس کے باپ کے پاس ما مان اور دولت میں سے جو کچھ میں تھا وہ جانتی تھی مگر اس نے کوئی میرا اس کے پاس نہیں دیکھا تھا۔ اس نے پوچھا:

ابو۔ قہقہہ سے اس کو بڑے جرات سے پوچھتا ہے۔ کہاں ہے وہ؟ میں نے تو نہیں دیکھا:

مصلوب: میری بڑی بیٹی۔ وہ انہوں پر غور کر رہی ہے۔ اگر اس نے تیری خواہش کی تو وہ نکالے تم۔ میں اس کے

میں میں بھڑک رہی تھی کہ میں اس کے سوال کرنے کا انتظار ہی کرنا کہوں؟

مصلوب: پھر ڈوگیا کہ وہ انہوں نے ان کو کئی وقت نقل کرنے کے لیے گاہ میں کہا اپنا اور مصلوب کا میں گفتگو کرتا۔ اسے افسوس تھا کہ وہ بڑی بڑی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا باپ انہیں قتل کر دے۔ اس نے کہا:

مگر ابو۔ انہوں نے مجھ پر یہ افسوس کیا ہے اور حاکم تھا کہ ابو۔ انہوں نے اس کا بیٹا اس کے سے دینا چاہتی ہے۔ انہوں نے اور اس سے نصیحت:

مصلوب: ایک ہی بات تھی۔ وہ کہہ رہا ہے۔ میں اس سے کہے۔ تاہم کہ وہ اس وقت تک ہے مجھ سے دھت ہو رہا ہے۔

مصلوب: یہ بات تو مردوں کے کئی صحنہ نوازوں سے تھیں۔ اس سے ہے مردانہ اور شکر گزار کا میں ہو گا۔

مصلوب: تو نے کیا کہا۔ لیکن میں کیا کہوں؟

مصلوب: تم بڑے ہو۔ خود سوچ۔

وہ اس مصلوب نے مسلم تھا۔ اس نے جاہلیت میں پرورش پائی تھی۔ جاہلیت کا مشہور اخبار اس میں موجود تھا۔ اس نے اپنے صحنہ میں کو پرورش کر رہا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا غلامی کرے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا خون کھولے گا تھا۔ اس کا جتنی دھت ہے اس کی جتنی خواہش ہے کہ اس کے اپنے کے نقل پر آکر دیکھ دے۔ انہوں نے یہی کہا کہ میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اس سے اس کو مشہور نہ تھے اس کے انتقال پر برا بھلا کہہ رہا تھا۔ وہ ان کے اس احسان کو بھول گیا تھا کہ انہوں نے اس کی پیش کی جان بچا ہے۔ اس نے حق سے کہا:

ابو۔ تو اب سوچو:

مصلوب: کہ میں نے اس کا دل پر رات کو سب کو قتل کر دے گا۔ وہ بے میں ہو کر ہوئی:

میرے میں سے کہے دینی چوہہ کر وہ اسی وقت وہاں ہو جائیں:

مصلوب: ابھی تو میرے نام کو بڑی بڑی تھی۔ ابھی یہ نام کا کوئی دانا تھا:

مصلوب: میں انہیں دھت کے دیتی ہوں لیکن وہ دست سے دانت لہرچہ دانت ہیں۔ وہ چھ لے تو میرے اس حوالے سے ہلے جھٹکتے رہ رہتے ہیں:

مصلوب: میں بھی سوچتا ہوں۔ کاش میں نہ آتا یا بولتا تھا۔ جب کہ میں بڑا چاہتا تھا کہ وہ:

مصلوب: میں جانتی تھی۔ خود اس کا کوئی نہیں تھا کہ اس کے بڑے ہو گا:

مصلوب: وہ اس کا کوئی نہیں تھا کہ اس کے بڑے ہو گا:

کسان نے اٹھتے ہوئے کہا:

۴۔ چھاتی: ہے کہ میں حسین کو رخصت کر دے اور انہیں صبا باقیہ صاف صاف بتا دوں؟

تعلیم: اچھا تو ہے لیکن ہم اس مشنور دیکن سن میں رہ کر کچھ دیکھ رہے ہیں۔ چھوٹے میں نے سنا
 تھا کہ وہاں ہے۔ میں نے کچھ لوگوں کا اور جب ہم احمدیہ کے ساتھ تھوڑے ٹھکانے پر ہم اسے
 جھٹکے گا دیکھ لے۔

سداقہ بیٹہ لگی۔ پھر کچھ دیر اور بیٹہ کی کھجکے اور سوتے سے میں چلی نکلا اور اپٹ لکھی۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ جب تک ہرے کا لالہ کر لیتے ہیں ہی خنجر کو دیکھ کر تپے لگ۔ وہ روزی دانت لگے تک نہ جاسکتی رہی۔ اس کا باپ سو گیا تھا اور اس کے خاوند کو توڑی رہی تھی۔ پھر وہ بھی سو گئی۔ یہیل باہر سے۔

مکرمہ کویت عرب سے پیدا ہوئے۔ ضروریات سے فراغت حاصل کے انھوں نے لٹریچر میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

ملاقات واپس آگئی۔ وہ ٹیسٹ ٹیبل سے منتقل ہوئی۔ جب وہ پڑھ چکے تو امین نے ہاسی جاگروا دی:

”کیوں پروردگار! تجھے قسم ہے“

تھیں۔ ان کے جواب دیا:

یہ قرآن مجید ہے، خلاصہ بزرگ و برتر کا کام جو ہم سے ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کے علم پر تمام علمیں
سلاخہ اس قدر شیریں ہو گئی ہیں کہ ہر شے کے ساتھ تو ہمیں کمال کا لہجہ مل جاتا ہے۔

صحیح : (اس کا کہنا کہ میں غریب ہوں۔ یہ اس خدا کا کلام ہے جو حقیقی برحق اور قادر مطلق ہے۔ یہ ہے ان کے پروردگار کا اور صف کے لیے تبارک و تعالیٰ)

ملائقہ افسر کے باجی علی گڑھ اس کے والد افسر تھیں کہ جس کا گھر میں تھے لیکن نہ گھر ملے۔ وہ اپنے باپ کے پاس پہنچی۔ وہ قاضی و وزیر چاہتے رہا خدا اس سے بھی ملاں نہ دے جانا شروع کر رہا۔

جب سب مہمان ہندو گئے تو ملک اور ملتانہ دونوں فرستے نکلتے۔ سب نے شکر کر دیا۔
 "کیے سونکا لڑا ہے نا؟"

کتاب : مہم فی اسباب اللہ علیہ رحمۃ اللہ

[illegible]

جنانچہ اھوں نے غیر اٹھا مارا جو جس علیحدہ کروں اور خیر اور خیر اہل بیت میں۔ سب سامان کر گھوٹے پر بار اور طلب اور اپنے گھر پر نہ کہے۔ تو خدا سوار ہوئے اور علیؑ

قلب سے پوچھا :

انہم کس طرف تھیں؟

میں: مغرب کا عرب اور گھٹنا، علم ہمارے عقد کے مشرق میں واقع ہے جو شاہِ جزیرا ہوتا ہے۔

عجب : تم نے سچ کہا۔ میری قتل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ یہ بات میری نگاہ میں نہیں آئی کہ شاید یہ ایک شادی پر اس وقت تک نہ ہوئی ہو۔

سید: یہ حکم ہے۔ میں نے اپنے بزرگ سے کہہ دیا کہ اگرچہ یہ ایک عظیم شرعاً و فرائضاً ہے اور شان و خوارا ہے۔ اگرچہ عرب کا وطن سمجھتے ہیں کہ ان کے ملک کو اس امر کی نسبت سے نکلیا ہو گا۔

مقدمہ

جب کہ وہ چڑھ گیا تو وہ صوبہ میں قنات کشی اور گرام ہو دیے گئے۔ ان بڑوں نے یہاں اپنے جھولنے سے لٹ لٹ کر سوجھ بوجھ کیا۔ صوبہ میں حدت رکھی گئی۔ جو استاد اور گرام میں گئے۔ گئے اٹھنے لگے۔

100

ایک کھلے میدان میں انہوں نے قیام کیا۔ سبل نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ان کے لیے خیمہ کھڑا کیا۔ جب کھڑا ہوا کہ اسے صافا لگتا تھا۔ یہاں پر اسے غصہ بھی تھا، اس لیے اس نے غصہ بھی کیا۔

وہ دن اور رات انہوں نے وہیں بسر کی۔ ایک دن کچھ سے مرگ کو دانہ ہوئے۔ چلتے سے پہلے نے

فصل در احکام شصت و یک و بیست و نه

جائزہ پر ایسا یہ امر ضروری دیکھا جا سکتا ہے کہ

وہ سارے منتر سوار جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ سارے منتر سوار جا رہے ہیں۔

یہ کہتے ہیں انھوں نے کھوڑا بڑھاپا

مسئولان نگہبان کرو۔ ضابطہ بار و دیگر نگرانی۔

سبیل : اس تیری موت کا فرشتہ میں کی جو مسکن ہو چکا ہے۔

صامت نے صاوت دنگ لیا اور کہا :

تو میں جانتا تھا تم میرے تعاقب میں ہو کیسے میرا بچا کھل کر رہے ہو تم ؟

سبیل : اس لیے کہ تم میری سون کا وہ ارچا لائے جو مجھ سے کہنے کے لیے بطور یادگار دیا تھا۔

صامت : گھر آ کر کوئی باتیں نہیں ہے جس کے لیے تم اتنی زحمت اٹھاتے۔

سبیل : وہ بارخا خالی ڈاگ ہے اور جہاں اپنی بچی کو دیتی رہی ہے۔ رز سلوم کھلی لائے کے لیے اس بچی بیٹھیں

کو دیتا تھا۔ مجھے اتنا صبر ہے کہ میری بھانجے میری لڑکی کو اور میری دانے میری بھئی اپنی بچی بلند

کو دیتا تھا۔

صامت : مجھے تمہاری فوجانی پر ہر آن ہے۔ مگر بارخا خالی مجھ ڈو۔

سبیل اس کے پاس جا کر گھوڑا روک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ انھوں نے کہا :

اگر وہ مارے گا میں کرو تو میں تھلا راستہ نہ رو کر گا۔

صامت ہنسا۔ اس نے کہا :

جو با میں تھلا رہے دم و دم پر چلا۔

سبیل : میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

صامت کو خفا ہو گیا اس نے تلوار کھینچ لی اور بڑے دند سے سبیل پر حملہ کیا۔ سبیل کی پشت پر ڈھال

رنگ رہی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ صامت حملہ کر رہا ہے تو جلدی سے ڈھال ہاتھ میں لے کر اس کا حصہ پر

روکا۔

صامت کی تلوار بڑے دند سے ان کی ڈھال پر پڑی۔ انہیں یہ خیال ہوا کہ شاید اس کی تلوار نے ڈھال

کو پھاڑ دیا ہے۔ انھوں نے جلدی سے تلگا دھا کر دیکھا۔ ڈھال سالم تھی۔ انہیں یقین ہو گیا۔ انھوں نے سبیل

پاؤں سے تلوار کو پھینک دیا۔ اس پر صامت نے ایک اور وار کیا۔ سبیل نے دھول میں ڈھال پر پھینک دیا۔

تلوار بڑھانے لگا۔

صامت لوٹ برہا اور وہ گھوڑے پر اسی دھال پر حملہ کر کے صامت نے پہلے دھول سے

کرنے شروع کر دیے۔ سبیل نہایت استقلال اور جفا بازی سے اس کے حملے کو دیکھتے رہے۔ انھوں نے کہا :

”اگر تیرا دھول سے خوب حملہ لگے گا تو میں تھلا راستہ نہ رو کر گا۔ یہ دن تیری زندگی کا آخری

دن ہے۔“

صامت ڈاکو

(۷)

سبیل تیز سے چلے جا رہے تھے۔ سبیل گھوڑے کو بڑی رفتار سے دھنسنے نہیں دیتا تھا۔ پھر بھی

وہ کافی تیز دوڑ رہا تھا۔

شستر سوار صامت نے بارخا۔ کھی اور ڈھولوں کے پیچھے آ جاتا تھا کبھی صامت نے میدان میں شستر سوار سے نہیں

ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ وہ اچھا صامت سے حملہ ہند سے لوٹ کر نہ نکلتے تھے بارخا تھا۔ اس نے بھی اپنے

دھول کے گرد چور پھیل رکھی تھی۔ نیزہ ہاتھ میں تھا اور تلوار کر میں پڑی تھکتی جا رہی تھی۔

سبیل اس کے قریب پہنچے جا رہے تھے۔ گھوڑے کے ریت پر دوڑنے کی وجہ سے اس کے

سوں کی آواز میں آ رہی تھی اس لیے شستر سوار کو معلوم نہیں تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

آؤ سبیل اس کے لیے پاس پہنچ گئے کہ شستر سوار کو اپنے پیچھے گھوڑا آنے کا احساس ہوا۔ اس نے

پلٹ کر دیکھا۔ وہ نہایت خوفناک صورت انسان تھا۔ اس کا کھمبہ سرخ اور گول گول تھیں۔ پیشانی تنگ تھی۔

جس میں کئی تار تھے شاید تلواروں کے نشان تھے۔ ہاتھ بھی بڑی تھکی ہوئی تھیں۔ ہوش کوئے اور رضا پہلے بولے

تھے۔ ڈاکو بھی گھنٹے بھر ڈھکے ڈھکی تھی۔

سبیل صامت ڈاکو۔

اوپر اس کا وہ شستر سوار کو جس کی شستر صامت کے تمام علاقہ میں پھیل ہوئی تھی۔ اس نے کبھی متنبہ نہ

کے شستر سوار کو دھول پر ڈاکو ڈاکو تھا۔ دھول چار اور اس سے جس میں کے نام پر دھول تھا۔

صامت نے سبیل کو صحت سے دیکھا اور کہا : ”تم ؟“

نئے چھوٹا کا اور گڑا پیر پڑ پڑے ہوئے ہوا۔

نور نے لے کر ڈالا۔ ایک کڑوہ سے میرا ہنسنے والا لائی نہیں رہا۔ میری وہ چٹکتی ہے گی۔ تیرے میں بلا
 ہا میری مہا کی جیب میں ہے نکال لے۔ ایک اور چٹکے۔ وہ کہہ کر اسے میری جبریت جاگو پہنچو گے گا۔
 ہاتھ بڑھے۔ سیم کی جیب سے۔

سو اٹھ کر۔ میں تیرا جیت لیر کر دیا۔

میں نے اول صحت کی تھوڑی تھوڑی میں کہ میرا لائی کا ٹھکانا۔ ایک مہا کی جیب میں سے ایک اور چٹکے میں کہ
 ایک مہا کی جیب میں سے نکال لے۔ انور نے ہا سب بھی نکال کر اپنی مہا کی جیب میں رکھ لیے۔ اس کا ہنسنے
 پس اس کی جیب سے نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

اس طرح میں صحت مر گیا۔ انور نے اسے دیت میں دیا دیا اور گھوٹ سے پر سارا ہو کر داپس لڑنے۔



خدا

(۸)

عجب اور ملاقات دوڑی جیل کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سب کے داپس آئے سے آہستہ تھے۔ عجب نے
 حاذر کر تیار تھا کہ صحت ڈاکٹر ہے۔ انار راور قلعے۔ اس نے بڑھے۔ شہرے و میرا کر مار ڈالا ہے۔ علاقہ
 کرانہ۔ پیرا گیا تاکہ سب کو زخم نہ پھڑکے گا۔ وہ ان کی ملاقات سے داپس آئے گے ہے۔ رہا داپس
 لگت داپس تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد انور نے میں کو داپس آئے ہوئے دیکھا۔ صحت نے کہا:

نفاہ سبیل داپس آئے ہے کیا۔

عجب: اے۔ جیل راکھ ہے۔ میرا خیال ہے صحت سے اس کا منہ نہ نہیں ہو۔

صحت: یا صحت کو انور نے مار ڈالا۔

عجب: کیا کھلے صحت آسٹل سے مرے راہ نہیں ہے۔

جیل میں بہت قرب آگئے۔ وہ تیزی سے گھوڑاڑا جانے چھے آئے تھے۔ ملاقات نے کہا:

وہ کھلے صحت جگہ گیا ہو۔

صحت: وہ جیل کے آلا نہیں ہے۔ یہ کھلے ہے۔ جیل اس کا کہ پہنچا رہا نہ سکا ہو۔

صحت: یا صحت کی نہ ہو۔

عجب: آلا یہ جی ہو سکتا ہے۔

اب میں ان دونوں کے پاس آگئے۔

عجب: وہ حالت نہیں تھا؟

سید: حالت ہی تھا وہ۔

عجب: شاید یہاں کی۔

سید: نہیں میں نے اسے یاد کیا۔

عجب: کہ اس کی بڑی چیز تھی اسے جیسے نہیں یاد آ رہا۔

سید: یاد آ رہا ہے۔

سید: یاد آ رہا ہے۔

عجب: یاد کیا۔ اب غور میں یاد کیسے لے گا؟

سید: اور یہی کہتے تھے کہ وہی بہت کچھ ہے۔

انہوں نے پہلے اپنے میں یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: اور یہی کہتے تھے۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

سید: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

عجب: یاد کیا کہ اسے یاد آ رہا۔

شہر کی یہ عظمت عام ہو گئی۔ سب سے پہلے اس کی نیلہ داری مریضوں کے لیے۔

9

اچھے بیٹے ہی تھے کہ سہ تو والی اچھی۔ سو خنک یہی غریب لڑکی کو دیکھ کر۔ سسکاتی ہو کر کہے
مناظرہ ہو کر گیا۔

اسی طرح

سید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

انہی تہذیبوں اور مملکتوں کو کہا کہ جسے آواز ملے کہ یہاں احمد شاہ کو کراہیے دیں گے اسے فائدہ
میں نے پائی کہ کراہیہ یہ بات کہنے ہی ہے خوش ہو گئی۔

سلفا، عرب و دیگرہ کے، جس بیچوٹھی، احمد نے اس کے واقعے پر اندازہ کیا۔

۱۰ "افریقیوں کا یہ ہے کہ"

سید: اگر بیمار قبضہ جو اس وقت اس وقت نہ ہو۔

سقاؤ، معلوم نہیں کہ ہے لے جا رہی؟

سین کے ٹکڑے کر دیے۔
 کوٹھے کے اندر
 صلب نے ہاتھ مارا کہ
 کیا کر رہا ہے۔

سین: ایک عاب و دوشیزہ کی شادی کر رہا ہے۔
 صلب: اے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا
 ان کو یہ دوشیزہ ہے۔
 سین: معاف نہیں میری عادت ہے۔

صلب: اے اور سین نے مجھے دو سو ہزار روپے دیے۔ کہنے کے اندر اندر چلے گئے۔ صلب نے
 آزاد رہے ہوئے کہا
 کہاں ہو تم سدا؟

صدا: یہاں ہوں میں اللہ
 صلب: وہاں گیا۔ جس نے کہا کہ ایک لڑکی تیرا ہاتھ لے لے اور سدا اس کے پاس چلی ہے
 صلب نے فریاد
 کیا ہوا ہے اسے؟

صدا: اے تیرا بوجھ ہے غریب ایک ہے۔
 صلب: اچھا کیا تم نے اس کی تار داری شروع کر دی یہاں اس لڑکی کو نکلیت ہوگی۔ اسے اپنے خیمے میں
 لے چلو۔

صدا: اگرچہ تو اچھا نہ لگتا ہے کہ وہ وہاں نہیں چلی گئی۔
 صلب: تم اور سین سدا اسے لے کر چلو۔

صدا: نے دوشیزہ سے کہا
 آؤ کہہ دے ہر ایک کو کہ تم میں چلو۔ وہاں نہیں آکر رہے گا۔
 دوشیزہ: نہیں نکلیت ہوگی۔
 صلب: مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

صدا: نے سین سے کہا: آؤ میں ہر دم سدا سے کہ اسے لے چیں:

سین پہلے تو چلی گئی۔ لیکن پھر یہ لڑکا کہ وہ غیران کو پسند رہے سے نکلیت ہوگا اور ان کو اس سے کہا
 تو تیار ہو گئے۔

انور نے اس سدا سے کہا تھا: دوشیزہ نے صدا کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ یہ سدا ہر
 آئے اور والد سے چل کر خیمہ میں پہنچے۔ سدا تو اسے اپنے ہاتھ لے گئی۔ سین: میرے گئے صلب میرا دل
 کے پاس بیٹھا اس نے صلب سے کہا:

بہن! اس غریب کو کوئی تکلیف نہ ہونے دنا۔
 سدا: کوئی تکلیف نہ ہوگی نہیں۔ مگر کہنے کو کیا رہا ہے۔
 دوشیزہ: مجھے ہر ایک سے نفرت ہے

صلب: دھو دھو دھو دھو دھو دھو۔ یہاں وہ۔ یہاں وہ۔
 دوشیزہ: ایک لڑکی ہے۔ اس کا بوجھ ہے۔ کوٹھے کے نیچے دونوں ہتھوڑے۔ وہ وہ تھوڑے نیچے۔
 صلب: میں سین سے کہتا ہوں۔

صلب نے سین کا دھنسی کا پتہ بتا کر کہا
 خود وہ وہ لڑکی کو اپنے ہاتھ لے گا۔
 سین: لگے اور وہ وہ وہ لگے۔ صلب نے کہ ایک اور دوشیزہ کو چاہیے صلب نے کہا کہ وہ
 لگے۔ دوشیزہ کو بھی قند آگئی۔ صدا بھی سو گئی۔

صبح کو سین نے اٹھ کر نماز پڑھی۔ صلب: یہ سدا نے بھی نماز پڑھا ہے۔ صلب نے کہنے کے بعد خود
 دوشیزہ بھی مانگ لگی۔ صلب نے لگا کر کہنے کے بعد اسے اندر ہی نماز پڑھا لی اور کہیں اور پھر صلب کی نماز پڑھی۔
 صلب نے کہا:

اب اس لڑکی کا کیا ہو؟

صدا: اور سین دونوں خیمے کے باہر صلب کے پاس سے۔ سین نے کہا:

میں یہی میں وقت تک رہوں گا جب تک لڑکی کو اس کا سم نہ ہو۔

صدا: نہیں نہیں جانتی لی کہ کہہ لی نہ کہی گئی۔ اس نے صلب سے کہا:

مجھے دوشیزہ سے یہ تو جو چھو کہ وہ وہاں رہنا چاہتی ہے یا اسے ساتھ چھو گئے۔

دوشیزہ: لگا چھو سے باہر آگئی تھی۔ اس نے کہا:

نہیں۔ میں رہوں گا۔ میرے والد تیرے سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اب۔ اب نہیں ہے آؤ یا نہیں گئے

یہ نعلستان طائف کے درمیان ہے۔

سہل نہ کہا۔

میرا کہ اس نعل کے والد کا نہیں میں نہیں تھا بدشاہ۔

سہل: میں بھی مت کہہ گئی ہیں، کہ دور دنیا، اگر اپنے ہے۔

نعل: نعل زینت میں نعل اور نعل نہیں ہے۔ دور دور میں جا کر بھی مناسب ہے۔

دوسرے ہی منبر پر گئے۔



رفیدہ

(۱۰)

جب وہ نعل آیا اور سر سے لگا کر اس گجرو کے اوپر چڑھ کر نعل کی تاشی پر چل گئیں تو رباب و رفیدہ نے

پیر نعل کہا: "وہ کس نعل ملے گی جو گئی۔ میں اس کے پاس پہنچے۔ پرچھا:

"اب یہ نعل کس کے ہے تھاری؟"

دو نعلوں نے جواب دیا:

"میرا کا نعل ہے۔" اچھا ہے۔

سہل: یہ نعل ہے ابو طائف کہاں لگے ہیں؟

دو نعل: "اگر وہاں کی نعل لگ گئی ہے اس کا نعل لگے کہ نعل جو نعل ذوالجہاز کا سید تر ہے۔ وہ نعل

میرا کہ گجروں پر نعل لگ گئی ہے۔

سہل: لیکن تھارے ابو کو کیسے آجائیں گے، ماحولیت تو وہ ہے۔

دو نعل: "اے ان کا نعل بہت نیر و قدر ہے، طائف میں سے تھار ہی ہے، اگر وہاں کی نعل لگ گئی ہے تو

تو وہاں کی نعل میں لگا کر اوپر لگے۔

سہل: اگر تم اس نعل میں سے تھار، کر ڈو میں نہیں؟

دو نعل: "اے نعل، کہ میں اکثر نعل جانے ہوں۔"

سہل: چھاری صحبت کیسے نعل ہو گئی؟

دو نعل: "میری ہے وہ نعل ہے، لیکن تھار جو گئی تھی میرے پر وہ نہیں کی، وہ کہ نعل کی سونہار ہی ہیں۔"

وہاں تک کہ ہاتھ تھا۔ ایک ایک طرف فرما اور بڑے
"سید سید" کہہ کر

سید نے بھی اس پر ہنس دیا۔ وہی کہ گھنٹہ کے چمکے جو رات برسے کسی دن ہو گئے تھے
ہوئے تھے

نئی چیزیں

اعزازی جیسے کہ ان کا بڑا سداڑھ تھا۔ غریب تھا

تو بے رعبانہ داندھ جان ہو گئے ہو

سید: میں نے دیکھا کہ اس پر کھانا آتا ہے کہ جہاں کوئی نہ

عرب و شیر لانا کہ دیکھو تھا وہ صدر الزحری کی بیٹی تھی۔ اس وقت وہیں وہاں آگیا ماسے کا

"سید" میں نے نہیں پہچان لیا تھا

صدر الزحری: حضور! یہاں پہنچا ہوا کہ یہ اکثر غیبی اور کئی دینی حق میں خالصی فکر کروں سے نکل کر دیکھ کر

پان آگیا تھا اس غفلت ان کا ایک ایک نوز تھا جس کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ دیکھو اور میں نے

اس کی عظمت کو اس نے چٹکتا ہوا جس دے دیا اور مر گیا۔ ہم میں بہتے گئے رہا کہ شکر ہے کہ

اس نے میں ایک غفلت ہی ایک مارا۔ یہ کائنات ہے بڑا دیکھو تیار

رجو: اب اس میں بڑا بڑا ہے وہی کیونکہ ہم ہوتا ہے

صدر الزحری: میں نے تم کو ان خواب میں دیکھا کہ یہ بڑا ہو۔ تو ابھی چلی دن کو میں پہنچا اور اب اس

پا گیا ہیں۔

دیکھو: خدائے سید اور ان کی جی کو بھیج دیا۔ ان دونوں نے میری شری خدمت کر

صدر الزحری: اچھا تم نے سنا کہ میں ہے سید۔ خوب کیا

سید: اچھا

مجھ اور اس سے زیادہ کہہ گئے اس کے کہ دیکھو کے

ان کی میری ہمت حسین اور یکساں

س: گھر میری جی نہیں ہے

صدر الزحری: یہ کیا حد ہے!

دیکھو: یہ ہے سید کو دیکھا

سید نے کہا

"غیبہ کو غلامی" کہہ کر ہے سید اس غیبہ کو بچھڑے

صدر الزحری: غیبہ کو شکر ہے۔ سید نہیں ہی

سید: ان دنوں اور میں ایک ایک دیکھ گئے۔ میں دیکھتا ہوں غریب جاسا تھا

انہوں نے حضور کا کوئی غیبہ نہیں سنا تھا۔ عام تھا کہ اسے کا بھی جانی سارا۔ انہوں نے کہا:

ان دنوں دیکھنا ہے ہمارے ہمارے کے کہنے ہوئے تھے کہ میں کرنا دیکھ ہی

سید: مجھے میں بڑی خوشی ہوئی۔ کاش کہ میں اس کا کچھ نہ دیکھتا تو ہو گیا

صدر الزحری: اب ہو گیا۔ پتہ نہ رہا کہ ان کا دیکھنا کہ ان اور میں کی گھڑی ہیں۔ اس غیبہ میں کائنات کیا ہیں۔

صدر الزحری: دیکھو کہ میں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے ایک کمرہ دیکھا اور کہا کہ اس کے لیے صاحب

اور غفلت کی حد رت کر دے۔ غریب کی تازہ شدہ کہ سید نے کہا کہ یہ مشکل تازہ شدہ کر سگئے



مجھے اٹھے تو دیکھو کی طبیعت ان کی جگہ تھی۔ اس نے ہاتھ نہ تیار کیا۔ سب نے کہا کہ وہ سید سے غفلت

"اس کی کہنے کی گھر میں تو جو غفلت ہی گیا تو اس نے سید سے کہا

"تم نے مجھے جو غفلت میں کیوں متا کرنا"

سید: میں نے نہیں کیا۔ جب تم نے اسے میری چلتا یا تھا تو میں نے کہا کہ وہی بات کی زبردستی چاہی دیکھ

نہ ان پہنچا ہوا کہ یہ غفلت اس لیے کہ سید نے غیبہ کو غفلت میں متا کر دیا تھا

دیکھو: اب تم سید کے ساتھ جاؤ گے

سید: نہیں

دیکھو: یہ کچھ دیکھا کہ وہ شکر ہے اور حسین ملو رہی

سید: میں جاتا ہوں

اس روز میں یہ سب اسی غفلت ہی میں مشغول رہے۔ وہ سید کی سب سے اولیٰ حد الہی سے اجازت نہ

انہوں نے پنا کہ وہ چند دن اور تک جائیں گے سید نے بتایا کہ وہ اس کے ساتھ مشغول رہے تھے۔ ان کی

میں بعد پریشان ہو گیا۔ انہیں جو اس کے اس پہنچے۔ صدر الزحری نے ان سے دے دے

عجب کی عجب کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا:
عجب اب اجازت چاہو، میری ہوا انتظار کر رہی ہوگی۔

عجب: شریف! وہاں میری کون سی بات؟

سین: اگر آپ سہارا دے تو میرے ساتھ رہیں۔

عجب: اپنے ساتھ رہیں، مگر کیا عجب میں کسی کو نہ لے کر جاتا ہوں۔ اگر سہارا دے تو میرے ساتھ رہیں۔

سین: اپنے ساتھ لے کر جاتا ہوں۔

عجب: میں بہت مشکور ہوں، لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو کون سا کام ہے۔

سین: اگر کوئی کام ہے، تو میں اسے کرنے سے پہلے آپ کو بتا دوں گا۔

عجب: اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے، لیکن میں نے اس سے پہلے آپ کو بتا دیا ہے۔

سین: جلد رہے۔ آپ جی میل پر یا براہ راست میرے پاس آئے۔

عجب: میں آپ کی خدمت کو کہہ کر کہتا ہوں۔

سین: جلد رہے۔ میں آپ کی خدمت کو کہہ کر کہتا ہوں۔

عجب: جلد رہے۔ میں آپ کی خدمت کو کہہ کر کہتا ہوں۔

سین: جلد رہے۔ میں آپ کی خدمت کو کہہ کر کہتا ہوں۔



تاریخی واقعات

(۱)

عجب نے ایک عطا پر کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس
میں نے اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس
سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس
عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

سین: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

عجب: اس کے پاس کیا کہ اگر میری غفلت نہ تھیں تو میں نے اس کے لئے اس کے پاس

کوئی حق میرے سب سے نہیں آتا۔ میں نے اب چھوڑ کر کشش کا کرنا ہے۔ فیصلے صدقوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہیں۔ میری کشش کا گر ہو گئی۔ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ جیتا جا رہا ہے۔

[illegible]

ظہیر کا ارادہ عربیہ و رشتہ کسی کرنے آٹاں بیکہ میں نے اسے اہل انوار اس قدر دیکھا کہ وہ عربیہ پر چڑھ کر نہ رہ سکا، ہر گاہ کہ ہندو و غیر سے جنگ کیا تو اس کے لئے یہ مدد فرمائی میں کچھ دیر پر چٹائی، ابھی ہم یہ مدد فرما رہے تھے کہ ہم نے سنا کہ (حضرت) ابوبکر نے خلافت کو دینا کہ اسے یہ مطالبہ کر دیا ہے۔

اس خبر کو سن کر رات سے خفا کی بدول ہوئے گئے۔ مجھے ان کی بدولی پیر میں انصاف
آج میں نے انہیں بری خاص معنی کی۔ اس کی تائید ہو کر وہ مجھ کے نہیں بلکہ چارے سے متاثر
رہے اور انصاف سے یہ وعدہ کیا کہ اگر آپ کو ایک گناہ سے متاثر ہوئے گئے۔

طبعی فنکار نے اپنے فن کا اور اپنے فنکار کے مشہور و مضاف کے کنارے سے وسیع
میدان پر شہر بن چکا ہے۔ ہر تنبیہ الگ الگ مرکز میں ہے۔ ہم اسلامی فنکار کے آگے کا
تفصیل کرنے لگے۔

یہیں معلوم ہوا کہ خانہ تنبیہ کے کئی سببوں میں سے پہلے میں اور تنبیہ کے لوگوں کو تنبیہ دینے سے مدد تنبیہ کے کچھ لوگ آئے۔ انھوں نے بتایا کہ خانہ تنبیہ مسلمانوں کی حالت اور وہ اپنے کاموں یعنی جوئے کو کرنے لگے ہیں۔ مجھے

میرا اخصا پارہ میں نے انہیں ڈپٹی ایجنٹ میں بڑا دلچسپ اور حیران رہ جاؤں گا کہ میرے تئیں کے نام
 ڈی۔ ان لوگوں کے ساتھ چلے گئے۔ میری رہ گیارہ اس کا اثر میری کے ساتھ رہا بہت
 بڑا تھا۔

ابھار دینے میں نے دو مسلمان جاسوسوں کو گرفتار کیا۔ وہ چارے ملنگوں کی جبر
 لیے آئے تھے۔ ان جبر سے ایک کٹھن بچا جسے مجھے اور دوسرے آفیسر جن اٹرم علیہ
 نے ہی دینے کا فیصلہ کر دیا۔

انکے ارے جانے کا بیخودانہ کرب و غم نہ تھا، انہی راجے جیسے آج کے دونوں ملک
حق سہتہ ہو گئے۔ رعایت گھبرا کر لڑائی شروع ہوئی، حواریوں پر جو عیسائی گھسے، سرکھٹے کہ
اروں کا بیخودانہ جھگڑا کر گئے، دھرموں پر دھواؤں لگے، خون کی ہونے لگی، لاشیں دراز
کے آس پاس لٹ رہی تھیں، مٹی مٹی ہو رہی تھی۔

مجھے پڑھویشن تھا۔ میں مری ولیہ اور مرزا غنی سے لڑا اتحاد مسلمانوں سے
بادامی سے جنگ کر رہے تھے۔ بہادر شاہ مسلمانوں سے بہتر براہ گنگوٹیاوند سے
جوشنا کردا علیحدہ کشوری چون۔ اسیے سہری دگے۔ ابھی میں دیکھنے کے سوا اور کیا
جاء تھا۔ سنا کہ میں میں گیا اور وہاں سے اپنے عقیدہ پہنچا۔ مجھے ہزار فی قلم میں تمامہ نہیں
تھکا۔

ہرگز نہ تنہا رہے گا۔ گاہ سے داپس آ گیا تھا اس لیے کہ اسے کسی نے کوئی
تقریر دیکھا۔



اگر میں تو جی گئی اور خدا نے ان کا سامن کیا ہیں وہ ان کا خدا ہے یہ ہے
کہ میں تیرا رہ سے تیری بات نہ کیے جا رہی مگر جو تیرے میں ہے۔ میں نے اچھا نہیں کیا
لکھو بھلا خدا تجھے یا رکھتا ہے۔

14

جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان سے میری بھرپور ہمدردی رہی، انہیں انہیں بے دینا

بن خروں کو کسی رخصتوں کی بہت حد تک اپنے دین پر نقد ہے
 یہ ہی مسلمان ہو گئے حضرت ایک میں ہی بقدر بلکہ جو مسلمان نہ ہوں انھوں نے صحت و ثبات
 نے میرے گھر پر ڈاکو ڈاکو اور چند خوشی نہ ہوا تھے بلکہ انھوں نے ہوا گھر میں کر کے
 بیٹھ رہا۔

دن گزارتے رہے۔ یہاں ایک کہ کچھ ملے اس کو ہوا کہ مسلمانوں کو شہر میں نہ جانے
 میں اور اسلامی سلطنت میں بغیر ہو گئی ہے۔ ان باتوں سے مجھے اور میں اذیت ہوئی اور
 جو خیر و برکت امت احمدی میں کہ شاید کسی وقت مسلمانوں کا زور ٹوٹ جائے وہ بھی جانی جگا۔
 ایک دن میرے ایک دوست نے بنا کو جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے اور انھوں نے مسلمانوں
 کی مخالفت کی میں ان کی ناشی ہو رہی ہے۔ میں گھبرا گیا اور جلدی جلدی لیے سو کر تیزی کر کے
 ایک دن میں کو چکر لگایا۔ میں کسی جیسے کچھ میرا پانچاں تھا جہاں میں چلنے پھرنے ہوں۔
 میں ذرا تھکا ہوا تھا لیکن کوئی اس کی شک نہ لی جہاں جتا وہاں مسلمانوں کو جگہ۔ ان
 کے حاکموں کو دیکھتے اور ان کی فوج کو دیکھتا۔

مجھے خوف ہوا کہ میں گرفتار کر کے ان کے سخت مزاج غصے کے سامنے جی نہ کر
 رہا ہوں۔ چنانچہ میں مسلمانوں سے لڑا چکا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے زندہ قتل کر
 دے گا۔ میں کھانڈا اور آفریقین انھوں میں جا پہنچا۔ جہاں سے میں اور تو صلیب کی بدولت
 نکلے۔

میں مسلمان رہا ہے وہ دوسرا مسلمان جس کو میں نے قہر سے وعدہ کیا تھا۔ سید نے
 اس کو سزا دی۔



باب

(۱۳)

میں نے کہا: "قدر سے تعجب نے قیاس سے کہ غشی پر آکر کیا اور اسلام دشمنی نے نہیں نکلیں۔ اور
 از خروں میں جگا کر دیا۔"

ناب: یہ چھپے۔ مجھے اسلام سے اور مسلمانوں سے مت راہ تعجب ہے۔ میرا کیا تعجب تھا؟ چوں کہ اگرچہ
 تم نے میرا اور مسلمان کی جان بانی تھی۔ میں پانی نہ پانی اگر صوبہ میں نے پسلی مرتج نہیں نہ پڑتے بلکہ
 خود آکر کرنا تھا کہ قیاس نشو کر دیا ہوا گا۔
 بے ساختہ مسخرتے گا۔

"میرے قہر سے وہ الفاؤں سے بے حق ہو تم نے انہیں نہ پڑتے دیکھ کر کہے تھے اسی پر میں انہیں
 اسی وقت رخصت کر دیا جاتی تھی۔"

ناب: میں اس بات کو گواہ تھا۔ میں نے یہ یہ سوچا تو مجھے کیا نہ ملتا ہوا کہ میرے میرے ساتھ اس کا
 کہیں میرا امی کی جگہ اور میں تم سے ساتھ جاتا ہوں میں۔

سب: میرے خدائے سے تردد نہ کرنا کہ ان کھلی قہر کے ساتھ نہ کی گئی کہ میرے ساتھ ہوا تھا کہ قیاس مسلمانوں
 سے مت راہ نہ پڑتے۔ میں پریشان ہو گیا تھا۔ تم مجھے کھانی سے نکل نہیں کر سکتے تھے اور چکر لپٹے
 ارادہ کو کچھ بے حد پنا کے اس لیے صاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔

ناب: تم نے میرا یہی خدائے کہ کہ میں ایک دن اپنے باب کی کرتار چھو کر جو قہر کے تم سے خداد
 بقادر اور تم سے مجھے ہو گئے۔

کی بعض باتیں بیان کرتے رہتے تھے۔



یہ لوگ ایک دن اس مٹی میں پنا گئے جس میں میں بہت تھے، میرے مٹی سے ابھرا پنا خیر نسب کر لیا
 وہ شیعہ مشرک کعبہ سے مٹی میں نہیں گیا اس کا مٹی میں مٹی کے بت پرستوں کے حکم کے طور پر وہی
 میں تھا جو میرے کا کعبہ اس کا مٹی میں ہے نواح کے کعبہ کا کعبہ اسے جانتے تھے۔
 سید ان کے پچھلے پچھے ان کا کیا نہیں دیکھتے ہی دیکھنا ان کا کعبہ اس کے صبر پر ہدف کا ہدف لگا۔
 اس کا کیا کیا تھا۔ نوحان اور پر کا چھوٹی اس کی بڑی بڑی کھینچوٹی سے چلے گئے وہ وہ لوگوں کے
 ہمارا کعبہ اس کے سینے سے لگا کر لگا۔
 "اور یہ کعبہ خدا کا کعبہ ہے تم اچھے :
 سید نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا :
 کہو یہ خدا کا احسان ہے کہ میں تیرا مارے کر آیا ہوں و
 یہ خوشخبری سن کر آیا یہ کاچھو اور میں کھلا تھا۔ شمال رنگ بھر گیا اس نے کہا
 تو انھیں یہ خدا کا امت بنا احسان ہے۔

لبابہ : کیا حالت مل گيات ؟

سید : اللہ

لبابہ : کیسے وہ اس نے آؤ ؟

سید : یہ ایک راستان ہے عزت کے وقت سناؤں گا۔

لبابہ : سنا کر امان جان۔ مجھے یہ خیال ہی نہ آتا کہ تم سفر سے واپس آتے ہو۔

وہ ان کے سینے سے ایک ہٹ گئی۔ سید نے اپنا مختصر سامان رکھا۔ نہ ڈھو نہ دھوا۔ یہ اس
 عمر میں ہو گیا تھا تھا لے آئی۔ اگرچہ سید کو بھوک نہیں تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ اگر بابر کے کئے پڑاوی
 نہ کھاتا تو وہ سواوی کی بھوڑا کر دے گا۔ پوچھنے لگا :
 کیوں نہیں کھاتے ؟
 بھوک کیوں نہیں ہے ؟

سید : یہ اس کا حال اس کا حال ہے جو لوگ کھانا نہیں کھاتے
 مطلب : کیا کھانے سے عین داخلیت منت حرا ہے ؟

سید : جیسے شک۔ وہ جیسے ہو گئے۔ اسے مزاج اور غصہ و جھگڑا۔ جب تک وہ مکان میں رہتے ہیں وہ
 کعبہ نہ تو ان کے مزاج اور غصہ و غضب نے۔ لوگ آپ سے بات کرتے کرتے جاتے۔ مکان پرست پر
 اندوختی ہو کر گئی۔ کعبہ اس کے دماغ سے غائب ہوئے ہیں اس وقت سے کہ وہ
 کعبہ پرست ہو گئے۔ اگرچہ اس کا مٹی میں ہی اللہ عزت منہ خدا میں۔ کعبہ اس کے
 زیادہ ہے۔ اس کے اند میں ہر وقت ڈر رہتا ہے۔ اس کا وہ کائنات ملا ہے زیادہ ہے۔ ہر مکان
 ہر وقت فرشتے کو مکان کا ہائی نہیں کر سکتے۔ ارمان ہوتے ہی صبر میں پڑ جاتے ہیں۔
 اس کا کہہ جاتے ہیں۔ خدا اور خدا کے رسول علی اللہ علیہ السلام کے ان کا کعبہ نہیں کہتے ہیں۔ وہ بھر
 اور خدا پرست ہو گئے۔ ہر طرح کے دیکھو۔ قیصر ان کا آواز سے ان سے ڈرتے ہیں۔ ہر قسم کے
 کعبہ پرست مسلم بادشاہ کعبہ ان سے غافل ہوتے ہیں لیکن ان سے غافل کے اور حروف سے اس
 منصب مزاج اور ہمارا یہ۔ دیکھنا اور کعبہ درم غیبت میں ہر بار کی فرما دیتے ہیں۔ وہ علم سے خود
 کائنات دلتے ہیں۔

مطلب : میں نے بازار کا وہ میں ایک سربا نہیں دیکھا تو اس میں وہ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔

سید : اب بھی ڈرتے ہیں۔

مطلب : اب تم کہنا کہ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔

سید : اگرچہ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ ہر طرح کے آئے۔ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔

وہ دن انھوں نے وہی لگایا۔

اچھے دور وہ اس سے آگے جاتے تھے۔ کعبہ ان میں وہ خیر کے سینوں کے قریب ہے۔ کعبہ نے
 وہی کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ وہی کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ وہی کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ وہی کعبہ اس کا کعبہ ہے۔
 ہو چکے تھے۔

مطلب : اس بات کو کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ ہر طرح کے آئے۔ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔
 اسے ہر طرح کے آئے۔ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔ ہر طرح کے آئے۔ کعبہ اس کا کعبہ ہے۔
 ہو چکے تھے۔

سید نے میرے اشتداد کی بات فرمائی۔ مجھے نے کہیے نہیں کہ تھا۔ اللہ کسی کعبہ۔ اسلام

کھا تاک کھا کھا تھا؟

طبعیت کی ہے!

اور اس کا قہم کھنے جانے کتنے سوال کر ڈالے گی۔ اس سے انھوں نے حرکت نہ ہوتے ہوئے بھی کیا۔

کھانے سے مدد نہ ہو کر انھوں نے وہ سب زیورات نکلے جو مانت سے عام کے لئے اور باہر کے سنے جانے پر ڈال دیئے۔ اس نے سب سے پہلے اپنا اور اٹھایا۔ دیکھا اھ کا۔

”اُف۔۔۔ میں اُسکتا۔“

اب اس نے جو تیرہ لاکھ ڈالہ اور دوسرے زیور دیکھے اور کہا:

”یہ کہاں سے ہوئے تھے؟“

سین: یہ بھی مانت کے پاس سے ملے تھے۔

لیا نے طرف سے سب زیور چسپے۔ ان زیور لاکھ لاکھ سے اس کی موت جھلکانے لگی۔ احمد نے ہنسنے

سین سے کہا:

”کیوں بھائی جان۔۔۔ یہ جیسے ہے زیور؟“

سین: اولو دار، تھکر سے پہننے سے تو ایک کب و تاب دریا ہو گی۔

”تمہارا تھکر جو اب باب نے خرچے سے ہٹا کر کہا۔“

سین: میں پہننے لگے۔ دفعتاً باب نے وہ سب زیور اٹھوا لئے اور سین کو لپٹ بٹھاتے ہوئے کہا:

”میں معلوم کسی طرح کے کہ یہ زیور۔ انھیں میرے آپ سے کب لے گیا تھا۔“

سین: تم نے نہیں کہا۔ مجھے اس بات کا پہلے خیال نہیں ہوا۔ واقعہ یہ زیور ہیں اس مشکل کرنے کا نہیں ہے

مگر تو انھیں رکھ لے۔ اگر کسموخت نہ بند نہ ہو، جانا ہو گی تو میرا زمین حقارت فرما دے۔ حق کے سناٹے

زیورات کو چھٹی کر دیا گا۔

لیا نے زیورات اٹھ کر ایک بوتلی میں باضہ اور اندر کر ڈالی۔ احمد نے سین کے پاس بیٹھ کر کہا:

”اب سناؤ۔ مانت کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟“

سین نے بیان کرنا شروع کیا:

”میں مانت کا پاس میں دو اصر ہوا۔ مجھ نے ماں علی پر اٹھان کر ادا کر مانت کے قہقہہ میں اصر ہوا

جب ایک دست خلیق کے احمد سے اصر نہ لے کر اچھی نہ لگی۔

اس سے میرا خیال یہ تھا کہ مانت کبھی بات پہنچا دے۔ مگر وہ غلطی میں اگر میرے ساتھ پہنچا دے

دیکھ وہ بڑا لگا لگا تھا۔ جسے دور دور رہتے تھے۔ سزا لگا لگا گیا اور تیار سے میں یہ معلوم

ہو کر اڑا کہ میں اس کے پیچے ہوں۔ یہاں یہ وہ لیسوں کو چھوڑ کر جنگوں میں لنگر لگا۔

میں نے جنگوں میں اس کی خاص شہرت کی۔ ایک روز ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ رگبت اب انکم میں

داخل ہو گیا ہے۔ میں بھی غریب ہوتا تھا کہ رگبت ان انکم میں داخل ہو کر نکل آئے تھے۔ لیکن مجھے

غیرت تھی۔ بعد میں میں اس خدا کا تارکے کر گیا۔ اب ان میں گھس گیا۔

تقریباً پندرہ روز کے بعد ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ وہ میرے سناٹے سے گھنٹا دو اوٹ پر مانت

میں نے اس کے پیچے گھوڑا ڈال دیا۔ رگبت کی رگبت سے سناٹے میں علم ہوا کہ میں اس کا قہقہہ کر

رہا ہوں۔ اس وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ رگبت خدا نے مجھے کھایا کیا۔ میں نے اسے مار ڈالا

اور اس سے تمنا کر ادا ہو کر زیورات اس کے پاس سے سب لے آئے۔

لیا: بڑے غور سے سین کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا:

”تم سب سے پہلے تو میں اپنے اور لنگر کرنے لگی کہ میں بھی تم سے ساتھ کر لوں گی۔ جوں جوں

دن گزرتے گئے میری پریشان اور مگر بڑھتی گئی۔ مگر دوسرے تو میں بہت ہی پریشان رہنے لگی تھی۔ خدا ہزار

ہزار شکر اصر ہے کہ وہ قہقہہ خرچ نہ لے لیا۔“

سین: اہ۔۔۔ خدا کا احسان ہے۔ لیا: رگبت میں انکم میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔

لیا: وہ کیا بھائی جان؟

سین: ایک لڑکی رگبت میں دلی جا رہی تھی۔ اگر میں غولی ویرہ پہنچ تو یہ بھاری رگبت مانت

اس کے بعد سین نے سناٹا کا مطلب بتا کر سناٹا۔ لیکن کیسے انھوں نے اس رگبت میں نہرے رگبت دیکھے

اس سے نکالا۔ وہ اور اس کا باب ہائی کے لیے کیسے ترس رہے تھے۔ مگر سب حالت تھانے۔

لیا: بڑے غور سے سنتی رہی۔ اس نے کہا:

”مانت نے انھیں ان باب بیٹھ کے لیے رکھا تھا۔“

سین: اہ۔۔۔ خدا ہی نے کہا۔ لیا: اس لڑکی کا نام سناٹا ہے۔ بڑی حسین اور گھبرا ہے۔

لیا: وہ کہاں ہے وہ؟

سین: اسی سے باہر ہوتا ہے۔ کیا تم اسے دیکھو گی؟

لیا: ضرور۔

سین: اچھا۔۔۔ تو رات کا کھانا ان دونوں کے لیے بھی بنا کر دینا۔ میں جا کر آپ اور بیٹی دونوں کو پال

لے آؤں گا۔

لباب: اچھا۔

چنانچہ لباب نے اسی وقت سے دعوت کا انتظام شروع کر دیا۔



حسین سحرہ

(۱۴)

حسین نے غصہ سے کہہ دیا کہ رات کا کھانا تو کھانے لگا تھا مگر کھانا ہر گاہ اس کے منظر پر دیکھ کر میں صدمہ واپس آئے کہ تیار ہوئے تو سہاقت انہیں جس سے باہر ملے اس نے کہا،
”تم اپنی بہن کو یہاں نہیں لائے۔“

انہوں نے کہا:

”اس نے تمہاری دعوت لے لی ہے۔ تم لوہے کے اجازت سے لینا اور کچھ دنوں میں رہنا:
معاذ! میں ابھی اجازت لے لوں۔“

حسین کچھ سوچے گئے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد کہا:

”نہیں۔ تم لوہے کے اجازت نہ لینا۔ ان کے ساتھ ہی چلاؤ۔“

معاذ نے انہیں جوت سے دیکھ کر کہا:

”یہ کیا گھڑی میں کچھ اور گھڑی میں کچھ۔“

حسین: بات یہ ہے کہ تم سے ایوٹکی مناجا آ رہی ہے۔ نہ معلوم انہیں کیا خاک لگ رہی ہے۔

معاذ: اب ان کے جب شوک دفع ہو گئے ہیں۔

حسین: جب کوئی شک ایک دفعہ پیدا ہو جاتا ہے تو دفع ہونے پر دوبارہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ تمہارے ابو اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم دھڑلے آگے ملے میں صدمہ سے نہ بازو حسین پر اور ان کے

شک کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

ابوالمصنفین علیہ السلام اس واقعہ کو حکایت پر پیش ہوئے کہ
ابو انھوں نے خود سے غلبہ کو دیکھا اور سب سے غلبہ کو کر چکا
تھا کہ غلبہ سے سزا دینا یہ غلبہ ظالموں میں ہے

سیدنا جی ہاں۔

خالد: بڑی بات کہ اتنا ہے۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا کوئی اور مسلمان ایک بکرہ کا جو کہتے ہیں۔
سیدنا: یہ میں نے سب سے پہلے میں لکھ لکھ گئے تھے۔ میں نہیں بتاؤں گے کہ یہ مسلمانوں میں ہے۔
خالد: اگر تم نے انہیں پتہ ہو ہی ہے تو تمام مسلمانوں سے پتا دینا ہے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین سے بھی
پتا دینا ہے۔ اب اس کے لئے کوئی خط لکھ لیں گے۔
خالد بن العاص اور ابی کے ساتھ ساتھ اس کے چلے گئے۔ غلبہ نے کہا:
"کیا یہ صحیح ہے کہ تم سے بتا رہے تھے تمام مسلمانوں نے اتنا ہے۔ اور اس نے اور حکومت
سے بھی پتا دینا ہو ہی ہے۔"

سیدنا: یہ سب ہے۔ اگر تمہیں کسی مسلمان کا کوئی نام مل پتا دے دو تا تو سب ہی کی طرف سے پتا دہا ہو جاتا۔
غلبہ نے یہ بات کہہ کر کہہ دی۔ "پتا دینا پتا دینا ہے۔ یہ مسلمان کا نام میں اسکا سے اور غلبہ ابی ہوں۔
سیدنا: یہ بات جلد عقیدہ کی خدمت میں سامنے ہوتے دلا ہوں۔ میرے ساتھ ہیں۔
اب مسلمانوں کو ان کی نہایت اچھی دشمنی میں پہنچ کر ان کی خدمت میں لکھا کہ تمہیں اس پر ضروری رنگ کی قبض
میں ہونا چاہیے۔ اس پر ان کی رنگ کی دھڑکتی تھی۔ دھڑکتی رنگ کا دور پڑھنا۔ اس دور پڑھنے کے پورے
جو اس کے سر پر تھا، چاندی کے سستارے لگے ہوئے تھے۔ سستاروں کا صحیح چکر لگا ہوا سر پر تھا،
روال بدلتا رہا تھا۔

اسکے پاس سے سارا دل نے اور روال نے اس کے کسی کو پتا دینا نہ کہہ سکتے تھے۔ اس کی صورت
بگڑنے لگی تھی۔ بڑی بڑی جبین آنکھوں میں معصومیت، اسی طرح سرخ رنگ لگی ہوئی تھی۔
سعد نے سید سے کہا: "پتہ دینا۔"

سیدنا: کیا ہے غلبہ؟ جو کہ تمہیں ظاہر بات معلوم نہیں ہے۔ اسکا کہنے پر وہ کلمہ دیا ہے۔ مسلمان
میں نہیں ہیں، یہ پتہ غلبہ کو مل گیا کہ ان کے گھروں میں یہ چار روٹھو گئے ہیں۔
سعد نے غلبہ کی طرف دیکھا۔

غلبہ: حقیقت یہ ہے کہ وہاں میں انھوں نے کہا ہے انہی مسلمان کے سب کچھ بدل دیا ہے۔ خدا بدل دیے۔

یہ سب بدل دیا۔ عاقبت بدل دیا۔ فرض پر چڑھ کر وہاں غلبہ پہنچا اور وہاں چڑھا۔
سعد نے پتا دینا دیا۔

سیدنا اور وہاں پہلے یہاں پہنچے۔ یہاں نے سستاروں کا احتیاط کیا۔ جب سستارے چاروں طرف
پورے ہوئے، اس کے جس کا سر اور گردن کا خوشبودار لگا۔ کچھ وقت کے بعد اس نے کہا:
"ابو اس تم کو ضروری ہو رہا ہے۔ جلد پتا دینا۔ تم کہتے تھے کہ یہ سب سب ہے۔ یہ سب سب
سعد نے کہا: "ہاں۔"

خالد: کے گھسٹے۔ سب کے سب سستارے پر پتا دینا۔
"ابو اس سستارے سے پتہ دینا۔ اس کے پتہ دینا پتہ دینا ہو گیا ہے۔ یہاں سے پتا دینا۔
یہاں۔ اب دیکھو کہ یہ سب کچھ اس کے دیکھنے کا خیال تو ہو رہی ہے۔
سعد نے کہا:

ابو اس تم پتہ دینا کہ میں ہوں۔

نید نے شرفی سے کہا:

غلبہ: اس کا پتا دینا کہ اس سستارے کا میں پتا دینا ہو گیا ہے۔ پتا دینا۔
سعد نے شرفی سے کہا: "ہاں۔"

دوسری بات کہنے میں۔ یہ وہاں سے پتہ دینا۔ یہاں سے پتہ دینا۔ یہاں سے پتہ دینا۔
جانی تم اس کا نام بھی بتا کر دی تھے۔ سستارے لکھا، اس نے میں اس کا پتا دینا پتا دینا۔ اس
نے گواہی دینا۔
رات کو سید سے کہنے لگے۔

سیدنا اور غلبہ نے ایک بکرہ لکھا، اور سستارے اور پتا دینا۔ کچھ بات کہنے سے
اور سستارے کو سید سے کہنے پر پہنچا۔
واپس گئے تو پتا دینا سے سید سے کہا:

نہایت ہی بڑی ہولی ہوئی ہے۔

سید نے پتہ دینا۔

میں سے پتا دینا۔

دوسرے روز سید نے وہی ختمہ چلنے لکھا کہ وہاں۔ یہاں سے پتا دینا پتا دینا۔

کا زیارت کرنا چاہتی تھی۔ اسے بڑا خوش ہوئی۔

چند روز میں تیار ہو گئی۔ پھر ایک روز سہل نے کٹاؤ تھا پر سہانہ دیکھا۔ ایک اونٹ پر
تھی کہ اس گل میں بیٹھ کر سہل کو سوار کیا۔ خود سہل اور صلب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور یہ مختصر فاصلہ
دریغ سمندر دانا ہوا۔



حُورِ عربِ اغوشِ اسلام میں!

(۱۵)

سہل صلب ابابہ اور سہل قادیانہ کا سفر ہے تھے۔ ان کے ساتھ سہل ایک حُورِ عرب کا
غلام تھا۔ دریاں میں کھینچ کر اس کے روتے اندر کی جانب کر لے جاتے تھے۔ ایک سہل کا نام تھا
اور دوسرا مردانہ۔ زمانہ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ حُوریں اور مردانہ میں صلب اور سہل۔ اوٹ اور گھوڑے
کے ان کران کے سایہ میں کھڑے کیے جاتے۔

انہیں کتے صلب سے ہرگز بدستور مانا جاتا

صلب چاہتا تھا کہ اسے کتے کے لٹکے ماروں لیکن سہل اور ابابہ کو یہ بات منظور نہیں تھی۔ وہ غلام کا
طوائف کرنا چاہتے تھے۔ ان کے دونوں میں خدا کے گھر کی زیارت کا اشتیاق بہت زیادہ تھا جس کی بنا پر خدا نے
بزرگ دہرے کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا۔ پھر جب سید بنے خدا کے اس گھر کو نقصان
پہنچا، انھوں نے قیدی رہنے کے معزز لوگوں نے اسے دوبارہ قید کیا تھا اور غلام کو دم حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے صلب اور کو اس کی جگہ پر رکھا۔

چنانچہ سہل نے حدت صلب کو دیکھ کر دو غلام کھینچ کر بارگاہ کے بغیر لے گئے تھے۔ پھر صلب
سہل ان کے ساتھ ہوا۔

وہ ایک مرتبہ پیسے میں کہ صلب آج کا تھا۔ اس وقت جبکہ خدا کے گھر میں ۳۶۰ ہت تھے اور صلب سے سنا
بن جس کا نام سہل تھا، خدا کے گھر کی صحت پر رکھا جاتا تھا۔ اس زمانہ یعنی ۱۰۰۰ ہجرت میں کہ میں خدا کی زیارت کے
لیے بڑا زبردست آج کا ہوتا تھا۔ صلب کے گھر کو گھر سے لوگ جوتہ درجوں کو گئے تھے۔ جن کی زیارت

عبادت ہونے کی توجہ ہونے کا کافی ہے جس کے لئے (جو ہمارے لئے ہے) ہر چیز پر اس کو جاتا ہے۔ جو تہا ہے جس کی تہا میں کوئی شریک نہیں ہے۔ جس نے انسان کو علم دیا عقل دیا اور اسے اشرف المخلوقات بنایا۔

عجب کے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا ہے حاضر اس کی زبان سے نکلا:

”کفریت گیا۔ کافر مصلی ہو گئے۔ اسلام کا سچا پیو ہے۔“

میں نے کہا:

”تمہارے دل نے سچ کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کاپی میں ارشاد فرمایا:

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزُحِرَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“

آئے ہی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق کو آوا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک

باطل شہری راہ تھا۔“

میں نے میرے سہیل کو دیکھ کر کہا:

”خدا نے جیسا فرمایا ہے۔“

میں نے جواب دیا:

”اللہ! خدا نے جیسا فرمایا ہے۔“

عجب! اور پچھرا ہی چند سال ہوئے جب میں کہہ رہا تھا تو اسی خانہ کعبہ میں تیس سو سالہ شہر کے تھے یہ

جنت پرستی کا مرکز تھا یہاں پر ستر سو سال کا رشتہ تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں سے بت مشاویہ

بائیں کے اور بت پرستی ختم ہو جائے گی۔ لیکن اب یہاں ایک جہت بت باقی نہیں رہا۔ ایک بت پرست

بھی نظر نہیں آتا۔ اگر اسلام خدا کا سچا مذہب نہ ہو تو اگر خدا نہ ہو تو بت پرستی ہی خدا ہوتے تو خدا سے

بزرگ بت نہ ہلائے جاتے۔ یہ شک بت پرستی باطل تھی حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ مجھے افسوس ہے

کہ میں حق کی حقیت سے اب تک غرا کر رہا۔ یہ طریقہ امتیاز کر رہا کہ میں بھی اسی پتھر میں خدایاں

میں کا رہ چکے۔ انھوں نے کہا:

”خدا نے قیام اپنی ملت پہنچا دی ہے تم کو۔“

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے لئے احمد نہیں ہے اور میں

گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

عجب نے کون شہادت پڑھا۔ احمد نے کہا: ”یہاں میں مسلمان ہو گیا؟“

میں: ”اب تم مسلمان ہو گئے۔ عاری دنیا کے کاموں کے کاغذ پر گئے۔“

عجب: ”کس خدا کا نام لیتا ہے مسلمان ہونے کا۔ جیسا کہ اللہ کے بندوں کی تہا پرستی کا جو بر توہانہ

ہو چکے ہیں مسلمان ہو گئی ہوں لیکن مجھے امتیاز ہے تو جس پر جب وہ جہت ہے۔“

سلفہ: ”ابو! میں اسلام کو پہلے ہی سے جانتا رہا۔ گنتی ہوں۔ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ میں بھی مسلمان ہوتی ہوں۔“

پتا پتہ سہلہ بھی کر رہا کہ مسلمان ہو گئی۔ ان دونوں کے مسلمان ہونے سے سہلہ زیادہ کر رہی تھی۔



عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد الوہاب :

”اچھا تم چلو میں ریف کو لے کر رہیں آ رہا ہوں۔“

سبیلِ دولت و رفائی کے ساتھ ساتھ بچے آئے۔ ساتھ ہی دولت سے کچھ بچ چاہی ہی ہو گئی۔ لایا یہ
 سنے پوچھا کہ کیا بات ہےں تو چہ؟ فقر و غنا کی جو گئیں۔ اس نے کہا: وہ اور کہہ دیا کہ کوئی خاص بات ہے۔
 ہے۔ کہ۔ خاص تر ہو گئی۔

فوتور کی دوسری جڑ عبد الرحمن اور رفیعہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ یہیں سے رفیعہ کا نکاح کریمؐ کے والد ابی طالب سے ہوا۔

عمر کی نواز پر شکر کہ یہ پہلے کے درخت کے ساتھ میں چٹکی خیر نہ بنیہ کے طور پر انھوں سے
رسد کو دیکھ کر ہارے گا۔

”جہاں اس طرح کو کہ سزا مئی ہے جو بغیر غصے کے کسی کو اپنا شیئر کہنے لے۔“

سفر شریعت و شریعت سے کٹ جی۔

2000

آج تو یہ ہے کہ اسی مرد کے پہلے سے باندھ دیا جائے جس سے وہ غور کرنے لگی۔ گر کوئی

میں نے اسے دیکھا تھا۔

لیڈر جیسی اس شخص کو

یہ اسکا ہی تو بیٹھی ہے۔ رفیدہ نے سہارا کی طرف اشارہ کیا۔

لیا۔ نے مصنوعی حیرت رکھا:

تجلی - در لفظ کائنات

مفتی دین محمد علی صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی:

”تو بے ایمان ہے۔“

یہاں نے حیرت بھرا غمخواروں سے ساتھ گزری کی جو غم و حیا سے کچھ جا رہی تھی۔ بدلتے درختوں

— 22 —

مذہب و ملت کی برتری

انہی کے لیے باتیں کرتی ہیں۔

باب نے سہلہ کا شعری انتمین لے کر اس کا چاند مہر وادیر کرتے ہوئے کہا:

”کیا! جاننا ہے کہ میں بھی کہنے لگوں۔“

سید اور بھی تسلی فرمادے کہ:

انعاموں کی نعمتیں دیکھیں۔ اجازت ہے۔ یہاں کوئی عیب نہ

دور سے قلمبند کیا اور سزا دی اور بھی سزا گئی۔



مطلب: بسوں لکھی کہ نشانہ نہ جانتے ہو۔ وہ ان کا تہذیب و معاشرت اور ان کا کمال کا تعجب کرتے ہو۔ وہ ان کی سچائی اور ہمہ گیر

14

مگر اب میں کسی بات کا خیال نہ کر رہا گا۔ ایک تازہ دہشت گرد ہمارے پاس نکلتا تو نہیں تھا۔ خدا نے

وہاں سے نکال دیا۔

زیادہ : میں کی کوئی تیس جاتہ غایت صالح لڑا کہ ہے۔ تو بصورت اور ہاتھ اعلان ہے۔ وہ کوئی کرم و صفت کے خلاف میں کیا تھا؟

علیہ : آؤ میری قیادت لگاؤ چیلر راستہ میں سب کو باندھوں گا۔

زیادہ : ان کے ساتھ میں پڑے۔ علیہ نے۔ نہیں تیار کیا کہ صاف۔ میں کی میں کار چھین کر لے گیا تھا۔ وہاں کسی کو بھی چھین پڑا کہ صاف ان کے خلاف سے رشتہ بنائی ظلم میں جا بھڑا۔ وہ بھی دیکھے ہی؟ چنانچہ ہم جیسے زبردست رہے تھے۔ اس نے میری اور سٹاک کی جہاں بچا کر اس کا صاف سے تباہ ہو گیا۔ اس نے اسے اور ڈال کر اس سے اور بھر لیا۔

میں نے صاف سے صاف کر دیا تھا۔ اسے حیرت بھرے لیے میں کی۔

علیہ : ہاں۔

زیادہ : بڑا کام کیا اس نے۔ بڑا بار آور شہر لے ہے۔ صاف نے قمار سے جی توڑا کہ لڑا تھا۔

علیہ : اب۔ کم سخت تھی تھی چیز میں لے گیا تھا۔ اس نے میری سوجی گ میں لڑا کہ ڈال تھا اور دیکھے اس کا مقابلہ کر کے ان میں نہیں ہوئی تھی۔

زیادہ : وہ فائدہ بڑا سنگ اور خلع۔ لے کر توڑی جیت۔ ہوں۔ میں کر رہا تھا۔ اسے اور ڈال۔

علیہ : لے کر بھی ٹھپ ہوا تھا۔ میں نے دلی دلی میں میں کو بڑا دادی تھی مگر اس وقت میں ان کی حالت سے ہو گیا ان میں سنا تھا۔

زیادہ : بنگالی کی؟

علیہ : میرے دوست۔ میں دیکھتا تھا۔ ظلم میں پہنچ کر کچھ میں ہو گیا۔ پاؤں ختم ہو گیا۔ پاس سے ہوں پر جان اکٹھا۔ سہارہ روڑہ میں لاش کو لے آیا کرتی تھی۔ ایک روز جب وہ گئی تو ریت نے اس پر ٹھکر کر دیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

اتفاق سے میں آگئے۔ انہوں نے اسے بچا۔ میں بھٹائی کو میں فرات میں مسلمانوں کا دشمن ہوں وہی طرح مسلمان غیر مسلموں کے دشمن ہوں گے۔ میں کو بھی بھر سے عادت ہو گئی۔

زیادہ : تلخ لہو کی کر کے کہا۔

اتفاق کے مسلمان کسی سے عادت نہیں رکھتا۔

علیہ : اس کا تجربہ لے کر بد میں برا۔ اس وقت میرے دل وہاں میں یہ خیال تھا کہ سٹاک کی خوبصورتی سے متاثر

ہو کر ہمارا دل کھلے۔ میں ان سے مدد مان رہا تھا اور یہ مدد مان اس وقت کبھی نہ ہی دے سکے۔ دیکھتے ہی انہوں نے لکھ نہیں دے۔ اور ایک غصہ تھا میں میں لگی کے کھان نہیں ہو گئے۔

زیادہ : یہ کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

علیہ : میں ان میں ٹھیک۔ اور یاد آ گیا۔ وہ صبح کے زری رشتہ دانتے۔ ایسے ہی ٹھیک سے اس کو کہہ کر کہہ کر چلے گئے تھے۔ ان کے بھی ایک لڑکا تھا۔ بھلا تھا اس کا۔

وہ اس کا نام سوچتے تھے۔ میں نے کہا۔

اس لڑکی کا نام رقیہ ہے۔

زیادہ : بچا کہ آپ نے۔ رقیہ، یہی تھا اس لڑکی کا نام مسلمانوں کو نہیں دیتے علیہ۔ مسلمانوں پر جس کا بارو کم ہی چلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع نے ظلم اور توں اور لڑکوں کو دیکھے کہ وہ خلع کی ہے۔ کوئی ظلم لڑکی کتنی ہی جبین ہو رہا تھا اس سے اس خلع سے نہیں دیکھا کہ اس سے خلع کی بفرمان ہو گئی اور یہ مسلمان کو کسی طرح گوارا نہیں کہ وہ خدا کی آواز کریں۔ اس لیے ان پر جس کا بارو نہیں چلتا اور وہ خلع نے عفت کے حال میں لڑکوں نہیں ہوئے۔

علیہ : یہ تم نے بچا کہا۔ میں نے صاف سے ایسا ہی کہا تھا۔

زیادہ : غدار کی بنگالی بھائی۔ میں انہوں کے جو کچھ میں سنا کرتے۔

میں اس کو صاف جو تک نہ رہے۔ ان کے خواب و خیال میں میں نہیں کی تھا کہ میں کا رشتہ سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے لڑا کہ کائنات دیکھا کہ کسی اور طرف دیکھا ہے۔

علیہ : کل میں یہ بات لکھ کر لگی مائیں کہ ہے جیسا ہی ہو گی۔ کوئی برتاؤ کر سکتا ہے سب میں کوئی خاص مشن نہ ہو گیا۔ انہوں نے بچا۔

”تم نے یہ نہیں دیکھے کہ لڑا“

زیادہ : اس لیے کہ مسلمان کا حکم پر اپنے جی کی رشتوں سے مدد مان کر سہا کرتے ہیں۔ رقیہ ان کے دوست کے بچا کی رشتہ ہے۔ میں میں کیا؟

علیہ : وہ چار سے سا تھا میری۔

زیادہ : میں سمجھاں سے ملتا چاہتا ہوں۔ اپنے دل میں میں ہو گیا۔

علیہ : ہم دیکھتا تھا۔ چار ہے میں۔ میں کا ارادہ تھا کہ بے ایران جانے کہ ہے۔ میں میں چار ہوں۔

زیادہ : اور میں میں چار ہوں پر جانے کے ارادہ سے ہی آیا ہوں۔

یہ دونوں باتیں کرتے ہوئے صبر کے رنگ پر پہنچے۔ یہیں اس کی سٹھ تھی۔ زیادہ کر کے کہہ دینے
زیادہ سے انہیں مل گیا اور انھوں نے ملکا لگا جواب دیا۔

(روا ہے تھا)

تسلیم و سار تھا۔ تم توڑ رہے جاؤ ہو گئے جو

عجب اُس کے ... رہے گئے۔

سہل سے کہا

تھا کہ کہنے کے بعد جا رہی ہیں۔

نہا۔ تم نہا۔ یہ تم کو اس جگہ سے بھی جلد کے راز سے آج ہیں۔

صبر: بڑی خوشی ہوئی ہے میں کو۔

ا۔ سے۔ میں کو خوشی ہوئی۔ شہ رستم کی۔ جلد کے سب تھا کہ وہاں پر طاقت ہے اس کی گرفتار
کا حکم ملان پر گیا ہے۔

صبر: میں نے تم سے کہا ہے۔ وہاں فانی۔ جس نے اس کے لعل کے عذاب کے فرشتوں کے حوالے کر دیا
دیا۔ بس تو یہ ہے۔

ا۔ کہتے۔ جانتے تھے کہ وہاں اور یہ۔ دونوں باہر مل آئے۔ دونوں سے خدائیں رہ رہ کر
دیکھ کر وہ ٹھٹھکیں رہ رہ کر کے اندر جا گئے۔

(روا ہے تھا)

کہ یہ لکھنا۔ نہا رہی ہیں جا رہی ہیں۔

سہل سے فرمایا۔

نہاں۔

نہا سے کہا

آؤ وہی عجب کہ میں تم سے ملتا ہوں۔

سہل سے کہا

نہا۔ آؤ نہاں رہ رہ رہے۔

نہا۔ آؤ نہاں رہ رہ رہے۔

اس وقت صبر آج گئے۔ انھوں نے زیادہ غور سے یہ تھا۔ وہاں کے پاس اگر بیٹھ گئے۔ دونوں

دو ایک باتیں کرتے رہے۔

بہت دیر بعد نہاں دیکھ کر چلے گئے اور دوسرے دن نہاں کے ان کے پاس آ گئے۔ ان کا نام تھا
نہاں نہاں تھا۔

ان کے کہنے کے دوسرے دن اس کا نام نے مدبر منورہ کی طرف کو چا کیا۔ کچی اور دواں بھی۔ جس کے دونوں
جہاز نہاں تھا۔ ان کے ساتھ جو رہے۔



انہوں نے اعراسمیرا ایک بہاؤ فیض چنا۔

حضرت عمرؓ کی اعلیٰ ثابت دل و ہمت بزرگ جوانی تھی۔ حضورؐ نے سفر فتح کیا۔ جس کے لئے ان کے بیٹے عبداللہؓ نے ایک شخص کو ایسے جوڑا دیا۔

مطرب نے محبت فرمواں

آپ نے عبداللہ اور اہل کسے باب قرآن العالی کو بے باور مغرور کے ہاتھ سے عبداللہ کو کوڑے لگائے
مگر قرآن العالی دیکھتے رہے۔ وہ مارا نہ سکے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس طرح کے دور میں جو سے پیدا ہو گا وہ دنیا پر عملی تبدیلی کا کام لے گا اور دنیا کو
توڑ کر بنائے گا۔ لیکن ان فلسفہ اسلام کا گارنٹ کیمرہ بننا چاہتے تھے جو کشتی رسوا کر کے ۳ ملین روپے
کے راز رکھے۔

جیسا کہ در ذیل ہے۔

جی کے ساتھ فیصلہ نے ان کو بڑے پاکیزہ فرزند کیا۔ وہ والد سے قطع کر دینے سزاوار نہیں ہے۔ انھوں نے
 سفید پوش مسلمانوں اور انھار پوش مسلم خواتین کو رستے دیکھ کر اچھا طریقہ پر دین سزاوار نہیں ہے۔ انھوں نے
 رہتے تھے اسی لیے اس واقعہ کو کچھ مسلمان سچتر نہیں ہے بلکہ وہ کاندھلویوں سے خیر و بد امتیاز پر چھٹے اپنی
 خود بدنامی کے لیے نہیں کرتے۔ اعز و باریات سلام کرتے اور ان کے شوق دہنے۔

C

[illegible]

انہیں خیلا آیا کہ وہ جیسے خدا پرست تھے اس قدر عیسویوں کو کہہ سکے کہ تم جو خدا کے بند ہو
ہو اپنے لیے دنیا میں آئے تھے جنوں نے اسلام کی خاطر جیسا کہ بڑے عقیدت پر داشت کی اور حواسِ
دماغ سے دھماکے، خدا کے اکثر نبیوں کو خدا کے ساتھ جہانِ کریم میں رمان کا کام تم کے خدا کے پاس
تشریف لے گئے۔

آنحضرت نے دعا کی کہ تم کو یہ نبی اور رسول پر خدا کے نیک بندے اور خدا کے پیغمبر بنے۔

اگر پردہ پوشی کی بجائے جھوٹا آپ پردہ پوشی پر مبنی حقیقت کے روز و رات کی شناخت کریں گے
 وہ ہمارے سے نکل آئے۔ اور اپنی تمام گاہ پر آگے راہ نمود نے امیر المومنین حضرت قرظہؑ کی حقیقت
 آشکار ہو چکی وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھتے تھے اور حضرت قرظہؑ کی وفات تک پڑھتے تھے اور یہ وہی
 مسجد بنی حنیہؑ کی زیارت کی جاتی تھی۔

انھوں نے پھر بڑا مصنف بن کر اپنے کلمات کی اور دوسرے سینکڑوں لوگوں کے دل کو جلا دیا۔ سب ایک ہی بات کہتے تھے کہ کس بلکائی فرق اور امتیاز نہ تھا۔

○

ایک روز جیل اس دوران سے بچ کر صحت سے جوڑ کر صحت سے دوا اور المیہ کے ساتھ پیش کر دیا اور ان کے متعلق مسئلہ بھیجیں۔ جیل اور ناو میں ملتا ہے۔

یہ کامیابی تھی۔ آج کل کے دور میں یہ کامیابی ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کامیابی ہی کہہ سکتے ہیں۔

جب وہ مسجد بنی، پہنچے تو اس المومنین صلیب کو نہ دیکھ سکیں، کیونکہ اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے جاکر
 سب کو بلایا اور ان کے سامنے لے آئے۔ اس وقت وہ جو قیامت مینے تھے اس کی جگہ پر پہنچ گئے۔
 وہ بڑھاپہ کا بڑا ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو وہ علم اکثر یاد نہ تھے۔ کبھی کہتے تھے: ہر منظر کو ان
 نے پہنچا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو وہ علم اکثر یاد نہ تھے۔ ہر بات میں حضور کا ہوتا تھا کہ تھے۔

میل سے نذریات کا نام اور زمین کے علاقے میں کیے اور زمین کیا
 "میں نے حضرت کو کہہ دیا کہ اس کے پاس سے یہ زمیں نکالے گی کہ اس سے کیا ہے؟"

انہی میں کوئی ایسا ہے جس کا ہر مرتبہ سے ایک ہر نیکو کہ حضرت قرآن نے فرمادیا کہ کیا اور دوسرے
نورانیہ دیکھو اور فرماؤ:

منابت تھی تو کوئی تہ نہ ہو۔ قابلِ قرب ہے وہ خواجہ محمد کے مسکنوں کو اس قدر قربت پہنچائی کہ
وہ دولت کا کوئی اصرار ہی نہ کیا۔ وہ پستے کو سونے میں نہ پکھڑا کر کے مسکن دیا جسے ہی جہنم میں
آگسٹ رکھ دیتے ہو۔

مستند ہے۔ چکہ عقد زورات کے متعلق شہناک صاحب میں غلط فہم اور غلط فہم کے خلاف میں نے مضمون طبع کیا ہے۔ اگر

دکھائی دیا کہ ایک کے درمیان میں جانیں تو ان کے جانے کو دے جائیں۔ اگر کوئی ایک یا دو تہ پیدائش ہوں تو
بیت المال میں پاش کر دے جائیں اور ان کی قیمت عداوت اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دے جائیں۔
زیادہ نے کہا:

امیر المومنینؑ ان زیورات کے ایک صلب خان ہیں جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔

صلب نے حیرت سے صلب کا ثروت دیکھا۔

امیر المومنینؑ نے صلب سے پوچھا:

کیا یہ زیورات تمہارے ہیں؟

صلب نے جواب دیا:

”جہاں وہ صامت ڈاکو ڈال کر لے گیا تھا۔“

صلب نے پوچھا:

”مگر تم نے پہلے ہی جہ سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ زیورات تمہارے ہیں؟“

صلب نے کہا:

”میں اس سے نہیں کہہ سکا تھا کہ اسی وقت میں غیر مسلم تھا اور کوئی میرا گواہ نہیں تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ
شاید تم کو کہہ دیتا ہے مجھے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا۔ اب میں مسلمان ہو گیا ہوں اور ایک ایسا مسلمان گواہ بھی
موجود ہے جس نے یہ زیورات میرے پاس دیکھے تھے اور انہیں دیکھتے ہی جس نے چھاپن دیا۔“

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

”زیادہ کی شہادت سے یہ تصدیق ہو گئی کہ ان زیورات کے مالک تم ہو۔ مسند زبیر تمہارے حوالے کیے
جاتے ہیں لیکن تمہارے متعلق تو سننا کہ تم بڑے رئیس اور منادی ہو۔ اسلام آؤ اور مسلمانوں سے عداوت نہ رکھتے
جو۔ تم کس طرح مسلمان ہوئے؟“

صلب نے جواب دیا:

”یہ سچ ہے مگر مجھے صلب کے اخلاق اور انہار نے اسلام کی طرف راغب کیا۔“

پھر انہوں نے پانا تھا آکا امیر المومنینؑ سے کہ سنایا سب حال سننے کے بعد کہ

”اب میں کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کو بات کرتے دیکھ کر پہلے اختیار مسلمان ہو گیا۔“

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

”حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلب کا ہم تسلیم نہیں کرتے۔ شفیق تھے۔ سب کے ساتھ خلق و درون سے

پیش کرتے تھے۔ خدا کے بندوں پر شفقت کرتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی عینی اور شفقت پر مبنی ہے۔ میں نہیں
جدا کیا دیتا ہوں کہ تم نے اسلام اختیار کیا۔“

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ بہت سے لوگ آئے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے کئی ایک نے کہا:

”ایران کے گورنر کا قصد آ رہا ہے۔“

سب کا قصد کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔



امیر المومنین نے فرمایا:

مظاہر الشکر ہے جس کی مصوری خدا کی ہمت کرتے رہیں گے اس سے ڈرنے پر ہیں گے اس وقت
تک کہ وہ کہہ سکیں: اے باری تعالیٰ! میری گناہوں کا جو جب میں کہ جہالت سے نالیاں جو میرے گناہوں میں سے
خود کو جو ہونے کے لئے تیری مثال کہ حال میں ہیں ؟
حاصل ہے یہاں ایران کے گزشتہ زمانہ کے مشیر ملک میں تھیں تو یہ خدا کی ہمت کے گزشتہ
تھے اور خیر رہ گئے تو خدا کی ہی ایمان کی بلکہ گزشتہ مقرر ہوئے تھے ۔
عزیز اللہ تعالیٰ

امیر المومنینؑ ایہ بغیر ہر دو ممکن ہیں۔ خدا سے بہت ڈرتے ہیں۔ دوسری بات کہ کرتے ہیں۔
مسلمانوں کو بڑا مشکل کرتے ہیں۔ چاہوں کہ عبادت کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ اور ان کو چاہتے ہیں۔
ہر روز۔ ہر سال۔ ہر وقت اور ہر سبب سے ان کو چاہتے ہیں۔ اور ان کو چاہتے ہیں۔
کو امیر۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔
عبادت کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔
ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔ ان کو چاہتے ہیں۔

الغیر المؤمنین کے لئے ہے۔

کیا بیجا لے کر آئے ہو؟

عراق: ایرانی جنوں کا دہاڑا بڑے زور سے اڑ رہا ہے اور عظیم گھنے پرگڑے ہیں۔ کئی محفوظ مقامات پر جنوں نے مارا شکار کیا ہے۔ کھدو ہلکا ہلکا ہے۔ اندیشہ ہے کہ آئندہ ایک عرصہ میں عراق میں جیڑا ہو جائے۔

کاش: عرب اور ہندو کے درمیان آگ کا پتھر چھڑا کر دے اور وہ آگ کے درمیان چھڑ جائے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا:

آپ کا جواب کہ ان کے پاس دولت کی فراہمی ہو اس بات کو برداشت نہیں
کئے اور جن عیروں کو حشر گئے اور جو ان کے حکم تھے اسے الہ پر حکومت کرنا۔
اس امر اعمیق میں نے دیکھا

نہ کوئی چیز، انٹرنیٹ پر ہی، خدا کو نہیں دیکھتے۔ وہ نہیں جانتے کہ حکومت خدا کے اقدار ہے
 جس کو جو چاہے لے لے اور جسے چاہے چھو کر مارتے۔

در بارِ خلافت

④

مسجد نبویؐ میں مسلمانوں کو خدا کا دعا دینا، جو کہی جاتی ہے کہ ایسا اللہ نہیں حضرت عمر فاروقؓ کے حسبِ روایت کا یہ عالم تھا کہ وہ کب نہ مومن تھے۔ مسجد میں سنا، پھلوا، جوا، صبر، لوگوں کے سانس لینے کا حکم، بدھ، جہنم، آرزو، یہی تھیں۔

توڑی دی دیر میں ایسا اداں آئے راگرچہ انھوں نے مسجد میں داخل ہو کر خوشگوار دنیا بخت اور روزِ اکرامت
نماز کی طرح خود غرضی گرا اب بھلائی کے ہر پروردگار پر ہی جوئی تھی اور ان کی سنت کہہ رہی تھی کہ وہ دو در سے
سفر کی جگہ ہے جسے ہم

ان امری کے لئے ہی 'السلام علیکم' رحمت اللہ وبرکاتہ ہوگا۔

جواب میں حضرت فرماتے: "میرا حال اس قدر ہے کہ اگر تم لوگ میرے آواز نہ دے گے، تو میں تم کو اس لئے کہہ دوں گا کہ تم میرے آواز نہ دے گے۔" (ابو نعیم، ص ۱۸۰)

اعزازی سے جواب دیا:

”خدا کا فضل ہے۔ خیر برکت ہے اس وقت کہ امیر اعرابیں۔“

امیر المومنین سے پوچھا:

اعتراف: خدا کی حمد کرتے۔ خدا سے ڈرتے۔ خدا اور خدا کے رسول کے احکام کی اطاعت کرتے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

اس بات کو تو وہی قوم کھکتی ہے جو خدا کو ناحق بوجہ خدا کے ٹائی ہی نہیں دے اس واسطے کہ
کیا کہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

یہ بات کبھی میں نہیں آئی کہ جو ایرانی عاقل اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا ہے اس میں بغاوت نہیں کرتا
ہوتی ہیں کہیں دوسرے کے ساتھ سختی تو نہیں کی جاتی۔

ہاں، جی نہیں۔ دوسروں کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی جاتی۔ انہیں بڑی مہربانی آراہی ہے۔ وہ اپنے توی بیٹے
جو ہم حال ہوئے ہیں۔ ان کو ان کے ساتھ رکھتے ہیں۔ اپنے خود اسی ان سے ملتے ہیں۔ جو میں
نکلتے ہیں جلد چھٹکے گئے ہیں۔ ان سے سوال ہے جو یہ کہے یا ان کے لئے اور کچھ نہیں کیا جاتا۔

دوسرے لوگوں نے جو کسی مقام کے فتح ہو جانے پر خوش ہو کر آگے تھے۔ جا کر لوہے پر ان سے چار دیواری
کی کس ماری ہے مانتے تھے۔ یہ جو یہ ان کی مخالفت کے سلسلے میں کیا جاتا تھا اور اس مسئلہ میں انہیں نہی
دوسرے نہیں دانی کے دشمنوں سے ان کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ان پر کوئی شمس نہیں ہوتا تھا۔ ان کے قاتل کو
کا ٹھکانہ دیا جاتی تھی۔

ہاں گنتوں نے پیداوار پر دسواں حملہ کیا تھا۔ مسلمانوں کے برابر انہیں سعادت حاصل تھیں کوئی سزا
کس بھی کو سزا نہ آتی تھی۔ تو میں آجیر، اٹلاؤ ہی نہیں کہ مکتا تھا۔

پھر خدا ہمیں یوں ہوتی کجا!

سہ اس میں دعوت لے گا۔

میں تو یہ تھا کہ میں کہ بغداد میں اس نے ہمت کی کہ یزدگرد کو تخت پر لائی (ایرانی بادشاہ) ہوں کو کھائی
گئے تھے۔ اور رہا ہے۔ ایران میں موجود ہے۔ کچھ تو یزدگرد دیکھا تھا ہے۔ کچھ ایرانیوں کو یہ گراں گزرتا ہے
کہ ان کا بادشاہ جدید ہوا اور چار دہا ہے امدادیے بار بار ایرانی تعداد اور مدد گئی کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

خدا کی قسم جو میں نے سچا کہا جب کہ یزدگرد ایران کے حدود میں موجود ہے گا خدا اور خداؤں
ہوتی رہیگا۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

ایہ مومنوں کے دشمنوں پر بڑا ہوا مردہ اٹھایا ہے۔ یہ بات تو یہی تو اس کے لئے کہ قتل کا مرتبہ

یزدگرد ہے جب تک وہ زندہ رہے گا اور ایرانی حدود میں رہے گا۔ بغداد تو اس کا مستحق ہے
ہے گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

ان جی سلام ہوتا ہے۔ غنائوں کا باعث یزدگرد ہے۔ لیکن وہ کسی ایک مقام پر نہیں رہتا کہ کسی
میں بے خوف ہو گا۔ کچھ کا وہ ہاتھ پاؤں میں ہے تو کچھ طرستان میں۔ وہ وہ رہتا ہوا چنگا کہ وہ وطن
رہتا ہے۔ اس کی محنت میں اسے قابو لینے کی کاپ محنت ہو سکتی ہے!

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

اس معاملہ میں امیر المومنینؑ کی رائے مناسب اور مفید ہوتی ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

انہی شخصوں پر ناچتا ہے۔ ہر شخص آزاد اور آزاد رہتا ہے جس کے۔

حضرت عثمانؓ نے فرماتے دی:

میں نے یہاں یہ بتا دیا ہوں میں سے کسی کو یزدگرد کی گرفتاری یا قتل پر اس کو روکا جائے۔ یہ بات
سے سب کچھ کر دیتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

ان دنوں کو کوئی ایرانی اس کے لئے تیار نہ ہو گا۔ اور اگر کوئی اس کا نکل بھی جائے تو اس سے بے یہ بات بڑی
سبکی کی ہو گی۔ جنگ کی حالت میں تو وہ مولا جانتے ہیں لیکن اس کی حرکت اس کا اور مسلمانوں کی شہادت کے داخل ممان
اور خلع ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

میں نے اسی کے کہانی کہ امیر المومنینؑ کا مشورہ مناسب ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران کا ہم ایک
کار لائے جو یہ ہے۔ آپ کی فکر یہ ہے۔ آپ کی فکر لائے بہتر ہو سکتی ہے۔
امیر المومنینؑ نے فرمایا:

میں چند وقت سے اسی معاملہ پر غور کر رہا ہوں۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ یزدگرد کی وجہ سے یہ
سب قتلے افسوس ہے۔ جب تک وہ ایران میں ہے وہاں امن و امانی نہ ہو گا۔

چندے کہ کہ یزدگرد فرمایا:

میری رائے یہ ہے کہ ایران پر عام لشکر کشی کی جائے۔ ہر طرف سے یزدگرد پر دباؤ ڈال دیتا ہے۔

اپنی طرف سے کہا،

نہایت متفکر رہے ہیں، یہ نہ جبر مناسب ہے۔
 سب سے محنت فرم گئے کی بات نہ کہ۔ اور انہوں نے کہا،
 اچھا، میں فوراً یہی کہیں اور جھگڑا کر دیتے۔
 وہاں خلافت برپا نہ ہوگی۔ سب لوگ ڈر کر بیٹھ گئے۔



گھوڑوں کے پر

(۲۰)

مسافر اور باد میں بڑی جھگڑا ہو گئی تھی۔ ایسی جیسے ایک جان دو غلب ہوں یا سب سے پہلے
 پر سوار نہیں ہیں۔ پہلی جھگڑا ہو کر کسی جھگڑا ہو گیا کہ ہر پاس اس پر ہمت ہی ہیں معلوم ہوتا تھا سب کی
 کسی کسی پر دور ہو گئی تھی اس پر ہمت اور وہ اور بھی اور بھی جس میں جان نہ کے سستارے گئے تھے تو ان
 کہ صرف اور بھی جھگڑا گئے تھے۔

ایک روز ان دونوں نے مل کر کیا کرنا ہے۔ لکھی کر کے چوٹیاں پانچ میں۔ سیاہ و رستم جیسے دونوں
 میں سفید برف لگا رہا تھا اور دونوں نے دودھ چوٹیاں پانچ گھنٹہ پہلے چھوڑ دیں۔ چوٹیاں نہ پانچ گھنٹہ
 تھیں۔ اس معلوم ہوتا تھا جیسے دودھ ڈالنے کا سب سے پہلے۔

دونوں حسین تھیں اور میں حسین نظر کرنے لگیں اور میں ملانے ایک اور اور بھی اور بھی میں
 سستارے اور صوبہ پانچ لکھ کے ٹکے ہوتے تھے تو ان کی جگہ سے اس کے چہرے میں جلیبی کی جھلکیں۔

پہلے کہا:

مسافر۔ چشم و درازم تو غلب ہوں گئی ہو:

مسافر نے سسکا کر کہا:

نور تم کہاں گئی ہو:

پہلے: میں کیا میں جانہ:

سداقہ تم پر ہی بن گئی ہو۔

باب : کہیں میں نہیں مل کر رہے ہیں۔

وہ پہننے لگی بسف کے گا۔

تم پر ہی چڑھو جو بڑی حال ہو۔ البتہ پر نہیں میں اس لیے اڑا نہیں سکتیں۔ غصہ سے ہر کھنٹہ غایہ گزرتی ہے۔

باب : نہیں سزا ہے۔ گھوڑوں کے پر تھے۔

سداقہ : اٹاں میں نے سنا تھا۔

باب : تم نے اس افسوس سحر سے مالشہ صدر تھکا کر رکھا ہے ؟

سداقہ : دکھ ہے۔ بڑی خوش حال ہیں۔

باب : خوش حال تو وہ ہیں لیکن ان کے صبر ظلم کی ایک بات مستحکم ہے۔

سداقہ : وہ کیا ؟

باب : سب سے زیادہ جھوٹی نصیب تو اگرچہ دوسرے کیوں کرنی نصیب ایک اور کیل بل بھی نہیں کہ رسول اللہ۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو ان میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے اڑنے والییں دو پر تھے۔

صغیر میں افسوس دیکھ کر دوسرے گھوڑا اٹا کر حضرت عائشہ سے پوچھا۔

نہ کیل ہے ؟

حضرت عائشہ نے جواب دیا :

نہ کیل ہے ۔

یہ کہہ کر میں نے اس پر غصہ کیا کہ تم نے فرمایا :

تو فرمایا : ان کے توڑ نہیں ہوتے ۔

حضرت عائشہ نے فرمادیا کہ :

تو فرمایا : ان کے گھوڑے کے توڑ تھے ۔

صغیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حاضر جوابی پر شگفتہ تھے ۔

سداقہ : ابھی اب چلو۔

باب : نقلی صحت چلو۔

سداقہ نے حیران ہو کر پوچھا : کبھی نہ میں ؟

باب : اس لیے کہ خدا کا حسن و جمال میں کھڑے کہوے گا۔ اگر کسی مرد نے دیکھ لیا تو دوزخ برساتے گا۔

اور عورت نے دیکھ لیا تو ۔۔۔۔۔

سداقہ نے نہیں کہا ۔

تو رافضی نے کہنے لگا :

باب : اٹاں۔

سداقہ : مگر تم تو وہ لوگ نہیں ہو جنہیں۔

باب : مجھے چاہی ہی ہے کہ تم میرے پاس ہو۔ میری جو اگر یہ بات نہ جوتی تو نہ صغیر میرا کیا حال ہو ۔

سداقہ : ابھی چلو۔ ذرا بازار تک جانا نہیں۔

باب : میں کتنی ہوں۔ ان حضرات انہوں کے ساتھ کہیں نہ چلو۔ یہ شکر کی بات ہے کہ اسوی دوسرے پر وہ داغ

ہو گیا ہے اور شاعروں کے سر پر لگا کر دکھا دی گئی ہے۔ اگر جاہلیت کا زمانہ ہوتا تو تم اس طرح میں خود

کر نکلتیں تو نہ مسلم کہنے شاعر نے موت ہی مار سے جانے اور کہنے ہی خدا کی مدح میں نصیحت سے

کھڑے تھے۔ مارتے ملک میں بدنام ہو جاتیں۔

سداقہ : کیا اہم جاہلیت میں عورتیں نصیب ؟ یا عورتوں میں صمدیہ جمال نہ تھا ؟

باب : عورتیں بھی نصیب اور ان میں حسن و جمال بھی تھا۔ یہی تو میں کہتی ہوں کہ اس وقت کسی عورت کا میں ہندی

اس کی پہنائی کا باعث بن جاتا تھا۔ چہ کہ میں نہیں ہے کباب اور بے نقاب پھرتی نصیب اس لیے کہ وہ اس

انہیں چھپاتے تھے۔ ان پر کاواڑ سے کہنے تھے اور شاعر۔ عداوت بنا۔ عداوت تو تعریف کے بل باندھ

دیتے تھے یا ایسی جو کہتے تھے کہ میں سے میں عورت بھی اپنے آپ کو بدعت اور گمراہی نظر کرتی

بہتر لگنے لگتی تھی۔

حضرت سے کہہ کر انہیں فرمایا۔ بڑی بڑی دولت۔ یہی تو عورتوں کی عورتیں پر اس کا کباب میں ہے کہ

اس نے عورتوں کا ایک دھج عورتوں کا اور دھج اور نہ لگا دھج اور کچ لگا کھیلتے تھے کسی ملک میں عورتوں کو

دیا تھا۔

سداقہ : نہیں صوم نہیں ہے باب۔ خود میرے حاکمیت پر صحت عورتوں نے بہت برا ہو کر کہا۔ چہرہ اسکی

میں اس کا پیچھے لگا تھا۔ مجھے اور لوگ اس کا سے چڑھتی۔ سداقہ نے خائفہ شرف ظاہر ہو کر گھٹے

مسلمان ہو جاتے تھے۔ ہم انہیں نہایت حقیر سمجھتے تھے۔ لیکن میری قوم کے لوگ مجھے ہی سمجھتے۔ جب میں اپنے

نکلیں تو اوپر اس کی جمع ہو جاتے۔ طرح طرح کے کواڑے کہنے اور جھڑپتے۔ مگر کبھی نہ جانتے تھے کہ میں

ایک امیر کو کہہ کر وہی کچھ بھی ہند میرے باپ جلال قسم کے ہیں۔ ہزار تیرہ ہزار اور غلو یا ترہے کے مگر
میرے دو ہاتھوں کو دے سے باز نہ آتے تھے جسے کو ترہے سے ان لوگوں کی شکایتیں تھیں۔ انھوں نے
مجھ سے ثابت ہو کر کہہ دیں کہ وہ لے کر دیں گے لے کر لیا کہ میں نہیں۔

لیا بہ: وہ صلہ کر ہی کچھ نہ کئے تھے۔

سدا: بات ہی تھی۔ ایک دوا واسطے ہونے تو انہیں چھک کر دینے والوں تو مار دی تھی اور اس کو۔

لیا بہ: مسلمانوں کو تم نے کیا پایا؟

سدا: ہم کہہ کر کہ مسلمان ہوتے ہیں۔ ہر سے کہ ایک کئی بیٹوں میں سے جو کہ آئے۔ جب بمقام مسلمانوں
تھیں کسی بھی کسی ایک شخص نے جو کوئی یا معقول حرکت نہیں کی۔ بے سم فرائیوں کو دیکھ کر
تعب ہو کر کہ اسم نے نہیں کسی تہہ پہل دیا ہے۔ واقعہ آخری صورتوں اور دیکھ کر کہ کھینچ
گناہ سمجھتے ہیں۔

لیا بہ: نے مسکرا کر کہا:

”مگر تم ہمیں ہی جیل تو مسلمانوں کے زندہ و ترقی کو بھی سزا دل کر دیتی ہے۔“

سدا: مسلمان سزا دل نہیں ہو سکتا۔ ہی تو یہ کھنچ ہو کہ شیطان مسلمان سے ڈر لے۔ وہ خدا تو شیطان
ہی ہے اور مسلمان کے پاس شیطان کے لیے لامل کا ہر ذرا ہے۔ شیطان مسلمان کے پاس
پیشک ہی نہیں سکتا اس لیے اس کے ذہن ترقی میں فرق نہیں آ سکتا۔

لیا بہ: بات تو تم نے نہ بتائی۔

سدا: اچھا تو چلو۔

لیا بہ: بھائی جان کہ آج ملے دو۔

سدا: پھر وہ صوبہ ہو جائے گا۔

لیا بہ: کچھ خیر نہ ہے نہیں؟

سدا: ان۔

لیا بہ: کیا؟

سدا: بد سے کجا بات نہیں۔

لیا بہ: خوب۔ پھر تو یہی جاننے کے ساتھ ہی ہوا۔

سدا: انہیں کے لیے تو خیر ہے۔

لیا بہ: کیا خیر ہے؟

سدا: کچھ ہے۔

لیا بہ: تم کھانا اُچھلے؟

سدا: نہیں۔ انہوں نے ایران پہنچے میں دیکھ گئے گا وہ اپنے اور میرے لیے کچھ خریدائے ہیں۔
میں فاس اور افان کے لیے خیر بنا چاہتی ہوں۔

لیا بہ: شکریہ۔ میرا ایک لڑکی بھی ہو۔ اپنے اُن کے بچے کو۔

سدا: نہیں۔ دونوں ہی کے بچے۔

لیا بہ: نے بھی کر کہا:

”مگر وہ ابھی تو اسے رام ہوسنے والے نہیں۔“

سدا: نے بھیگ سے کہا:

”میں جانتا ہوں۔“

لیا بہ: نے دیکھا کہ سدا کو افسوس خاطر ہو گئی۔ اس نے کہا:

”کیا جانتی ہو تم؟“

سدا: میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ تمہارے بھائی مسلمان ہیں اور مسلمان نام نہیں ہوتا۔

لیا بہ: تم نکو نہ کرو۔ میں کہ سنسن کر دیتی۔

سدا: تم۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑو۔ اور چلو۔

لیا بہ: میں چلنے کو تیار ہوں لیکن تم کہا نصیحت سے واقف نہیں ہو۔ وہ اس قدر خیر اور خیر داری کر سکتا اور خیر

کچھ ابھر کر بدل کر دے گا۔

سدا: بے بھی یہ غصہ ہے لیکن غالباً منت و خوشد سے ہے۔

لیا بہ: ہرگز نہ ہونے لگے۔ اور آگئے۔ انہیں ساتھ لے چلو۔

سدا: نے جو کچھ غصہ سے مل کر کہتے تھے۔ لیا بہ نے ان کے پاس جا کر پوچھا:

”کیا کیا؟ یا جو خوشی مل کر ہے ہو۔“

سدا: بچا بہار زندہ گئے ہیں۔ ان سے مل کر آ رہی ہیں۔

لیا بہ: کیا زندہ ہیں؟

سدا: ان۔ وہ ابھی آگئے ہیں۔

بابر: کیا؟ یہ کیوں؟

سید: ابھی۔۔۔ جو میں نے۔۔۔ جو میں گئے ہیں۔ میں ان سے مل کر رہے۔ یہ پوچھنے آیا تھا کیا انہیں ہاں سے آئے۔

بابر: ان میں سے کون کون سی بات ہے۔ لے گا۔

سید: میں اچانک اس آٹھویں درخت کے کٹے ہوئے ٹکڑے کو دیکھ کر خوش ہوں لیکن کچھ کر رہی ہوں۔

سید نے کہا:

”اچھا، میں انہیں اپنے بدلہ دوں گا۔“

وہ چلے گئے۔ سید کا بازار بھرا ہوا تھا۔



منادی



سید چلے گئے۔ بابر نے ٹوٹے ٹوٹے ٹکڑے کاغذ پر لکھ کر ہاتھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے کہا:

”سید: تم بازار جانے کی وجہ سے افسوس ہو گئیں؟“

سید: نہیں۔

بابر: ادھاب آگے۔ اس لیے صاف ہو گئیں کہ بھائی جان نے رفیقہ کو لے کر تم سے اجازت نہیں لی۔

سید: یہ بات بھی نہیں۔

بابر: پھر کیا بات ہے؟

سید: بات کچھ نہیں ہے۔ میں خود میرا ہونے پر رنجیدہ ہوں کہ میں نے افسوس کیوں ہو گیا۔

بابر: آؤ۔ جب تک یہ دیکھو گے، بازار کا ہوا نہیں۔

سید: اب یہی نہیں چاہتا بازار جانے کو۔

بابر: تو میرے سامان جو بکھا ہوا ہے اسے خریدنے سے لگو۔

سید: چلی۔

وہ دو تیرے کے اندر گئیں۔ سید نے تیرے سے لگاؤ اور میرے گئیں۔

”توین رفیقہ کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی؟“

بابر: ہاں۔ وہ میرے رشتہ کے چچا کی لڑکی ہے۔ بڑی سست کے بعد کہ سوسٹ میں تیرے سامنے آتے ہیں۔

"تم چند روز کے ملاقات سے جیت نہیں بھری تھی اب آ رہی ہے۔" حاکم نے گونج کر کہا ہے اور چار زاد
 لکھا تھا۔ اس سے بے گنجی پات تھا۔ غلام نے بھگوا۔
 سداقی کہیں کے کہنے سے بے توفیق ہوئی جاؤ گی۔
 لیاہ : کیا کہہ رہی ہو تم۔ کہیں اور جاؤ گی۔
 سداقی : وہ قدر کی گزشتاں ہے اور چار زاد بہن بھی اور میں —
 لیاہ نے خیر کہا کہ :
 "تم بھولنے والی بھائی ہو۔"
 سداقی : ایک بات سناؤ گی لیاہ !
 لیاہ : ایک نہیں دو پر چلو۔
 سداقی : رفیقہ کس قدر حسین ہے !
 لیاہ : کافی حیرت ہے۔ چار سبکی کی لڑکیاں عام طور پر بڑی خوبصورت ہوتی ہیں۔
 سداقی : تم جتنی زہنت حسین ہو۔
 لیاہ : خیر۔ یہ تو سچی بولہ خدا سے مانگتے ہو۔
 سداقی : تم اس قدر خوبصورت ہو کہ میری چاہش ہے تیری صورت دیکھنے جیوں۔
 لیاہ : اور تم۔ تم اسی امر پر کہہ رہی ہو کہ یہاں تک کہ انھوں میں پیدا ہوں۔
 سداقی : رفیقہ کو کہہ دے کہ اسے انھوں میں چھوڑا۔
 لیاہ : کیا ہے سداقی۔ تم اس سے بہت زیادہ حسین ہو۔ خوبصورت بھی اور تازہ نہیں ہیں۔ آنکھوں میں نہیں
 کو چھپانے کو جی چاہتا ہے۔
 سداقی : لیاہ ! کچھ دیکھنے لگاؤ اس نے کہا :
 "تم بہت اچھی ہو لیاہ۔"
 لیاہ : اچھا میں نے غور کیا کہ تو ہم بھی شریک کہنے لگیں۔
 سداقی : میں نے سنا کہ ہے۔
 لیاہ : اور میں نے !
 سداقی : اسے خدا مال جتنا ہوگا۔
 لیاہ : خدا مال کی بات ہے

سداقی : میں تو نہیں سمجھتی ہوں۔
 لیاہ : میں نے پہلے ہی کہا ہے سداقی۔
 یہ دونوں کچھ ایسی مشغول ہوئیں کہ وقت گزرتا، روز معلوم ہوا۔ دوپہر ہو گئی۔ رانسیں خیر سے باہر گئیں
 اور میرے کہنے کی آواز نہ آئی۔
 لیاہ نے کہا :
 "خدا جانے کون سا رفیقہ آگئے۔"
 سداقی : میرا بھی کہا ہی تھا ہے۔
 لیاہ : آؤ دیکھیں۔ استعمال بھی ہو جائے گا کہ
 سداقی : چلو۔
 دونوں اٹھیں۔ چلیں۔ ابھی وہ دونوں خیمہ کے دروازے سے نکلتے ہوئے تھیں کہ میری اور رفیقہ اندر داخل
 ہوئے۔ رفیقہ نے اس کی طرف بڑھ کر آگئے۔
 "اسلام خیمہ درخت قدور کا ہے۔"
 ان دونوں نے مافیہی جواب دیا :
 "خیمہ اس کا کہہ آؤ کہہ آؤ۔"
 لیاہ : بڑھ کر رفیقہ سے بھڑک رہی تھی۔ رفیقہ نے صبر کیا کہ :
 "بڑھ کر کہہ کہ تم جب سے میری کہ سداقی سے وابستہ ہو گئی تو کوئی دلایا نہیں ہوا جب میں نے تمہیں یاد
 نہیں کیا۔"
 لیاہ : دل کھل سداقی ہے۔ میں بھی تمہیں یاد دلاؤں گا کہ یہی ہو۔
 سداقی : اب کبھی کبھی بائیں کر دوں گا۔ اور آؤ۔
 دونوں چلیں۔ رفیقہ کے ہاتھ میں لیاہ نے ہاتھ ڈال دیا۔ سداقی ان کے پیچھے چلی۔ تینوں مندر پر جا کر
 بیٹھ گئیں۔ سداقی نے کہا :
 "تم غلطی نہ کرو۔ اس کی بات ہے۔"
 رفیقہ : لیاہ آگئی کیا۔ ابھی غصہ ہی رہا تھا آتی ہو۔
 سداقی : کہتے شاید ابھی وہ بھی نہیں گیا :
 رفیقہ : نہیں۔

سعدت: خدا سے چہ ہرگز کی ایک شے بھی ہے اور مرگاہ میں ریت کے ذروں کی افشاں بھی چھا ہوئی ہے۔
اس عالم میں تو لوگوں کو خدا سے قریب معلوم ہو رہی ہو۔

دینہ: بات یہ ہے کہ مجھے اب تک نہ اتنا دوسرے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اگر میری پریت صحت بھی نہیں معلوم ہو رہی تو قیاس کی کیا ہے۔

سعدت: یہ بات نہیں بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ یہی ہیں۔

باب: دینہ: بات یہ ہے کہ ابھی صحت تو برعکس ابھی ہی معلوم ہوتا ہے جسیت میں اس حالت میں ہی
ایک گری ہو۔

دینہ: یہ بات ہے۔

باب: تو پہلے ضل کر لو۔

چنانچہ بقیدہ کہنے کی پشت پر بیٹھا دیا گیا۔ اس نے الٹائی سے ضل کیا۔ پھر جب نے اور جب سر کے
بال خشک ہو گئے تو خشکی کے چھوٹے ہاتھ میں۔ پھر وہ سر کے نہ آئی۔

باب نے کہا:

"آؤ کھانے سے میں فرات کروں۔"

دینہ: شکریہ۔ نہانے سے بہت زیادہ بھوک معلوم ہونے لگی تھی۔

نہانے نے کہا کہ اب اور پھر کرام کہنے لگیں۔ خدا رکھ ہی اپنے بھرا ایک چھ اروہ نے تھے۔ وہ افوا
نے غر سے ذرا خانے پر غیب کیا۔

غیب نے خبر سنا کر دبا دبا کر دے دیا تھا۔ خود صیل کے ساتھ کھانے کے ساتھ جان جمع ہے تھے۔ تاخیر کے
اور رگ بوجھ کی بات یہ تھی تھی۔ اس تاخیر والوں میں سے کس کے پاس کوئی اور غیر نہ تھا۔

اس وقت تو خدا رکھنے نے کرام کیا۔ چنانچہ وہ کھانے سے تھے۔ کھانا صیل کو غیب کے چلو کہنا تھا۔
اس لیے ابھی چھوڑ دی میں جا کر کرام کرنے لگی۔



کچھ اور بعد ان کی اذان ہو گئی۔ ان کے پیچھے ہی کا کھانا مسیہ تھا کی طرف چل دیا۔ غیب: صیل اور خدا رکھ
ابھی چلے رہے تھے۔ کچھ متنبہ رہا کہیں۔ پھر صحت کے ساتھ صرف خدا کی فرمود کے بعد باقی متنبہ اور ان

پڑھ کر دیا ہو گا۔

باب: خدا رکھ: صیل اور غیب کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے صیل سے کہا:

"تو مستقل صفت سے مل کر ادھر معلوم کر کے کہ تم جلا کے لیے جا رہے ہو۔ میری طبیعت میں جو خشکی جاو
پیدا ہوا۔ میں وہاں گیا۔ اور لوگوں سے صواب کتاب کے کثرت ان خدا کے چہرے سے پہچوڑ کر پیدا کیا۔ خدا کا ایسے
کہ خدا سے ساتھ کا فحش پر جاتا جاتا ہوں۔ خدا کا شکریہ کہ تم مدینہ میں مل گئے۔

صیل: مجھے آپ کے لئے ہوئی آئے کی امید نہیں تھی۔ ایران سے خدا کا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے وہ تمام باتیں سنیں جو خدا نے کہیں یا جسے خود ہی میں ہوتی تھیں۔ انھیں
انھوں نے کہا:

"امیر المومنین ایک دو بجہ روز میں انھوں نے دالے میں کہ ایران پر شکر لکھی کس طرح کی جانے لگی۔

خدا رکھ: کیا کچھ اور لوگ ہیں جہلوں پر جہلوں کے لیے آئے ہوئے ہیں؟

صیل: جی ہاں۔ کئی قافلے آئے ہیں۔ ایمان خدا والوں کے متعلق میرا المومنین نے کلمہ حکم نہیں دیا۔

خدا رکھ: مجاہدین کے آؤ سرچا دھڑ بھڑتے ہیں؟

صیل: جی نہیں۔ ابھی مجاہدوں کے آؤ سرچا نہیں ہوئے۔

امیر المومنین صحت خراب ہوئی ہے۔ سپاہیوں کے آؤ جو حشر کر لے کہ قصہ جاری کر دیا تھا۔ خدا رکھ
نے کہا:

"خدا کا شکریہ کہ میں وقت پر آ گیا۔"

اسی وقت انھوں نے خدا کی آواز سنی:

"انصاف۔ جامع۔ حق غار کے لیے مجھ پر آؤ۔"

اسی زمانے میں عادی کا بی طریق تھا۔ یہ سب وہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔



نامزدگی

(۳۳)

حیث ستودہ کے مسافروں میں بڑا جوش پھیل گیا، انھوں نے ایرانی سلطنت اور ایرانی بادشاہ پر حملے کے خلاف کہ جب تا جاوید بد فرماؤ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے دعوت سے جدا مجروحہ م کے ناکہ روانہ کیے تو شاہ ایران کے پاس بھی بھیجا۔ ایران کے مشہور و شہرت یافتہ دانشور عارفانہ کے زعم میں اپنے جی کے گورنر بادن کو لکھا کہ وہ علی بن ابی طالب کو (نور اللہ) گرفتار کر کے بھیج دے۔ اس وقت ایران کا بادشاہ خسرو پرویز تھا۔

ایران کی سلطنت کا ایسا عیب وجود تھا کہ اور اہل عرب کو ایرانی میں حقیر و ذلیل سمجھتے تھے کہ بادل سے خود بخود منور ہوا کسرتان جگہ اٹھنے سے دو آسمانوں کو گھبراہٹ سے ایک کا نام (ابو) اور دوسرے کو خسرو تھا، چنانچہ یہاں پر اہل سنت کو کچھ ہوا۔

وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ وہی نبوت، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ خدا نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے نہیں بھیجا ہے۔ خدا کی ہدایت کے نتائج طلب ہے۔ ان کا عیب و جمال دنیا کے دوسرے بادشاہوں سے بڑا کر کے۔

جب بابوید اور خسرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پہنچے تو درجہ رسالت سے لگے ہو گئے۔ آپ نے ان سے کہا:

”خود را در بندہ نام کہیں بے آئے جو؟“

ابو بکر نے عرض کیا: ”مشتاقا و ایران خسرو پر پہنچے آپ کو طلب کیلئے، اگر آپ شریفانہ لے لیتے گا

تو وہ عظیم الشان سلطنت کا مالک ہے۔ بے نیاز و بے محتاج اس کے پاس ہیں۔ وہ لشکر کشی کر کے آپ کا ملک تباہ کر دے گا۔

ان نامزدوں نے یہ بیجا کج عیب خدا کی مصطفیٰ پیغمبر اور ان کے اہل اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دیا جس کی وجہ سے ان کے جیوں میں حقیر و ذلیل ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”آج خسرو، کل تمہیں جواب دے جائے گا۔“

لگے مذہب نامہ حضور کا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”خدا نے جانبدار قرار دیا، جس خسرو پر جس نے شک کیا تھا رات سے اس کے بچے خسرو پر نے ناز کیا، چاہے بادل کو خبر کہ اور اس سے کہہ دے مقلد ہے تو اس واقعہ سے بہت حاصل کر کے کھانا پوچھ لے۔“

وہ وقت بہت قریب ہے جب اسلام ایران میں پھیل چلائے گا اور اللہ اللہ ایرانی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جس طرح ضرور ہوں گے دعوت اسلام کے پڑنے کے لیے ہے۔

خداوند بادل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں کیے اسی وقت خسرو کا نام پہنچا، اس نے کہا:

”خبر دیسے نگران مجھ کی کہ میرا یہ خسرو پرور عالم، چاہے اور زانی تھا، میں نے اسے قتل کر ڈالتا ہے۔ اب حق و ناحق کا میں وارث ہوں۔ میں تخت نشین ہو گا، ہندو لوگوں کو میری اجابت پر ناکہ کر دے گا۔“

بادشاہ نے بے ساختہ کہا:

”مخوفی سے رسول ہیں۔ انھوں نے جو زبان خدا کی ہوا ان کے خدا نے انھیں پیسے ہی سے دھوکا اٹھایا دیا تھا۔“

چنانچہ مسلمان ہو گئے۔

خسرو پرور بڑا بڑا تھا اور ہرگز خوشروانی عادل کو ہٹاتا تھا یعنی خسرو پرور نے خود کو بچا تھا اسے اس کے بچے خسرو نے مار ڈالا اور خود بادشاہ بن گیا۔

مسلمانوں کو اس بات پر غصہ تھا کہ خسرو پرور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت نامہ بھیجا تھا اور ان کا گرفتار کر کے لے لیا تھا، مگر دیکھ لے، جب یہ واقعہ پیش آیا تو اسی وقت سے مسلمان ایرانی بادشاہ

نصب رکھنے لگے۔

بہ ایران پر لشکر کشی ہوئی تو مسعودی کو یمن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی دعوت نبوت ہوگی اور ایرانی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس وقت ایران کا بادشاہ وزرجن تھا۔ اسے مسعودی کے مفاد میں ہزیمت ہوئی۔ اس کے ارادے ملتے ملحق پر مسعودی کا نائب ہو گیا اور جزو خوار خاندان بدوش ہو کر آوارہ گردی کرنے لگا۔

یہاں اب وہ بادشاہ دارا بنی سلطنت اپنی کھوئی ہوئی سلطنت چاہنے لگا۔ اسے اپنی چوٹی کا اندازہ تھا کہ ایران کے دور میں وہ جو ایک مسعودی کے قیام پر نہیں رہے تھے ان کے جاگوں کو درخشاں رہتا تھا۔ انہیں اہل اللہ دوسے رافقا اور انہیں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کر دیتا تھا۔

جس میں بھی نہیں لگے وہ مسلمان بن جیتے۔ مذاق کے ایرانیوں کو ہرگز کفر و کفر سے بھی کر اچھا تھا۔ وہ چاہتا یہ تھا کہ ایران میں اس دین قائم ہو۔ اور مسلمانوں اور زروانیوں اور عبادتوں سے لگے۔ اگر واپس چلے جائیں۔

لیکن۔

اس وقت مسلمانوں کے بانی امیر المومنین حضرت علیؓ تھے۔ ان کے تدارک شہید تھے۔ انھوں نے ایسے اصولوں کو ایرانیوں پر عطا ہو چکے تھے اور حکومت کے شکایت ہو گئے تھے۔ جب بغداد میں ہوتی تو وہ بڑی آسانی سے انہیں لوگ کہتے تھے۔ اور ایک ہفت روزہ آتی تھی تو دشمنوں کو ہزیمت دے کر پسپا کر دیتے تھے۔

ایرا خوں کے خلاف (موجودہ) جوش میں لگتا تھا۔ جو لوگ جہاد پر جانے کے لیے آئے تھے وہ چاہتے تھے کہ وہ سے جہاد میں میدان جنگ میں مسجد بنائے۔ ان کے سینہ میں جوش و خروش کے لہر تھیں۔



ابو بکر امیر المومنین تھے۔ ایران کی ہم پر لوگوں کو ہزیمت نہیں دیتا۔ البتہ ان کی تیار کر دیتے تھے۔ سبھی انتقام میں تھے کہ اب ہار ہوئی ہو گا اور اب جہاد میں کو مدد ملے گی۔ انھوں نے آخرا بک مدد امیر المومنین حضرت علیؓ سے فرما کر ہزاروں لوگوں سے کہا: شہر چاہو، آجہ ایرانیوں میں ہر شخص کی ہار کی کہہ دیتے۔

سب کو غور کیے حضرت فرماتے کہ بھائی:

مسعودی ان کی اور میں نے وہ لوگوں میں کر دے ہیں۔ میں نے چند لوگوں کو منتخب کیا ہے۔ میں وہ ہیں کہ سنا کہ میرا انتخاب درست ہی ہے کہ انھیں ہوں غلط ہو سکتے ہیں۔ چھری تھے امید ہے کہ بدو لو اپنے غرائض کو اپنے طریقہ پر لگا کر دیں گے۔ جو ایرانی صوبے فتح ہوئے ہاں، میں ان صوبوں پر یوں کرنے کے لیے ہیں جسے لوگوں کی سرور کہہ ہے۔ ان کا انتہائی ہے۔

فرمانان پر اصف بن قیس کو۔

رمسا اور کہ شیر بہ ہاشم بن مسعود کو۔

اصطخر بہ عثمان بن اعاصی کو۔

آذربائیجان پر نعم بن مسروق کو۔

افشا پر مدبر بن وجم کو۔

سیستان پر عامر بن عمار کو۔

کمان پر حکم بن امیر اشعری کو۔

اصفہان پر عبداللہ بن عبداللہ کو اور۔

کمان پر سہیل بن جندبہ کو۔

یہ انتخاب آقا اچھا اور عوزوں تھا کہ سب سے ہی تحریر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت فرما گئے کہ وہ ذاتی طور پر اس قدر واقف تھے اور وہ اس بات کا یقین کرتے تھے کہ ان لوگوں کی جگہ کے لیے موزوں ہے۔ اس لیے ان کا انتخاب بہت ہی مناسب ہوتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں فرماتے:

خبر دست عبداللہ بن عبداللہ کہ اصفہان میں جانے کا۔ سہیل بن جندبہ کے موصوفہ ہیں کہ اور اصفہان فتح ہونے کے بعد دوسرے لوگ ایک دم ایران پر روٹ کر رہ گئے۔ یہ اتفاقاً اس لیے ہے کہ ان کے موصوفہ اس لیے کہ وہ جزو خوار اور ایرانیوں نے اصفہان میں عظیم جہاد پر لڑی تیار دلائی ہیں۔ پہلے اصفہان میں ان کی فوج دیکھ کر جلتے۔ اگر اور مدد کی ضرورت ہوتی تو ان لوگوں کو جس نے سرور کہہ ہے وہ ایرانیوں کے مدد کی طاقت میں موجود ہیں کہ عبداللہ اور میں کہہ کر رہیں۔ کیا میری سیرا سے مناسب ہے یا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

نہایت مناسب رائے ہے آج کی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:

آپ کدراٹے نہایت ہی عزیز صیب ہوئے ہیں۔ حقیقت میں یہی اٹے مناسب ہے۔

اور روگیا نے بھی تاشیر کی۔ حضرت علیؑ نے سب سے کہا:

”اے نوجوان بھائیو! اٹھو اور بہنو۔“

صیل نے اٹھ کر علم لے لیا۔ حضرت علیؑ نے دوسرا علم بھی نہیں دے کر کہا:

”اے دوسرا علم بردار! اللہ کے لیے ہے۔ یہاں نہیں پہنچاؤ اور ان کے تاشیر کی راہ میں ہاتھ نہ رکھو۔“

صیل سے دوسرا علم بھی لے لیا اور حضرت علیؑ کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ تاشیر لگی ہوئی تھی اس لیے وہ محمد

صے اس پر لکھے۔



صیل سے پہلے صیب اور عبدالرحمن بن عامر بہن بچ گئے تھے اور انھوں نے یہ نذر اٹھا کہ صیل کو ظہر لگی ہے۔ وہ افسر مقرر ہو گئے ہیں۔

یوں تو صیب کو جہاں کے افسر مقرر ہونے سے خوشی ہوئی لیکن سب سے زیادہ حسرت بابا کو ہوئی۔ اس کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ اس نے گشتہ افسروں کا ہاتھ

اے آبا کھن:

فرما کہ آج تمہارا ایک نوجوان نذر نہ تھا کہ اس کی سریت کو پہنچ گیا ہے جس کی تیرے فخر و جواؤ کا ہے۔

اے آبا کھن:

فرما کہ آج تمہارے قبیلہ کا بابا، بچا ہوتا کا خدیم ہو گیا ہے۔ لوگ اے افسر کے رہے ہیں۔ کچھ فرما کہ آبا ہے۔

اے آبا کھن:

فرما کہ اسی کی زندگی پر جو غرور ہو گیا ہے، اس کا نام سبیل ہے۔ اس نے اپنے آپ کو دی کا کاروبار کر لیا ہے۔

اے آبا کھن:

فرما کہ صیل پر۔ اسی کی سال کی فقی کہ میرا بیٹا جہم ہو گا اور آج وہ واقعہ صیب

مبارکباد

(۲۳)

اگر کوئی شخص حق گوئی نظر اٹھائے تو بایں وہ ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اسے غصہ آگیا۔ اس نے ٹٹ زور سے ہاتھ پر دے اور کھڑکی توڑ دی۔ اگر مٹھائی میں گوسا پڑ گیا۔ بہت ہتھکڑا احمد وقت یہ بھی کا کہنا کر کیا۔

سلطان نے سن کر کہا،

نہیں تجھی۔ تم دونوں کھلی دھکیں۔

جنوں میں بڑی۔ ورنہ کہ حسین حق سے نفرت میں کھجور دے دیں۔ ہنسنے سے ان کے سینہ پر تھوڑے دانت بھی میلا گئے تھے۔

کچھ وقت کے بعد سلطان نے پوچھا،

یہ کیا ہیں۔ اسے کا ذکر کیا کہنے کی نصیحت تم؟

لیا ب۔ رفیقہ ہی سے بوجھ۔

سلطان: تیار رہیدو۔

رفیقہ: یہ خواہش نہ کرنا۔ یہی بند ہے گی۔

سلطان: تمہیں بتا دیا۔

رفیقہ: اس کے راز ہی اسے بتا دیا۔ میری طرف سے مبارکباد دینا۔ میں نے کہا تم خود ہی مبارکباد دینا۔ کہنے لگی ہیں شر آتا ہے۔

سلطان کے چہرہ کا رنگ کچھ پیلا پڑ گیا۔ وہ چپ سی ہو گئی۔ ہلستے کہا،

ایکایہ ایسی ہی شرمیل ہے۔

سلطان: تم دونوں سوچو۔

رفیقہ: اور تم شرم کر جو۔

تینوں پھر سنیں پڑھنا۔ لیا ب نے کہا،

جب آئے ہی ہوں گے جہاں۔ میرے ساتھ ہی تم دونوں بھی مبارکباد دے دو۔ یہ سنا کر

اسی وقت خدا اکبر کے پڑھنے لکھنے کے آواز آئے۔ لیا ب نے کہا،

اُس نے ظاہر بھائی جان۔

رفیقہ: غور نہ کئے۔ وہ علم کو کچھ بڑا ہے۔ قہر سے نہ ہو گیا ہے۔

یہ تینوں جیسے لال کر چلے۔ رخصت سے باہر کچھ دھمک پھر مٹائی کہ میں قائم کر دیا تھا۔ تینوں میں

نکل آئیں۔

صحن میں آئے ہی انہیں دو لم ٹھوکرے ان کے چہرے سے اٹھکیاں کر رہے تھے۔ لیا ب نے کہا،

ان پر چوں کو بچ کر دل میں جو کھٹکی لگی اس کی ہر طرفی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ علم نے کر دھنکی کی

صحنوں میں جا کھسکی اور اس قدر غصہ پڑی کر دی کہ خون کی ندیوں بہا دوں۔

سلطان کو بے ساختہ ہسی آگئی۔ صحن نے کہا،

ایکوں نہ ہو۔ ایسے ہی سنسنا ناں میں ہمارے۔ طاقت کا تو یہ عالم ہے کہ

اٹھیں گے نہ بھڑت تو اتر تم سے

۔ یاد سے اٹھتے ہوئے ہیں

لیا ب۔ میں دھڑکاں کھان ہوں۔ کوئی وقت آ گیا تو بتا دوں گی کہ میرے بازو کیسے ہیں؟

پھر رفیقہ کے لوگ میل کو مبارکباد دے رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ کھمکے جانے والے صحن میں

آئے۔ سلطان واپس سے ہٹ گئے۔ ہلستے کہ انہیں مبارکباد دے۔ اسی کا چہرہ چمک رہا تھا۔ رفیقہ نے بھی

شرعیہ انداز میں انہیں مبارکباد دے دی۔

یہ تینوں خیمہ میں چلے گئے۔ وہاں باتیں کرنے لگے۔ رفیقہ اور لیا ب دونوں قہیدان کے شگفتہ چہروں

سے صحت چٹتی تھی۔ حسین انکھوں سے تیر چمک جھلک ہو رہی تھی۔

میل نے لیا ب سے کہا،

”تمہیں بڑا خوشی ملے ہے میرے افسوس ہوئے۔“

لیا ب: ان۔ مجھے بھی۔ رفیقہ کو بھی اور سلطان کو بھی۔

لیا ب نے اوجھڑا دھڑکیا۔ ہل۔

اُسے یہ سلطان کی جگہ لگ گئی۔ وہ خود گراؤ ہوئے

میل نے اسے روک دیا اور کہا،

نہ پھو دو۔ وہ مجھے مبارکباد نہیں دینا چاہتا ہے۔

کچھ دیر باتیں کر کے میل اٹھے۔ چلے اور خیمہ سے باہر آئے۔ انہیں سلطان صحن میں لے کر۔ غصہ

پھیلنے کے کمر میں تھی۔

جب میل بائیس کے قریب پہنچے تو اس نے ہوشیارانہ نظر لگایا۔ انہیں دیکھا۔ پھر نہایت ہی دلچسپ انداز میں کہا،

”میں مبارک باد دیتی ہوں۔“

سبیل : شکریہ!

سداق نے شرار نظریہ کا پس۔ اس وقت حسین تقویٰ کی داد پڑی تھی۔

”بھلا میں مبارک باد دیتی تھی۔“

سداق شرما کے کٹ گئی۔ سبیل چلے گئے۔



کوئچ

(۲۵)

امیر المومنین حضرت خزانق نے ایران نام کے لیے افسروں کی مزدوری کرنی تھی۔ عین عید میں عید منورہ میں جو جہانے باقی لوگ عراق، عجم اور ایران میں تھے، ان کا ہونے کے ذریعے سے ان لوگوں کے پاس عید روزانہ کر دیا گیا۔ اور سب کے پاس یہ بات بھی لگائی گئی تھی کہ اصفہان کی جنگ دیکھیں۔ اگر موزون ہو اور مہاراشٹر میں عبداللہ ان میں سے کسی سے مدد طلب کریں تو فوراً ان میں مدد دی جائے۔ اپنے حلاق کی اس طرح بات دینی کہ میں کہہ رہا ہوں کہ ہمدانی نے اصفہان نہ جانے یا محمد

ادھر میں کو حکم ہوا کہ وہ فوراً روانہ ہو جائیں اور عبداللہ بھی مہاراشٹر کے پاس پہنچیں۔ سبیل مہاراشٹر حالت میں تو تھے ہی۔ ان میں تیار ہی کیا گئی تھی۔ تیار تو وہ اپنے وطن سے کہہ کر تھے تھے البتہ ان کے ساتھ جو جہان میں جانے والے تھے ان میں کچھ تیار ہی گئی تھی۔ انہوں نے چند ہی روز میں تیار ہی لگ کر لیا اور ایک سو دو ریل کے حلاقوں کو کہہ کر لے کر روانہ ہو گئے۔

چونکہ مہاراشٹر تھا اس لیے لوگوں نے سزا اور مجبوری کے چھوڑ دیے۔ دوسرے روز جب نے فخر کی نگاہ سے دیکھی میں ادا کی رہنا پڑا کہ ابھی قیام گاہ پر آئے اور پوری جہان مہاراشٹر پہنچ گئے۔ کئی لوگوں کے پاس بیٹھے تھے۔ بیٹے لڑا کر بیٹھے گئے۔ مہاراشٹر میں بار کیا گیا۔ کئی آدمی سہارے میں رہنے کے چاہتے تھے۔ ان میں سے بعض کے پاس لڑتے۔ کئی بھی لڑتے پر کئے گئے۔ بعض لوگوں پر بھوک کے لیے غصہ باندھ گئے۔ کئی لوگوں پر رنج کے گئے۔

مہاراشٹر میں اس طرح سستا ہونے کہ بیٹوں میں بھڑکے۔ کئی آدمی پھوٹوں میں ماری گئی۔ بہت سے بڑے آدمی لو

ان پر کھینچ لٹکتے۔ شاؤن پر کانیں ڈالیں۔ آخر میں نیڑے سے ابرو پر دو میں چمڑے کے جوتے
چڑھائے۔

اوش لمبی ٹانگوں میں کھڑے کر دیے گئے۔ ان کو گول کو امیر اور عیش اور دوسرے بڑوں میں لٹکے گئے،
استغفار لیا جاتا اور پھر ہوا میں کے ستون کو سخت کرنے کے لیے خود حضرت عزت و کرامت لایا گئے تھے۔ آپ کے ساتھ
اور بھی چند بزرگ ہوتے تھے۔

تھوڑا دیر بعد غلط ہو کر موت فرما رہے ہیں۔ سبنا کوش گلو ہر شہر پر گئے اور ایک منہ بھر سب
تے اپنے پس اور چندوں پر نظر ڈال رہا تھا۔ اس خیال سے کہ کوئی کی زبردستی جو جس سے، غرض ہر ضعیف و فقیر کی
دیں۔ جس نے جو کی دیکھی اسے ملے سے پورا کر لیا۔

اس وقت سداقہ لایا اور رقیہ بیٹوں کے لیے باس کھڑی تھیں۔ اچھی سے سوار نہیں ہوئی تھیں، انہوں نے
چادریں سوچنا اور ڈیڑھ کی تھیں کہ سونے آنکھوں کے چہرے کا کوئی اور صبر نظر نہ آتا تھا۔

لایا نے کہا:

”جو غنا و غنیمت ہے ایسے پرانے سے میں سے انھیں نظر آ رہا۔“

رقیہ: ”کیوں، خیر نہیں۔ کیا بات ہو۔“

لایا: ”خدا سداقہ کی آنکھیں دیکھو کہ کس قدر حسرت منور ہو رہی ہیں، ان آنکھوں کو دیکھنے والے دیکھنے ہی دیا ہے
ہر جاندار کے۔ سچ کہا۔ یہ بات۔“

رقیہ نے ہنس کر کہا:

”انہی ٹھیک لگتا ہے۔ یہ آنکھیں تو دل میں اتر رہی ہیں جانی میں سداقہ نہ دے رہی، انھیں تو شے سے
غضب کی ہیں۔ انہیں غمزدار چھا اور۔“

سداقہ: ”اور تو ہون کی آنکھیں۔“

لایا: ”کتنی خاص دل کشی نہیں ہے ہماری آنکھوں میں۔ ہماری آنکھوں میں ایسے بڑی دلچسپی ہے۔ یہ سیر کیجیے
تھوڑی دیر آجی آنکھیں دیکھتے ہی بے شمار دلچسپی سمجھ دیکھیں تو کبھی جانتے

سداقہ: ”تم دونوں کی آنکھیں۔ خدا کی پناہ۔ جیسے ہمارے ہر کسی کی ہیں۔“

رقیہ: ”اچھا، ان کے لیے فیصلہ کرنا کہ کس کی آنکھیں میں منور ہو رہی ہیں۔“

سداقہ: ”خدا کا۔“

رقیہ: ”خدا کی سب کچھ ہے۔ وہ فیصلہ کر دینگے۔“

لایا نے ہنس کر کہا:

”ٹھیک لگتا ہے۔ آج دو دن میں۔“

سداقہ: ”اور دنیا جیسی سداقہ نے ملنے سے کہا۔“

کیوں نہ کہ ان کی موت۔“

لایا: ”اچھی آنکھوں سے جو کچھ کیوں دیکھنا کہنا ہے۔“

سداقہ: ”بڑی قدر پرورگی پر تم۔“

لایا: ”اور یہ رقیہ۔“

سداقہ: ”اس لیے چاروں کو بھی تم نے شہر پر لایا۔“

لایا: ”خوب۔ اپنا ان کام و سرور کے سر تھوڑی دیر سے ملنے تو سارے قبیلہ میں حضرت محمد کی کرامت
کہ سختی بڑی سیدھی اور سیدہ لڑکے کے غریبی اور شہریت جاننے ہی نہیں۔“

سداقہ: ”یہ سادہ ہنس پڑی اس نے کہا۔“

”اللہ اللہ۔ سیدھی اور کہ سختی ایسی ہی لڑکائی ہوئی میں جیسی تم ہوں۔“

لایا: ”نہیں۔ تم جیسی ہوتی ہو۔“

سداقہ: ”اور یہ انکل ویت ہے کہ میں بڑی بھول ہوں۔“

لایا نے جیسی قسم لگایا اس نے کہا:

”واقعی بھول۔ بہت ہی بھول۔ جب جاننا کہ کو افریقہ ملی۔ میں نے اور رقیہ نے، میرا مبارکباد دیا۔
تو خود ملائیم ہو گئی جن میں چھپ کر جا کر گئی ہوئی اور جب جانی جاننا ہے تو بڑی دل دانی کے ساتھ
مبارک باد دیا۔ میری دیکھوں کی میں اتنا ہوا کرتی ہیں۔“

سداقہ: ”خدا کی۔ اس نے کہا۔“

”خیر، وہ بھی بڑی شہریت سے ڈر کر یہی بات نے میرے ساتھ کیا۔ میں نے انکی۔“

رقیہ: ”اور میں اس بات کی خدمت ہوئی ہوں۔“

سداقہ: ”تم بڑی بھول تھیں مگر لایا نے تمہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔“

رقیہ: ”مگر یہ تو خدا کا رنگ پڑا تھا۔“

لایا: ”حقیقت میں ہے۔ ہم دونوں کو تمہارے غور سے لایا۔“

رقیہ: ”خاموش ہو جاؤ۔ میں مل کر رہے ہیں۔“

فتوحات کا ذکر

(۳)

سید واد ہوئے۔

ان کے تہ ذرا پہرے تھے، تو ان کے ہاں سال ہی ہوا تھے، ڈیڑھ سو اونٹ تھے اور سات گھوڑے تھے۔

لوٹ آئے تو وہاں پہلے کے وہاں میں ڈیڑھ سو اونٹ کی تعداد اور کچھ گھوڑے تھے۔

کئی محل تھے، عمارتوں میں تو انہیں عسکر اور خزانہ ملا، انھیں سب محل ایک ہی جگہ نہیں تھے بلکہ مختلف جگہ پر تھے۔ ان کی اونٹوں کے بعد ایک محل تھا۔ جس میں بچے موار تھے اور بانوں پر چارہ بی موار ہوتے تھے، انھیں اونٹوں پر سوار مانا ہی ہوا تھا۔

غرض اس محل سے قتل کر دیا گیا۔ انوں نے مزار میں ستر کر ڈالیں اور مقبرہ منزل پر پہنچ کر قیام کرتے تھے۔

مناظرہ ہوئی، مہمانانہ طور پر کھانا کھانا۔ میں لوگوں کے پاس چلے گئے وہ مجھے طلب کر لیتے تھے۔ مجھ کے پاس سناٹا تھا تھے وہ سناٹا کھینچ کر لیتے تھے اور مجھ کے پاس کچھ بھی نہ تھا وہ کہیں ہی مان بیٹے تھے۔

سید کو عداوت پر جدا کر کے اس پر چڑھا اور وہاں ہوا تھے، ہوا پر سواروں کا خیمہ لگا تھا۔ ہوا کا صدر مقام شہر شہر کو سناٹوں نے بڑے حیرت انگیز طریقہ پر پہنچ لیا تھا، اس شہر عرصہ میں

تھے۔

حضرت خاں :- کیا تم جانتی تھیں کہ تمہاری مائا شای قصر میں ہیں۔

دیول دیوی :- نہیں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمان میری مائا کو بزدستی پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہاں میں ہیں، مجھے دلی دیکھنے کا شوق اور مائا سے ملنے کا اشتیاق تھا۔

حضرت خاں :- اور یہ کب معلوم ہوا کہ وہ قصر شای میں ہیں۔

دیول دیوی :- جب میں نے آپ کو رہا کر دیا اس سے اگلے روز چاہی نے بتایا تھا۔
بلیس بھال کیا، کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ راجہ کرن رائے نے شہزادہ حضرت خاں کو گرفتار کر لیا تھا اور دیول دیوی نے اسے رہا کیا تھا، بلیس بھال چونک پڑی۔ حضرت خاں نے کہا اس وقت شاید تم مجھے رہا کر کے بچھتاہی ہو گی۔

دیول دیوی :- نہیں، بلکہ اور بھی خوش ہوئی تھی کیونکہ مجھے اسی روز یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ چاہی کو آپ سے کیوں دشمنی تھی، مگر میں آپ کو رہا نہ کرتی تو وہ آپ کو قتل کر ڈالتے۔

حضرت خاں :- مگر جس کرب و بے چینی سے میں زندگی بسر کر رہا ہوں اس سے یہی بہتر تھا کہ تم مجھے وہاں قتل ہونے دیتیں، تم نے کیوں میری جان بچاؤنے کی کوشش کی تھی؟
دیول دیوی :-

دیول دیوی :- انکی باتیں کر کے میرا دل نہ دکھاؤ شاہزادہ

حضرت خاں :- آخر تم اس قدر بدل کیوں مانی ہو۔

دیول دیوی :- آپ نے مجھے دھوکا کیوں دیا؟

حضرت خاں متعجب ہو کر کہا میں نے دھوکا دیا؟

دیول دیوی :- کیا مجھے بتاؤ پڑے گا؟

حضرت خاں :- ضرور

دیول دیوی :- آپ نے کیوں نہیں کہیا تھا کہ آپ کی شاہی ہونے والی ہے۔

حضرت خاں :- دراصل اس وقت شاہی کی بات چیت کچھ ملے نہ ہوئی تھی۔

دیول دیوی :- اور اب ملے ہو گئی ہے۔

حضرت خاں :- ہاں مگر اب تکاری

کالت کر دی تھیں۔"

ہر فرقہ کے اپنی سپاہی سے لے کر بڑے بڑے افسر تک لڑ رہے تھے لیکن ابھی تک راجپوتوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی وہ دور ہی سے درنگار شامیانوں کے سایہ میں کھڑے ہوئے لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے البتہ مسلمانوں میں سب شریک ہو گئے تھے ملک دیار ملک میدان اللہ عزوجل شہزادہ خضر خاں حتیٰ کہ ملک کافر بھی لڑ رہے تھے۔

اپنے ان اعلیٰ افسروں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کو اور بھی جوش آ رہا تھا اور وہ اپنی قوت سے زیادہ سرگرمی سے لڑ رہے تھے ان کی بے پناہ کھواریں غضب کا کالت رہی تھیں جس چیز پر پڑتی تھیں اسے کالت ہی ڈالتی تھیں وہاں دورہ کھیتوں اور تیزوں کو اس مقامی سے کالت دیتی تھیں جیسے وہ نرم گزری ہوں۔

مگر راجپوت بھی غضب کے جیالے اور سورہا تھے وہ بھی نہایت سختی سے حملہ کر رہے تھے اور بڑی بھرتی سے مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے۔ نہایت خون ریز جنگ ہو رہی تھیں راجپوتوں کی سرخ سرخ آنکھیں جوش و غضب سے دھبہ دھبہ رہی تھیں اور وہ پیش سے بل کھا کھا کر پر زور مٹے کر رہے تھے۔

مسلمان نہایت استقلال سے لڑ رہے تھے نہایت بھیدگی مگر بڑی قوت سے حملہ کر رہے تھے اور جو راجپوت بھی ان کی زد میں آ جاتا تھا اسے قتل کر دالتے تھے۔

انسانی مصیبت کی یہ قدرتی ہو گئی تھی کہ کئے ہوئے پاتھوں پھیریں سروں اور دھڑوں کے باہر لگ گئے تھے اور خون کی اور زانی تھی کہ پانی کی طرح زمین پر بہ رہا تھا۔

ہوں ہوں دن چڑھا رہا جنگ کا ہنگامہ ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ دہرے کے وقت نہایت خون آشام جنگ ہوئے تھی جس طرف اور جہاں تک بھی وہ جاتی تھی خون میں ڈوبی ہوئی سرخ سرخ کھواریں اٹھتی اور بھکتی نظر آتی تھیں بے سرکت کراپھٹے اور گیند کی طرح زمین پر گرتے تھے تو بے حرکت ہوتی تھی اور اس وقت تو دل تو دہل میں جاتا تھا بے جھوٹ تجھیں مارتے تھے۔

لڑنے والے ان ہولناک آوازوں کو براہ من رہے تھے اس سبب نظر کو دیکھ رہے تھے لیکن ان کے ہمارے دلوں پر اس کا کوئی بھی اثر نہ ہو رہا تھا وہ بھی سرگرمی سے جدال و قتل کر رہے تھے سر ہتھیروں پر رکھے نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے گویا انھیں خون سے

ہوئی کھیلنے کا بڑا شوق تھا انسان کو انسان بڑی بے دردی سے قتل کر رہے تھے جان داروں کو مٹی کا کھلونا سمجھ کر مٹا رہے تھے اور خود بھی مٹنے کو تیار نظر آتے تھے۔

جب تیسرا پیر شروع ہوا تو دونوں فرقہ یہ سمجھ کر کہ کہیں گزشتہ روز کی طرح آج بھی جنگ کا تمام نہ رہ جائے اور بھی تندی اور سرگرمی سے حملہ کرنے اور زور و قوت سے لڑنے لگے تھے۔

راجپوتوں کی اتنی بھاری تعداد تھی کہ ابھی تک ان کی تمام صفیں مصروف جنگ نہ ہوئی تھیں اگرچہ جنگ کی آگ بھڑک کر ان راجپوتوں کے قریب تک پہنچ گئی تھی جو نہایت اطمینان سے گھوڑوں اور پانگیوں میں سوار کھڑے کھڑے کر رہے تھے مگر ابھی ان کے راجپوت ہانگل تازہ دم تھے۔

مسلمان سب ہی میدان جنگ میں کود گئے تھے اور ہر شخص لڑ رہا تھا راجپوتوں نے اس محفوظ ٹھکانہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا وہ قدم قدم پر ہٹا مسلمانوں نے دیکھ لیا ملک کافر نے بلند آواز سے کہا۔ "شیر دل بجا پدو۔ کافروں سے مطلق اندیشہ نہ کرنا تم ان راجپوتوں کی ہمدردی کا امتحان کر چکے ہو استقلال سے جنگ کرتے رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ فتح یاب ہو گے۔"

یہ کہنے ہی انہوں نے غمخوار لگایا تمام مسلمانوں نے مل کر پر شور غمخوار لگایا اور اللہ۔ "کہہ کر اس شدت سے حملہ کیا کہ راجپوتوں نے اگرچہ اس حملہ کے روکنے میں اپنی قوت صرف کر دی لیکن نہ روک سکے سینکڑوں راجپوتوں کے سر جشم زبون میں اڑ گئے سینکڑوں زخمی ہو کر اوجر اوجر کھڑا گئے مگر انہوں نے پرواہ نہ کی اور پھر اللہ کا غمخوار کر پد زور حملہ کیا ان کا یہ حملہ بھی کامیاب ہوا۔ اور پھر ان کی آن میں راجپوتوں کی بڑی تعداد قتل ہو گئی۔

مگر اس عرصہ میں تازہ دم راجپوت مقابلہ پر آ گئے مسلمانوں نے ان کی پرواہ نہیں کی ان کے دل پر ان کے آجائے سے مطلق بھی میل نہ آیا۔ انہوں نے ان پر بھی سختی سے حملہ کر دیا۔

یہ راجپوت بڑے جوش اور غصہ میں بھرے ہوئے تھے انہوں نے بھی شدت سے حملہ کیا اس شدت سے کہ مسلمانوں کو قتل کر کے کی قدم بڑھ گئے ان کے حملہ سے یہ خوف ہو گیا تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو شاید راجپوت مسلمانوں کو منہم کر دیں لیکن ایک طرف سے ملک کافر نے اور دوسری طرف سے خضر خاں اور ممتاز خاں نے پر زور حملہ کر کے دشمنوں کو

روکا۔ ان کے حملے کرتے ہی مسلمان بھی سنبھل گئے اور انہوں نے بھی پلٹ کر شدت سے حملے شروع کر دیئے پھر روزِ دوشنبہ سے جنگ ہونے لگی، پھر خون کی ندیاں بہنے لگیں پھر کشتوں کے انبار لگ گئے۔"

لیکن رفتہ رفتہ دن چھپ گیا۔ اور آج بھی جنگ کا نتیجہ برآمد نہ ہوا دن چھپتے ہی راجپوتوں کے لشکر میں واپسی کا فرسنگا چوٹا گیا اور راجپوت سٹ سٹ کر اپنی فردو گاہ کی طرف لوٹنے لگے، مسلمان بھی پیچھے ہٹ کر یک جا ہوئے اور اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔"



حسین محسن

اب تک راجپوتوں کے ستہ ہزار آدمی مارے جا چکے تھے اور پانچ ہزار کے قریب زخمی ہو گئے تھے، مسلمان ڈیڑھ ہزار شہید ہو چکے تھے اور دو ہزار کے قریب زخمی ہوئے تھے، راجپوتوں کے مرنے کی تعداد اس وجہ سے زیادہ تھی کہ ہاتھیوں نے بھی کئی ہزار جوانوں کو کچل ڈالا تھا، مگر پھر بھی زیادہ تر مسلمانوں نے ہی قتل کئے تھے ہاتھیوں نے زیادہ سے زیادہ دو ہزار آدمیوں کو روندنا ہو گیا۔

میدانِ جنگ سے واپس ہوتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں نے قضا نمازیں ادا کیں، پھر زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اس سے فارغ ہو کر کھانا تیار کیا، عشاء کی نماز وقت سے کچھ دیر کے بعد پڑھی اور کھانا کھا کر سو رہے۔

آج بھی لشکر کی حفاظت پر ایک دست مقرر کر دیا گیا، صبح سویرے بیدار ہو کر انہوں نے نماز پڑھی، صبح کی دعا مانگی اور یہ سمجھ کر مسلح ہوئے گئے۔ کہ شاید راجپوت میدان میں نکلیں۔ لیکن راجپوتی لشکر میں کوئی حرکت نظر نہ آئی، جس سے مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ آج ان کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے، وہ بھی دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے خصوصاً زخمیوں اور مجروحوں کی حصار داری میں لگ گئے۔"

دوسرے روز بھی راجپوت میدان میں نہ نکلے اور مسلمان بھی فردو گاہ میں رہے، شاہزادہ خضر خاں کو شکار کا بہت ہی شوق تھا وہ ممتاز خاں اور تقریباً سو سواروں کو ساتھ لے کر پشت کی طرف شکار نکلیں گے لئے چل پڑے۔"

چونکہ اس طرف راجپوت نہ تھے۔ اس لئے کوئی اندیشہ کسی قسم کا نہ تھا، لشکر سے دور نکل کر ایک جنگل میں ٹھس گئے، اور شکار تلاش کرنے لگے، توڑی سی ہی جدوجہد کے بعد شکار مل گیا، ہرنوں کی ڈالیں نظر آئیں، شکاریوں نے انکے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے ہرن کچھ

دور تو ایک ہی ڈار میں دوڑے لیکن جب سب طرف سے ان پر یورش ہوئی تو وہ متحرق ہو کر بھاگ نکلے۔

شکار یوں نے بھی ان کا تعاقب کیا اور اس طرح وہ بھی پھنچ گئے۔ مگر شاہزادہ خضر خاں اور ممتاز خاں دونوں ساتھ ہی رہے 'شاہزادے نے تیر چلہ میں رکھ کر چھوڑا 'تیر ہرن کے پچھلے پیروں سے تیزو ہو گیا 'خوشی ہرن پوری قوت سے بھاگا مگر تھوڑی دور چوڑی بھر کر بھول گیا اور قدرے دھیمی رفتار سے چلنے لگا۔

ممتاز خاں نے بھی ایک ہرن کو زخمی کر دیا 'اور یہ دونوں اپنے اپنے شکار کی طرف دوڑے 'ممتاز خاں شرق کی طرف چلا اور شاہزادہ خضر خاں جنوب کی طرف۔"

ہرن نے یوں ہی خضر خاں کو دوڑ کر آتے ہوئے دیکھا تیزی سے بھاگا شکار وہ نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا 'ہرن چھٹا گھٹیا مار آیا بھاگا جا رہا تھا اور شاہزادہ کا گھوڑا اس کے پیچھے تھا 'دیہ تک دوڑ جا رہی 'آخر ہرن جنگل سے باہر نکل کر میدان میں دوڑنے لگا شاہزادہ نے بھی گھوڑا اس کے پیچھے ڈال دیا انہوں نے نگاہ اٹھا کر یہ بھی نہ دیکھا کہ کہاں نکل آئے ہیں اور کس طرف دوڑے جا رہے ہیں۔

ابھی وہ میدان میں نکل کر تھوڑی ہی دور دوڑنے پائے تھے کہ ایک شیریں گواڑ نکلی۔ "دراغھریے"

خضر خاں نے فوراً گھوڑا روک لیا اور اب جو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے قریب ایک میل کے فاصلہ پر راجپوتوں کا لشکر تھا 'وہ سمیت حجب ہوئے اپنی اس عاقبت نامید شانہ حرکت پر آصف کرنے لگے 'قدرت نے بڑی خیر کی وہ رک گئے 'ورنہ ہرن کے تعاقب میں راجپوتوں کے لشکر میں داخل ہو جاتے 'اور پھر غدا جانے کیا حادثہ پیش آتا۔"

اب انہوں نے اپنے منہ پر کرنے والے کو دیکھا اس لئے کہ اس کا شہرہ ادا کریں یوں ہی ان کی نگاہ لشکر کی طرف سے ہٹ کر جنوب کی طرف گئی اس طرف سے انہیں ایک مست شباب 'محرر پیکر 'حسن جمال کی دیوی اپنی طرف کو بڑھتی نظر آئی۔

اسے دیکھتے ہی خضر خاں کامل زور زور سے دھڑکنے لگا 'وہ جلدی سے گھوڑے سے کود کر اترے 'باگ ہاتھ میں پکڑی اور اس سینہ کی طرف بڑھے جس کے حسن سے وہ تمام وادی جھلکا رہی تھی۔

حیدر خوں ان کی ہی طرف بڑھی چلی آ رہی تھی 'خضر خاں نے دور ہی سے اسے پہچان لیا 'وہ ہی نازنین تھی جسے وہ 'دو شیرہ سحر' کہا کرتے تھے۔"

اس وقت اس کے چہرہ پر آفتاب کی کستاح کھینچ پڑی تھی جس سے اس کی صورت میں اس قدر چمک اُٹھی تھی کہ نظر بھر کر نہ دیکھا جاتا تھا 'بہ وہ قریب آئی تو خضر خاں نے دیکھا 'اسکے حیات بخش لبوں پر دل فریب تبسم تھا اس نے پاس آکر کہا "آپ پھر آگئے۔"

خضر خاں نے اس کے منور چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں میں آیا 'مگر خود نہیں آیا"

نازنین :- "زبردستی پکڑ کر لائے گئے ہو۔"

یہ کہتی ہی نازنین نے شوفی سے مسکرا کر شاہزادہ کو دیکھا۔

خضر خاں اس کی ہر ادا کو دیکھ کر لوٹ ہو جاتے تھے اس کا یہ شغ انہیں بہت ہی پیارا معلوم ہوا 'انہوں نے کہا۔ "زبردستی بھی نہیں کی گئی"

نازنین بھی اس کے ہنسنے سے اس کے گلابی لب کھل کر سچے مسکرتوں کی ٹہری سے زیادہ سفید و شفاف دانت نظر آئے اس کے رخ کے منور پر حسن کی روداد گئی 'خضر خاں نے دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔"

نازنین نے کہا۔ "پھر کیسے آگئے آپ؟"

خضر خاں :- کشش دل کھینچ لائی۔

نازنین :- لیکن اس لشکر کی طرف۔

خضر خاں :- اسے بھی کشش دل ہی کھینچے۔

نازنین :- مگر آپ جانتے ہیں۔ کہ تھوڑا سا بھی اور آگے بڑھ جاتے تو آپ کا کیا حشر ہو گیا۔

خضر خاں :- مگر فرار کر لیا جاتا۔

نازنین :- یہ ہی بات ہے۔

خضر خاں :- میں آپ کا شہرہ ہی ادا نہیں کر سکتا 'آپ نے وہ مرتبہ میری جان بچائی ہے۔"

نازمین :- جان بچانے والا ایثار (خدا) ہے مگر یہ فکر آپ لے کر کیوں آئے ہیں۔
 خضر خاں :- راجہ رام دیو سے خراج وصول کرنے کے لئے۔
 نازمین :- لیکن راجپوت اور مرہٹے قہر کر چکے ہیں کہ ہرگز بھی خراج ادا نہ کریں گے۔

خضر خاں :- سلطان خراج لئے بغیر نہ مانیں گے۔

نازمین :- خیر! مجھے ان باتوں سے کیا مطلب ہے؟

خضر خاں :- کیا تمہارے پتائی اس جنگ میں شریک ہیں؟

نازمین :- ہاں۔

خضر خاں :- اور تمہارے پتا کا نام راجہ رائے کرنا ہے۔

نازمین : کچھ چونگی لیکن فوراً ہی حیرت و دگر کے بونی "شاید آپ کو غلط اطلاع ملی ہو۔"

خضر خاں :- ممکن ہے کیا آپ کا نام دیول دیوی نہیں ہے۔

نازمین : پھر متعجب ہوئی مگر پھر سنبھلی "اور بولی یہ غلط اطلاعیں آپ کو کیسے پہنچیں۔"

خضر خاں : اسے دیکھتے میں کچھ ایسے معصوم و متمک تھے کہ انہوں نے نازمین کا قہر

نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ "اگر یہ غلط اطلاعیں ہیں تو پھر پتاؤ تم کون ہو؟"

نازمین :- میں پہلے ہی آپ سے عرض کر چکی ہوں کہ شاید ایک دن خود ہی آپ کو

سب کچھ معلوم ہو جائے۔

خضر خاں :- اپنے پتا سے کہنے کہ وہ اس جنگ میں شریک نہ ہوں۔

نازمین :- یہ ناممکن ہے۔

خضر خاں :- کیوں؟

نازمین :- اس لئے کہ انہیں آپ کے پتا سے بڑا کدو ہے۔ وہ ان سے انتقام لینا

چاہتے۔

خضر خاں :- کس بات کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔

نازمین :- یہ میں نہیں جانتی۔

خضر خاں :- تمہاری آنکھیں کھ رہی ہیں کہ تم سب کچھ جانتی ہو مگر بتاتی نہیں۔

نازمین :- اس ذکر کو چھوڑیے 'اپ اروا میں چلے جائیں تو اچھا ہو۔'
 خضر خاں :- نہیں۔ ہم ایک ہی دو روز میں انشاء اللہ راجپوتوں کو شکست دے کر مرجھ
 دیں گے۔

نازمین :- اس کا موقع یہ نہ آئے گا اور سلطان مارے جائیں گے۔

خضر خاں :- کس طرح؟ ————— شاید راجپوت شب خون مارنے کا ارادہ کر

رہے ہیں

نازمین :- ہاں۔

خضر خاں :- اور یہ شب خون کب مارا جائیگا۔

نازمین :- ایک ہی دو روز میں۔ افسوس میں نے آپ کو وہ راز بتا دیا جس پر ہندوؤں کی

فتح پالی کا انحصار تھا۔"

خضر خاں :- اور تم نے مجھ پر یہ تیسرا اصل کیا ہے بلکہ صرف مجھ پر ہی نہیں تمام

مسلمانوں پر یہ احسان ہے۔

نازمین :- مگر میں نے اپنی قوم کے ساتھ غداری کی ہے۔ ایثار جانے مجھے اس کی کیا

سزا ملے گی۔

خضر خاں :- خوف نہ کرو۔ تم میرے ساتھ چلو 'میں آج رات ہی کو حمیس دہلی روانہ

کروں گا۔ اعلیٰ حضرت تمہاری بی بی عزت افزائی کریں گے علیہ حضرت ملکہ عالم تمہاری شکر

گزارہوں کی۔

نازمین :- آپ کا شکریہ 'میں نہیں جانتی' مجھے اپنے پتائی سے اس قدر محبت ہے کہ

ایک دم کے لئے بھی انہیں نہیں چھوڑ سکتی۔

خضر خاں :- لیکن اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ تم نے شب خون مارنے کا راز بتا دیا ہے تو

شاید تمہارے ساتھ سختی کی جائے۔

نازمین :- "میں برداشت کر لوں گی"

خضر خاں :- لیکن مجھے تو افسوس ہو گا۔ کہ میری وجہ سے حمیس ختیاں برداشت کرنی

پڑیں۔

نازمین :- اس کا اندیشہ نہ کیجئے 'مجھ پر سختی نہ کی جائے گی۔'

[illegible]

تاریخیں :- اس لئے کہ میں ہندو کتیا (ہندو لڑکی) ہوں۔

خضر خاں :- مگر تم نے وہ حرف میری جان کیوں بچائی؟ پھر اس حالت میں جبکہ تم مجھے باجی ہو اپنی قوم کا دشمن سمجھتی ہو۔ تمہارے پتائی مجھ سے عداوت رکھتے ہیں۔

ماثرین :- میں خود حیران ہوں، اچھا اب زیادہ دیر یہاں نہ ٹھہریے کہیں کوئی آتے
ساکے۔

فخضر تھاں :- لیکن پھر کب ملاقات ہوگی۔

نازمین :- میں کچھ نہیں کہہ سکتی "آپ باتوں کو طول نہ دیجئے" میراں گھمڑے میں آپ کے لئے خالی ہے۔"

قصہ خالی ہے۔ مگر میں آج فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔

نازنین :- فیصلہ انشور کے ہاتھ میں ہے۔ وہی کرے گا۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپ اس وقت چلے جائیے۔

یہ کہتے ہی مازنین نے عجیب و غریب انداز میں ہاتھ جوڑے۔

فخر خاں کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے ”حسن کو اس قدر عاجزی کرنا زیادہ نہیں۔“

نازنین :- تب آپ ملے جائے، مجھے ہر لمحہ اندیشہ ہو رہا ہے۔ کہ سپاہی آپ کو نہ دیکھ لیں، فکرمنا سے ہی ہے اور فاصلہ بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔

خطر خالی :- تمہیں شب میرا خیال ہے تو میرے ساتھ کیوں نہیں جاتی ہو۔

تازہ نمین :- میں نہیں چاہتی ————— تم جاؤ ————— جلدی کرو۔

نازنین نے کچھ ایسی چیزوں سے یہ کہا کہ حضرت خاں کو سر قلمیہ ختم کرنا ہی پڑا اور وہ بادل نخواستہ وہاں سے ہٹ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور واپس چل پڑے۔ نازنین بھی چلی گئی۔

○

ممتاز خاں کی حیرت

عصر خاں اس بت ممتاز سے رخصت ہو کر چلے وہ بار بار اس کی طرف محوم محوم کر دیکھتے جاتے تھے، "سم تن کھنڈار ناز میں بھی پھر پھر کر دیکھتی جاتی تھی" اور چونکہ دونوں کے دل ملے ہوئے تھے "اس لیے جب ایک محوم کر دیکھتا تھا تو دوسرا بھی پھر کر دیکھنے لگتا تھا" اور اس طرح دونوں ایک دوسرے کو دیکھ لیتے تھے "آخر جب فاصلہ زیادہ ہو گیا تو ناز میں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اللوداع کہا عصر خاں نے بھی ایسا کیا "جب انہوں نے ٹھوڑے کو آگے بڑھایا۔ اور جنگل میں داخل ہوئے تو انہیں ممتاز خاں ملے "ممتاز خاں نے کہا۔ "یہ آپ اس طرف کہاں چلے گئے تھے شاہزادہ۔"

تھکے رہنے لگا۔ ”کیا کموں جس ہرن کو میں نے نشانہ بنایا تھا وہ کم بخت اس طرف دوڑا۔“

ممتاز خاں :- اور آپ نے راجپوتوں کا لشکر نہیں دیکھا تھا۔

فخر خاں :- کہہ ایسی حقائق آفریں جو ہوشی طاری رہی کہ مطلق بھی لشکر کو نہ دیکھ سکا۔

مہستار تھاں :- خدا نے پوری خیریت کی۔

خطر خالی :- ہاں بڑی قیمت ہوئی، لیکن تمنا کہ میں اللہ کے فضل میں پہنچ جاتا۔

ممتاز خاں:- لیکن ہرن خودی رک گیا۔"

مختصر حال :- مرن۔۔۔۔۔ اس کا تو پتہ بھی نہ چلا کہ کیا ہوا۔

ممتاز تھاں :- کیا وہ زخمی نہیں ہوا تھا۔

فخر خاں :- تمہا اس کے پھلے پر میں ہوسٹ ہو گیا تھا " اور وہ انگڑا رہا تھا۔ "

انہوں نے ہم پر اللہ کی کئی نعمتیں نازل فرمیں جو مسلمانوں میں موجود تھے انہوں نے بھی ان نعمتوں کی تکذکار کی۔
 عبداللہ نے علم اپنے لیے ہی ترجیح کر دیا۔ لوگ انہیں ہزاروں روپے آگے لگے۔



ابو ہریرہؓ جو صحابہ تھے انہیں جاسوسوں کے ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ اصحاب میں جھگڑا ہو گیا ہے اور وہی فتنہ
 وجود میں آیا۔ یہ فتنہ کسی ایک شخص پر نہ ہوا بلکہ اس کے تحت بھی نہیں تھیں بلکہ مختلف ممالک پر اور مختلف
 افراد پر تھا۔ ان میں تھیں۔

اصحاب کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ اصحاب کا فرمان خداوندی تھا۔ مسلمانوں
 کے لیے یہ پسند نہ آیا۔ اصحاب اور ان کے غلاموں کی حفاظت کے لیے پانچ ہزار سپاہ رکھنا تھا لیکن جب یہ مسلمان
 ابو ہریرہؓ کے قتل کے لیے اس وقت سے اس وقت سے اس نے بارہ ہزار فوج اپنے پاس ملا کر رکھی۔

اصحاب اور ابو ہریرہؓ کے درمیان جھگڑا تھا اس کی کافرانہ استدلال تھی کہ یہ نبیؐ اور رسولؐ کی جگہ
 خدا سے ہزاروں سے زیادہ سپاہ اس نے جمع کر لی تھی۔ اس کے لشکروں میں خیر ہزار جولوہی ایک شامی و لیر اور
 سو ہزار تھیں تھے۔ اس کی ہمدردی و محبت تو ان اصحاب میں تھی۔

ابو ہریرہؓ میں بارہ ہزار سپاہیوں کا کھانا ان میں سے ہر روز عبداللہؓ کی سرکار میں دے
 دیتے تھے۔ رسولؐ کے ساتھ جو لوگ رہتے تھے وہ بھی کھانے کی ضرورت نہ تھی۔

جو مسلمان عبداللہؓ کی خدمت میں آتے وہ اس لیے بہت خوش ہوتے کہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ
 ان کے بارے میں کر رہے تھے۔

مسلمانوں سے اس قدر خوش رکھنے تھے کہ ہر وقت اس لشکر میں رہتے تھے کہ جنگ ہو اور وہ لوگوں کے
 سامنے لڑیں۔ اور یہ سب شہید ہو جائیں۔ جنت کے سستی میں جائیں اور بیخ و بن قتل ہو جائیں۔ جنت کے
 اجر میں حصہ لیں جو غیر

ان کے ہاں نہ تھا۔ ان میں بہت سی جنگیں ہو جاتی تھیں تو سب میں ابو ہریرہؓ کی شرکت ہوتی تھی۔ اس قدر

انہیں محبوب و محترم رکھتے تھے کہ ان کے ہاں کھانا پکارتے تھے اس لیے ان کی کھانا کرتے تھے۔

(مستند)

بیعت ہوتے جیسے وہ بیعت سے راحت دے رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہے ہیں۔
 کہتے ہیں۔ جنگ پہلے نہ لے کر تھے۔ یہ مسلمانوں کی جگہ میں جاتے تھے وقت کو گنت
 کو دیکھتے نہ جاتے۔ اور یہ مسلمانوں کے ہاں نہ لے کر تھے۔

نہ لے کر ان کے مسلمانوں میں جنگ میں خوشی ہو جاتی تھی۔ اور ان سے انہیں آتے تھے کہ موت آ
 ہے اور غمزدہ آتی ہے۔ موت کا وقت، بلکہ اور طریقہ ستر پر ہے۔ یہ وہ اپنے وقت، بلکہ اپنے طریقہ پر
 جیتنے آئے گا۔

جب ایک چیز آئے دلا ہے اور ایک جانے والا ہے تو کہہ کر اور اسے کہتا ہوں کہ آئی اور نہ لے کر
 گی۔ جو طرح کرنا ہے اختیار ہے۔ یہ انہیں ہونا چاہیے۔ ہر ایک کو یہ معلوم ہے کہ وہ لوگ جنت
 اختیار میں ہے۔ ماسی غلاموں کو مسلمانوں نے کچھ یا خدا پروردگار نے نہیں اپنے پاک کلام کے ذریعے نہ
 دیا تھا کہ انہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ موت دے دی ہو۔

نبوت نہیں آئے گی۔ چاہے تم حضور یا رسول میں غمزدہ ہو جاؤ۔
 غرض مسلمانوں کو جنگ پر جانے کی خوشی ہوتی تھی۔ ان ان کا غمزدہ تھا۔ خدا سے نہ کہ انہیں کا غیر
 محبوب نہیں تھا۔ خدا کی کتاب میں مسلمان لکھی۔

جو یہاں عبداللہؓ میں عبداللہؓ کا ہے۔ لکھے ان میں سے کئی لوگوں کے ساتھ ان کے اہل و عیال ہوتے۔
 مسلمان مسلمان سے نہیں دے رہے تھے کہ وہ غیر ملک میں ہیں۔ غیر لوگوں میں اور یہ سب مسلمانوں میں رہتے
 ہیں۔ اگر وہ شہید ہو گئے تو ان کے جہیز پانچ سو تھیں گے۔ اور خدا پروردگار نے لکھا ہے کہ خدا ان کی حفاظت کرے
 گا اور اگر ان کا خدا آگیا ہے تو وہ شہید ہو جائیں گے۔

اپنی عورتوں پر اپنی لڑکیوں پر انہیں اپنے بچوں پر بھی جو صدقہ کوہ جنگ سے ملتا ہے۔ عزت
 کے وقت اپنی عظمت کے لیے لڑتے ہیں اور یہ مسلمان جو زندہ رہتے ہیں ان کی عورتوں، لڑکیوں اور بچوں
 کو دشمنوں کے حوالے نہیں کرے گا۔ اس لیے انہیں کوئی خوف نہیں۔ یہ انہیں اور ان کے بچوں کے لیے جو بچوں کو
 اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

عبداللہؓ میں عبداللہؓ نے نبیؐ کی شہادت کا

انہوں نے ایک راہ پر گئی تھی۔ انہوں میں ایک ایسا شخص تھا جس کا نام اصحاب کے علاقے سے آگیا
 طرح واقع تھا۔ اس نے رومی کو دیکھا۔ اس کے صدمے سے چند مراعات دی گئیں اور ان کی صورت میں اس
 سے ان کا کام لیا گیا۔ ان کے بچوں میں مسلمانوں کے لیے دوسری اور دوسری چیزیں

انکا کہتے تھے۔

دیوان لوگوں سے سوانح جزیہ کے اور کوئی بیگم نہیں رہا تھا۔ البتہ اللہ کا شت کار کرتے تھے تو ان سے پیدا ہو گا وہاں صحرانطور اللہ کی اس کے بعد دوسرا کیا جاتا تھا۔

وہیں کوئی دوسری خاتون نہ ملے تھی جو مسلمانوں کو تھے۔ کسی دھرم سے بھاگ نہیں جاتی تھی نہ انیس دہائی میں بھی جاتا تھا نہ اس سے ایسا بڑا کیا جاتا تھا جس سے انکی تو میں پادشاہی آری ہو۔

ایک روز عبداللہ بن عبد اللہ نے اعلان کر دیا کہ دوسرے روز وہ اصفہان کی طرف کوچ کریں گے۔ ان کے لشکر کے سپاہی اہواز میں رہنے والے مسلمانوں سے ملنے بیگے اور دوسرے روز فخری نند پڑھتے ہیں ان کو جیل لے اصفہان کی طرف کوچ کیا۔

○

تاریک جنگل

(۳)

سین ٹاٹ سپر سلطان تھے۔ عبداللہ بن عبداللہ نے انہیں سوانح کی کتاب لکھنے کے لیے شیخ دیکھا۔ یہ اسدای لشکر اس طرح کو پکارتا تھا کہ سب سے آگے پہلے ہوتا تھا جس میں پانچ سو مسلمان ہوتے تھے۔ ہزاروں کے بیچے کئی میل کے فاصلے پر عبداللہ بن عبداللہ ساریے چار ہزار کے لشکر کے ہوا چلتے تھے۔ ان سے چندین کے فاصلے پر ہونہوں اور چلی کا فائدہ ہوا تھا۔ اسی واقعہ کے ساتھ آگے دیکھتے ہوئے ہیں اور اسی واقعہ کے بیچے چندین کے فاصلے پر سین ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ چلتے تھے۔ اس طرح یہ فخر لشکر در کھ رہیں جاتا تھا۔

عبداللہ بن عبداللہ نے یہ انتظام بھی کیا تھا کہ ہزاروں کے آگے ایک روز پہلے جاسو سون کو غنیمت کی خبر لانے کے لیے بھیج دیتے تھے۔ ان میں سے کچھ کو رات پانچ کے دن ہزاروں میں آجاتے تھے اور انہیں دشمنوں کی جو خبریں معلوم ہوتی تھیں وہ ہزاروں کے فخر کے گوشہ گزار کرتے تھے اور یہ خبر خود جاکر عبداللہ بن عبداللہ کو خبریں سنا دیتے تھے۔

ایک ممتاز خاندان تھا جو ہزاروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اکثر وہ فتنہ باز کے عبداللہ کو دیکھتا رہتا تھا اس فتنہ میں بہت سی اور پانچ سو تھے جو جنگ میں جیتے جیتے عبداللہ کو ہمارے فتنہ دکھاتے تھے اور چاہا اگر اس فتنہ کو کوئی صفی ہوتا تھی تو اسے قتل کر دیتا تھا اور عبداللہ کو بتا دیتا تھا کہ فتنہ کا پر لیا ہوگا ہر کل فتنہ عزلی پر فتنہ ہوگا۔

ایک لشکر ایچ کی عرب کو چھوڑ کر گیا تھا اور اس علاقہ میں داخل ہو گیا جس پر اس فتنہ کی حکومت تھی وہ

نہا جس نے مگر دوسے نہرویت بھی بتا دیں کہ وہ بھی نہیں۔

۱۔ ادا بہت صلوٰۃ بڑھا کر اچھے مسلمانوں سے اور جسے مسلمان اس وقت سے
دور کر دیا۔ اس وقت سے وہ اور بھی دشمن ہو گیا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی سنگ بنیاد پر
گیر کر لے۔ چاہے جس سے لے اور جو چاہے کتنا تر کر ڈالے۔ کسی ایک مسلمان کو بھی بچا کر نہ دے۔

مسلمان جتنے تھے کہ وہ دشمن کے علاقہ میں پہنچے تھے کہ سب سے بڑا اور دشمن ضرور ان کی ناک میں ہو گا۔
اس سے نہ لے کے لے کر دے اور کے مابین آگے تھے جو ان جنوں کے سینے سے ان پر کیا اثر کرے کہ وہ براہ راست
بازار لڑے ہوئے تھے۔



ایک خدا مسلمانوں کے ایک جنگ میں تمام کیا کہ یہ جنگ میں ایک چھپا ہوا عقیدہ تھا۔ ایک اور عقیدہ تھا
اور مذہب جنگ میں دور تک پہنچ گئے۔ دوسرے مسلمانوں کو پریشان رہے کہ کیا کیوں کہ اس سے یہ اندیشہ تھا
کہ کیوں دشمن جنگ میں بھی بڑا ہوا اور اس کی طرف سے تھوڑے کوفے یا شب خون مار دے۔ کئی
ماسوس دشمن کا سر اٹھا کر لے کر لے کر جنگ میں لگے۔

بیک۔

مسلمانوں کو دشمنی کا کوئی خوف نہ تھا۔ انہیں تھا۔ انہیں خدا نے سب سے پہلے کو یہ حکم فرمایا کہ وہ دوسروں
کے ناکہ کی غرض سے خوف نہ کریں۔ لیکن اس کا جو کہ دشمن سے تھوڑے کوفے یا شب خون مار دے۔ کئی
کھانے کے لیے یہ اس کا سبب بن گیا۔

جنگ کا گھانا۔ اس پر معقول جگہ تو دقت اس کثرت سے تھی کہ جیسے ان کی دشمنی ہی ہوتی اور ان کے پیچھے
خفاہ و خفاہ کھڑے ہو۔ خود سے نکلے گئے تھے۔ گندے سے گندے اور ڈا ہول سے ڈا ہول۔ مگر اگر وہ خفاہیں
آہیں میں گم نہ گئی تھیں۔ اسے جتنا دے ہو گئے تھے کہ ان کی سطح میں زمین تک نہ پہنچنے والی تھیں۔ مابہ یہ کہ
تھا۔ اور کہیں کہیں اگر دقت کہ تھوڑے تھوڑے سے پہنچے تھے تو وہ اس قدر پہنچ گئے تھے کہ ان کے گیسے اور
خفاہیں گم کر مابین مابین ہی لگی تھیں اور اس زمانہ کے تمام جنگ میں ساری لیاقت۔

زمین پر کسی کھڑی تھی۔ کیوں کہیں بہت ہی اور کہیں کہیں نہ تھی ہوتی۔ کسی کے اوپر جنگ ہوتی
کے بارگاہ کے جیسے تھے۔ نہ کسی کو نہ کسی کے جیسے جیسے ہوتے تھے۔

جن مقامات پر مسلمانوں نے نیام کیا وہ اس سے پہلے وہ غیر شاہکار صفائی کی اور نیچے اور سب سے سب کے
دوسرے کے لیے پروردگار کو دیا۔ عورتوں کے لیے بھی وہ دیکھ جائیں گے۔ سب کے قریب سے ہی سین کے
برائے ہیں۔ جیسے جیسے چلے گئے۔

اس جنگ میں دوسری کا گہرا سایہ ہونے کی وجہ سے دن میں بھی پوری روشنی نہیں آتی تھی اور جب کھرا دقت
ہو تو اس وقت سے انداز میں چلے گئے۔ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ
تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک ایک دشمن کی جگہ تو پاس کی چیز بھی نظر نہ آتی۔ لیکن آگ دشمن کو لے کر یہ جانتی تھی
کہ دوسری دوسری کی جگہ نہ تھا۔ اس سے گہرا سایہ آجاتا تھا اور اس سے آگ کی روشنی بھی دیکھ کر جانتی تھی اور
دوسری آنکھوں میں بھی گیسے گئے تھے۔

اتفاق سے اس جنگ میں کئی روز قیام کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ماسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ دشمنی اسے
تھا کہ پریشان ہو رہے ہیں اور مسلمان جنگ کو مرنے کے پہنچ گئے تو وہ جگہ کر دے گا اور جو کہ کھانا براہ راست نہیں
ہے اس سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

ماسوسوں نے یہ بھی بتایا کہ دشمنوں کا اس کی شکل کے جنگ میں داخل ہونے کی اطلاع دے ہوئے ہے۔ یہ جنگ
اس قدر خوفناک تھا کہ مابہ کے کہ اس پر جیسا کہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان اس جنگ میں سے ہرگز نہ ہٹ سکیں گے۔

مسلمان اس انتظار میں داخل ہو گئے کہ جب دشمن جنگ کے قریب سے ہٹ جائے تب تو آگے بڑھیں۔
مسلمانوں کو اس جنگ میں کوئی بھی فخر نہیں تھا۔ وہ دوسرے زمین سے لڑا کرتے تھے۔

ایک دور مسلمانوں کا جاباب اور رفیقہ اپنے جیسے کے ساتھ گئی اس کے قدرتی فرائض پر بھی اپنا کاروبار نہیں
بہا بہ کمری تھی۔

انگوٹھی اس کے ہاتھ سے لٹکی ہوئی تھی۔

بغیر سے کہا۔

”ہو کیا! خیر ان اسام جیوں کو لڑ کر دیکھ لو۔“

یہ تو نے مردوں کے مسئلہ کا یہ دوسرا ہے کہ اگر کسی ہمارے مردوں پر عمارت ہی تو یہ یقیناً نہیں
لڑ کر دیکھ لو گے۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ اگر وہ ہم پر چھڑا دیں تو۔

اس نے اشارے سے دیکھا کہ جواب دینے سے روکا اور حلقہ کی طرف اشارہ کیا کہ مسلمان اس کا جواب
دے لیکن رفیقہ گویا نہیں سہنے کا۔

اگر وہ ہم پر چھڑا دیں تو ہم بھان سے لڑیں گے۔ آخر وہ تو ہم جو کہتے ہیں۔

ہا ہا نے مسکرا کر کہا:

نورانی کو بڑے اور بچے بھی لکھتے ہیں۔

دُعا: اور وہ بھی ظالم کے کڑوٹ پڑیں گے۔

ہا ہا: یہ میرے کہنے کی کیا بات ہے رسوا

صحت کے سے کہیں چلتے کام

لام کے کرنے کی محنت چلتے

دُعا: کیا مسلمان مردوں اور عورتوں کو بچھڑ میں یہ محنت نہیں ہے۔

ہا ہا: تم سراسر اصب نہیں سمجھیں۔

دُعا: تو صاف صاف مجھنا تا۔

ہا ہا: کتاب ہے کہ اگر تم لوگوں کے حلال روایت اور میں قرآن کے ساتھ میں قرآن پر پابندی کی اور ڈھانٹے

بلند کر ان پر پابندی کی یہ سب سے زیادہ کیا کریں گے

دُعا: اب چلو۔

ہا ہا نے غصہ سے مسکرا کر کہا

ہم انہیں خبر کے اندر پرشوں کے دھیرے بچھڑ چھڑا دیں گے۔

سداقہ نے ہنسنے کہا:

اُٹھ اُٹھ۔ ایک تھوڑی سی قربان ہو۔

ہا ہا نے سیدنا کو کہا

کیا اس میں کچھ شک ہے۔

سداقہ نے جواب دیا

بالکل جی نہیں۔ اس بات کو دیکھ کر تو دشمن کی صفوں کی صفیں خود بخود ہی جھجھکتی ہیں جانیں گے۔

کہ کہ رسوا جی بڑے

ہا ہا کو حیرت ہوئی۔ دُعا نے ہا ہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

تبارک و تعالیٰ تو ہماری ہوشیار گواہی کرے گا۔

سداقہ نے کہا

اگر ایسا واقعہ آئے تو میں تم دونوں سے آگے رہوں گا۔

ہا ہا: کون نہیں۔ یہ نازک بازو اور نرم گلہ سبھی تمہاری اور مرگ ہے۔

سداقہ: یہ نازک بازو تو ہمارا نرم گلہ تمہاریاں کو ہا ہا جانیں گی۔

سداقہ کا چہرہ محض سے سرخ ہو گیا۔ وہ شیراز کا ہا ہا، معلوم ہوئے گی۔ ہا ہا اور دُعا اس کے

جس پر سے کو دیکھنے لگیں۔



خدا نے عرب (عربی بھنی)

(۳۱)

جدا اللہ رحمہ اللہ نے چند روز تو اس بھنگ میں قیام کیا کیونکہ جب کئی روز ہو گئے تو انہیں یہ خیال ہوا کہ غنوں کے اس اندیشے سے کہ وہ بھنگ کے حق میں مے پر فوگوش ہیں اس جگہ بڑا رشتہ بڑی بڑی بات ہے۔ اگر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی اس کم ہمتی کی اطلاع ہو گئی تو وہ مرد رشتہ نگ ہوں گے۔

چند احوال نے انہیں بڑے افسردہ بنائے خبر پر طلب کیا اور ان سے کہا:

”ہم نے بڑی عقل کی کوشش کے اندر بیٹھے ہیں، ہمیں یقین ہو کر رہ گئے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ خدا کا نام لے کر یہ پیش قدمی کریں اور اگر دشمن بھنگ کے لئے مے پر چڑھے تو اس پر حملہ کر دیا لیکن یہ میری رائے ہے حکم نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم مشورہ دو کہ میری یہ رائے کہاں تک مناسب ہے اور کہاں تک غیر مناسب ہے۔“

ایک شخص نے کہا:

”اگر مجھے پہلے ہی تو میری رائے یہ ہے کہ بھنگ کے ٹھکانے پر حملہ کر دینا چاہیے۔ بات وہ نیچے بہت کر رہی ہے۔ بڑے کاوش دے گا۔ میں ان کے کہیں میں جگہ شروع ہو جائے گا جو خدا کا مشورہ ہو گا اور کہ ہے گا۔“

ایک دوسرے نے کہا:

”میرا خیال ہے کہ میں ان کے ٹھکانے پر حملہ کر دیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں غلوں

سے اپنے ہم مذہبوں کی ہمدردی میں تو میں یہاں تک نہیں جاؤں گا۔“

جدا اللہ رحمہ اللہ! کئی سے بد نظمی مناسب نہیں ہوتی۔ اگر انہیں اپنے ہم مذہبوں کے کوئی ہمدردی ہو تو وہ جس میں روک کر انہیں ہم پر چڑھاتے۔ یہ بات میں اپنے دلوں سے نکال دینی چاہیے۔

مسئلہ: امیر نے یہ بات درست ہی کی۔ جنہوں نے یہ نظر غفلت میں ایسا مشورہ دیا ہے۔ میں ان سے بڑی نہیں ہونا چاہیے۔ بہت رشتہ بڑی ہو رہی ہے کہ میں اپنی بہن خدیجہ کو روک کر انہیں چاہیے تھا۔ ہم ذرا کے مجبور ہو جاؤ گے۔ بظاہر میں شکایت ہم سب کی ہیں تو ہے۔ میں آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ جو فائدہ دے کہ انہیں لا حاصل ہے۔ ہم آناہ ہیں۔ البتہ ان کا ملک مارنے اور مشورہ کا اطلاق ہے۔ میں ان کو روک کر امیر کو ان سے بہت مناسب ہے۔ میں آگے بڑھنا چاہیے اور دشمن سے مقابلہ کر دیتے تو اس پر فوراً حملہ کر دیتا ہے۔

اور اب تو گدگدے بھی اس بات کی تائید کیا۔

جدا اللہ رحمہ اللہ! کہا:

”ابھی تو بھنگ کو بڑا ہنگامہ تھا۔“

چنانچہ جس عورتی رعایت ہو گئی اور اس وقت سے اپنے دستور میں کو بڑا کاٹھن کر دیا۔ مسلمانوں نے اس وقت سے متحرک بن کر شروع کر دی۔

چونکہ جنگ نایک تھا۔ دھوپ تو میں تک نہیں پہنچی تھی اس لیے پھر اور دوسرے جانور اور بکریاں تھیں۔ اگر مسلمانوں کو دھوپ نہ ملے تو انہیں جانوروں کا بدولت بڑی اڑتیں ہوا سخت کڑا پیش کر دینا چاہیے۔ پھر اس طرح ہنگامہ ہے جو طرح ہوا حملہ ہے لیکن اس لیے وہ مسلمانوں کو نہ تھکے۔

اس ناریک جنگ میں چند ہی روز سے مسلمان گھرا تھے کہ کہ نہ دھوپ آتی تھی نہ روز کا اور نہ آواز ہوا آتی تھی نہ فرحت تھی تھی بلکہ مائل گھٹی گھٹی رہتی تھی اس لیے مسلمان اس سے غلے کر کے لیے تھے۔ میں تھے۔ وہاں سے کو چکا کاٹھن میں کر انہیں بڑی خوشی ہوئی۔

○

دوسرے روز مسلمانوں نے اسی ترتیب سے کو بڑی کیا میں ترتیب سے وہاں تک آئے تھے جو عامیہ چاہتے تھے کہ مسلمان ابھی کچھ روز اور وہیں ٹھہرے وہیں لیکن جدا اللہ رحمہ اللہ! اس بات کو مشورہ کر دیا اور جو مسلمان

شکر کا ہے۔

جنگل کا دور تک چلنا ہوا تھا جب لشکر اس کے کھدے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اچھی دلدل ہے کچل کر گئے ہیں وہ کسی طرف گئے ہیں یہ معلوم نہ ہو سکا جس جگہ مقیم ہوتے تھے مسلمانوں نے بھی وہیں دنیا کیا۔ خدا خدا کہے جنگل سے نکلے۔ دھوپ بڑا اور روشنی میرا تھے بازہ ہوا میں ماسوں لہو کا گھٹا ہوا رہا۔ انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

یہاں بھی لشکر کا پتہ لگنے کے لیے روانہ ہوئے۔ راہ میں نے بتایا کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں وہاں ہو کر اس کے دروازہ کے قریب بیٹھا ہے میں جو انداز جنگل میں جیسے مسلمانوں نے یہودی کی ہے، عزرائیل اور جہنم سے کثرت سے ہوتے ہیں اس لیے اس کے قریب آبادی نہیں ہے۔ بلکہ اس جنگل سے بہت ڈرتے ہیں اور اس کے اندر گھسنے کی جرأت نہیں کرتے۔ آج کل جنگل سے کئی لشکر کا نام پر ہے۔

مسلمانوں نے ایک سڑق جنگل کے کنارے پر بھی بنوا کر رکھا۔ دوسرے دور آگے بڑھے اور جہنم کے کنارے پر واقع ہے۔

یہ ایک پریشانی کا مقام تھا۔ اسی میدان میں کچھ مسلمان بڑی دھم دھام لکھ رہے تھے۔ اس میں کہیں کہیں آکا دکان دھندلتی تھی اور کہیں کہیں درختوں کے جھنڈے تھے۔ اس سڑق کے میدان میں چشمہ بن کر نکلتا تھا جو اب رہا تھا۔ چرنگر اس کے کناروں پر میدان چھلکا ہوا تھا اس لیے دور سے دیکھنے پر دریا کا سفید پانی بہت ہی جگہ صاف ہوتا تھا۔

جب مسلمانوں نے مشاک کا رخ دھندلتی پڑھی تو چاند نکل کر آ۔ سفید چاندنی مارے میدان میں پھیل گئی۔ آسمان سے نور کا بارش ہونے لگی اور اس نور میں درخت، گھاٹ، سس پھل، نیچے، سائیکس، کھجور، انسان اور مویشی سب فنا گئے بہت ہی پرکھن منظر تھا۔

اس وقت مسلمانوں کا بابا، رفیعہ اور چند دوسری لڑکیاں مر رہی تھیں۔ باہر نکل کر کھینے اور جاگ دوڑ کرنے لگیں۔ کئی کئی ہاتھوں جھنڈے اور نئے خون میں نیچو نشیں اور نئے جوش میں نئی نئی انگلیں ہونے لگیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہی نہیں۔ کچھ دیکھ کر وہی نہیں۔ اچھڑا دی نہیں اور ہلکے پھلکے چور چور تھی اور وہ کچھ دھندلتی جھرتے دھندلتی تھیں۔ اس کے آگے سے پہلے سب لڑکیاں دو دو دو چپ جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ سفید چور آیا۔ وہ غریب کا درخت چھنے لگی۔ مسلمان درختوں کے اس جھنڈ کی طرف دیکھے تو وہی چل چڑھاں سے جھنڈ کے کھانسی پر تھا۔

وہ اس جھنڈ میں پہنچ کر قیدہ کر دیکھنے لگی۔ رفیعہ دھندلتی سے آگے جوتی نظر آ رہی تھی مگر اس سے دور

نہیں اور ڈر کر دھندلتی جانے لگیں چپ گئی تھیں۔

وہ ایک درخت کے تنے سے لگی کھڑی تھی وہ تھا اس نے ایک گرجا دارا کی طرف دیکھا ہے؟

وہ ایک آج کل پڑی۔ اس کا ہاتھ لگا دھرتی کے تھا۔ اس نے جدی سے پت کر دیکھا۔ مہر لوت میں کھڑے تھے۔

مسلمانوں نے بھی ماسوں کے کرکے۔

آہ۔ تم۔ تم۔ تم نے تو ڈر رہی دیکھو۔

میں نے کہا۔

تم سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں نے نہیں ڈرا وہ بات تم سے خستہ قریب کا طرح اچھل پڑی۔

مسلمانوں نے جوش باندھا ہوا ہے انہیں دیکھ کر کہا۔

یہ تم آگیاں سے گئے اس وقت؟

میں نے جواب دیا۔

کیا نہیں؟ میرا پروردگار کی حفاظت اور نگرانی میرے دے ہے۔

مسلمانوں نے کہا۔ اچھا تو تم حفاظت اور نگرانی کر رہے تھے کیا؟

میں اس طرف آ رہا تھا میں نے درختوں کے کھینے کہا آواز میں نہیں۔ قہقہہ ہوا کہ مر رہی تھی۔ باہر نکل کر کہیں کہیں دیکھیں۔ میں میں میں تم سے دور درختوں کے اس جھنڈ میں آ کر کھڑا ہوا تھا مہر لوت چھٹا تھی۔ میں نے پہچان لیا۔

مسلمانوں نے حیا دار نظروں سے انکی طرف دیکھ کر کہا۔

پہچان لیا۔ کیسے؟

میں۔ خدا سے بلکہ جو مسلمانوں سے لگے ہیں وہ چاندنی میں جھلکا ہے۔ میں۔ ان مسلمانوں سے میں نے نہیں پہچان لیا۔

مسلمانوں نے گرتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

میں۔ حیا دار نے گھٹا تھا کہ تم دیکھ کر چل پڑو گے۔ پھر میں نے قہقہہ بہت سے آواز دی تھی۔

۱۔ خدا عرب میں پہنچ کر کہتے ہیں : (ماریتہ کی تصویر صوفی)

سنا : خوب۔ یہ آہستگی کا آواز تھا جو محلے میدان میں گونگا لگی۔

میں : میدان جنگ کی آواز جو میرے زانو پر غور ہوئی گئی۔

اسی وقت میدان میں ٹرکوں کی آواز آئی۔ کچھ وقت کے بعد غیہ نے ٹوڑ دی۔

سنا : یہ غیہ ٹرکوں کی آواز، جاہلوں کی جھڑپوں میں نے۔

سنا : یہ میدان کے کنا۔

اگر یہ شریوں کیل بدلتا جو میں اور نہیں دیکھوں میں تو :

میں : تمہارا ڈر آگے جاتی، میں درگاہ میں چھپا ہوں گا۔

سنا : تیزی سے جھڑپ سے باہر لگی۔ اس نے مگر صلی کی طرف دیکھا، اس کی حسرت سے بندھی

چمک رہی تھی۔ وہ ایک دم اڑی اور اپنی بیسوں کا نصف دوری چلی گئی۔



سنا : اسے نہیں دیکھا گورہ، ہر اس کے چند سے چمکے اس وقت تک لگا رہا جب تک وہ نظر
آتا رہا۔ دوسرے کنا سے پرہیز کر سکتے تھے مگر کے پردے گرا دیے اور سب کچھ قبول نے بھی پردے
گرا دیے۔

مگر وہ ریل کر سکتے تھے تمام کیا نیچے اور میدان غیب کر رہے تھے۔ اول انھوں نے کھانا پکا کر کھا،
اور پھر حالت کے ساتھ میرے لہر کی نماز پڑھی۔

نماز سے فاضل ہو کر عبداللہ بن عبداللہ بیٹھے ہی تھے کہ دو عاصی ان کے پاس آئے۔ وہ بہت پریشان ہوئے
گھبرائے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے دل سے دھت تھے۔ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبداللہ نے انہیں
دکھ کر کہا،

”خبر تو ہے۔ یہ تمہاری کیا حالت ہے؟“

عاصی سے ایک نے کہا،

”میرے باکات اسی وقت بڑھ چکا ہے۔“

عبداللہ نے پوچھا،

”کیا تم نے دشمنوں کا کوئی لشکر دیکھا ہے؟“

عاصی : جی ہاں اور انہا جارحیت کہ ہے کہ ہم اسے غدار نہیں کہتے۔

عبداللہ : کتنی دیر ہے وہ لشکر۔

عاصی : بہت قریب ہے۔ میں پوچھ لیں کہ آپ کے سامنے آئیں گے۔ مگر وہاں دل لشکر ہے جیسے اتفاق
آگے ہے۔

عبداللہ نے کہا،

”لا حول ولا قوۃ الا باللہ :“

یعنی : نہیں ہے وہاں اور نہ قوت مگر سوائے اللہ کے :

انھوں نے عاصی سے کہا،

”تم نے کوسری کی نیا، کی کثرت کا ذکر کیا ہے؟ میں ڈرانا چاہتا ہوں، تم نہیں جانتے کہ وہ قوم میں جو دشمن
کی کثرت سے نہیں ڈرتے، ہمارے دلوں میں سوائے خدا کے کسی کا حق نہیں مانتا۔ اگر خدا نے ہمارے قوم میں
تمہارے سے سزا دے اسے اپنے کارنامے عیب دیکھ لے گا وہ گناہوں سے تم کو یہ بتاؤ کہ خدا کی
یعنی چٹکے والے سے آگے۔ شکر کہ کوئی اور میدان اس سے بڑا ہے۔“

کھدے نہیں ڈرتے۔ ہم جلا کر ان ناکسوں کے ٹکڑے بنائے ہیں۔ شہادت بخار میں تھک چکے۔ جو سے
 جلا کر کوئی جانور کھاد بنادیا جس جگہ کڑا لپٹا ہے اس لیے ہماری دایہ کی کاکری کو لایا گیا۔
 بد اللہ! تم اچھی ہی جہن کے اکھڑا تھا۔ اپنے لیے تو یہ کہہ سکتے ہو کہیں دوسروں کے لیے نہیں۔

بنت ہی آکر رہی آئیں۔

میں بھی جھکے ہیں۔

انھوں نے ہم جب کی تو جانی کی ہے۔

سیل نے کہا۔

نہر صلا کا یہ قید ہے کہ اللہ ہلا ہے اور یہ جنت میں ہے کہ اللہ ہلا ہے اللہ شکر کہ انہیں
 ہے۔ دیکھو، یہ جلا کر کڑا ہے اور ہم بیچ کر رہے ہیں۔ جب اللہ ہلا ہے تو ہمیں کافور ہو سکتا ہے
 ہم دشمنوں کی کثرت سے کچھ ڈرتے۔

بد اللہ نے یہ سنا کہ

تم نے سچ کہا۔ اللہ ہلا ہے اور ہم اللہ کے ہی۔ جس کا اللہ پروردہ جلا ہے ہیں۔ انہیں کسی کا
 خوف نہیں ہوگا۔ یاد رکھو کہ مسلمان اللہ کا ہے گا۔ اللہ ضرور میں کہہ سکتے گا کہ اللہ اللہ ہے۔

مسلمانوں کو اللہ ہم پر ہے۔

اللہ اللہ سے مسلمان بیچ کر رہے اور جب صلا اللہ کو جوڑیں گے اللہ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

بد اللہ اللہ اللہ نے فرمایا:

تم میرا ذکر کرو میں خدا کو یاد کروں گا۔

کھدہ قزاقی ان ہے کہ اللہ جلا کر کہے۔ ہم زمین پر ہی کار کو حشر۔ ہمارے قود، ہمارا کو حشر
 دے گا اور ہم سب کو حشر ہو کر رہ جائیں گے۔ آج وہ نام سے لڑتا ہے، اکی وقت ہم دیکھ سے ڈرتے گے
 ہلکی ترقی کا لڑا خدا کا عبادت میں شریک۔ اصل چیز تعبدت ہی ہے۔ ہم اس کا عبادت بھی نہیں گے تو جانتے
 جانتے رہیں گے۔ اللہ جب اللہ سے جانتے گے تو خدا ہمارا کھدہ ہے گا اور جب خدا ہمارا ہے گا تو ہم
 ہم ترقی کیے کر سکیں گے۔ جتنا اللہ کے لئے ہے جتنا جانی گے۔ میں عبادت اس کو جہ سے بہت خوش ہو کہ
 تم خدا کو حشر کر سکتے ہو۔

مسلم: ہم سب کے کم کے منتظر ہیں۔ چاہیں تو آپ جہ سے کر لے کر میں اور چاہیں تو میں دشمن کے
 آئے گا اللہ کو یاد کروں گا۔

بد اللہ: چونکہ اس سے آگے کوئی بدی نہیں ہے اس لیے ہم اللہ کا عبادت نہیں معلوم ہو کر میں دشمن کے آئے گا
 اللہ کو یاد کروں گا اور اللہ سے جو تو اس سے آگاہ کر۔
 سب نے کہا:

میں کہنے کا سب ہے۔

بد اللہ: جس طرح اللہ اللہ کی عبادت ہو گئی ہے اس طرح کوئی اس کے ہوسوں نے جلا کر کوئی
 ہوگی اور کھدے ہے یہ بھی کہ جو کہ ہم بہت تھکے ہیں۔ اس سے دشمن کے دلوں میں جو صلہ پڑا ہو اور
 وہ انھیں اللہ آکر یا شب خون پڑی۔ اس لیے میں یہ کہوں گا کہ مارا لکھو جو خدا ہے۔ ہر سچا ہی اپنے
 جتنا اپنے پاس رکھے گا کہ:

انصر العیر یا اللہ اللہ بنو

یعنی تو میں کے درگاہ۔ ہلا کر

کہا آواز سننے ہی جتنا اللہ کر لکھ پڑ۔ جو دستہ قلعہ پر ہے کھدہ زیادہ ہوشیار رہے کہ لکھ کر لکھ
 رات کو لشکر میں کثرت سے آگہوش کی جائے۔

چاہوں نے کہا:

میں نے سنا۔ ہم اللہ کر لکھ:

چونکہ اب صبر کا کار کا وقت ہو گیا تھا اس لیے صحت کے ساتھ نماز ادا کی اور سب اپنی اپنی کام لگا دیں
 کہ اللہ اللہ ہو گئے۔



باب : میں نے بد (بہ) کیا۔

بہاؤ الدین

مگر بھی بری ہے رفیعہ اور اس کا ڈرنا تو عجیب ہے۔

سید : تو کون میں تیرے ساتھ لباہ ؟

باب : بظہر اور اس کا نام میرا تھا بھولا بھٹی ہیں۔

یہ رفیعہ ہی تھی جس نے باب کے چنگی کی تھی۔ اس نے پروہ کے بچے سے کہا :

یہ جس ڈر پر کہ گھبراہٹ ہے جان جان ؟

سید : یہ کب کہے باب نے کہ تم اور اس کا ڈر پر کہ (در دل) اور اس نے توجہ لکھا کہ جب نہیں کہ یہ

دونوں ڈر ہیں۔

سید : ابھی گھبراہٹ میں تھے اور اس سے جا کہہ دی تھی۔ کبھی کبھی اس کی حسرتیں نکلیں تو ایک دفعہ

اس نے رفیعہ سے مخاطب ہو کر کہا :

تھا تم نے۔ وہ باب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

باب نے سید سے کہا :

بھائی جان تم نے میری بھلائی تھی تم نے میری بھلائی تھی۔

سید : میں کسی سے کیوں بھلاؤں گا۔

سید : ابھی میں نے تمہارا ڈرنا ہی تو نہیں کیا باب۔

باب : ابھی سمجھا ہے۔

یہ کہنے کے بعد باب نے سید کی طرف دیکھ کر کہا وہ اس کے لیے بھلائی کے لیے بھلائی تھی۔

کب سے تمہارا سید کے گھر پر آئی۔ انہوں نے اسے سمجھا ہے۔

باب : ابھی میں نے تمہارا سید کے گھر پر آئی۔

سید : سید نے اسے بہت زیادہ شرمائی تھی۔ شرم نے اسے حیا کی بھلائی بنا دیا تھا۔ باب اسے اس کی بھلائی

بھلائی تھی۔ اس نے اسے شرمائی تھی۔ شرم نے اسے حیا کی بھلائی بنا دیا تھا۔ باب اسے اس کی بھلائی

بھلائی تھی۔ اس نے اسے شرمائی تھی۔ شرم نے اسے حیا کی بھلائی بنا دیا تھا۔ باب اسے اس کی بھلائی

سید : باب بڑی شرم سے۔

سید : گھر وہ اس کے گھر پر آئی۔

شرارت

(۳۲)

سید : عبد اللہ سے رخصت ہو کر چلے۔ وہ دربار کے قریب سے گزرے۔ اتفاق سے باب نے انہیں

دیکھ لیا۔ اس نے آواز دی :

”بھائی جان“

سید نے دیکھا کہ وہ کپڑوں کے درمیان سے نکلتے ہوئے تھے۔ اولیٰ نے کہا :

”ابھی باب ؟“

باب : کہاں سے آ رہے ہو کپڑے

سید : اس کے پاس سے۔

باب : کب لگے تھے ؟

سید : بتاؤ یہ کہ کیوں لگتا ہے کہ تم اور تمہاری سید کی سفید عافیت نہ ہو جاؤ۔

باب نے ہنس کر کہا :

”میں تو بڑی گلی کا خوب گلی تھی۔ جو تمہاری رفیعہ اور سید ڈر جائیں تو جب نہیں۔“

کسی نے باب کے ذہن سے پوچھا کہ اس نے بڑے بڑے کچھ لکھا کہ :

”مگر سید کے ذہن سے لکھا ہے۔“

سید : گھر کے باب تھا نہیں ہے۔ مگر اس کی سید کی اس کے ساتھ چمکنا انہوں نے سنا کہ کوئی

آہنگ سے بڑی تھی : ”میں بڑا دل بھائی ہے۔“

لیکچر: اورینٹل کونٹریز

سوی برابری۔ اگر ان کے چوتھے جلد تو۔

باب ۱ اگر کسی کو جہاد نہیں لگانے کی عادت ہو تو۔

میں نے: جیسا کہ میں نے اپنے کی حکومت میں اور یہ بات ہے۔

سدا زنی سر میل نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہ:

اسی باتوں میں آگئے تم بھی۔ یہ بڑی چال ہے۔

نقص: ۱۔

جو بصورت چریں کیا ہوتا ایسی ہی جان و بصورت ذات تھامے جانے کھڑی ہے۔

رہا ہے اس کے قابلِ چہرے کی عمر نہ رہی۔ اس کی اور عفت کے چہرے پر پانچویں کے چند سہارے تھے۔

میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا تھا۔

(۱) (۲)

یہ وہ نیکو کی بجائے کجی ہے۔ اس نے غلوں سے بھکائی ہوئی تھی۔

فیصلہ ۲: جس کی ایک عین ایسا ہی تحریریں ہیں اور جو

یہاں کسی مسکین صورت بنا کے کھڑے نہ ہوں گے۔

راقبہ: جیسے واقعی شرم کی گڑیا ہو۔ ابھری ہوئی کیوں کہ شرم

علاج: در نہ یہ انٹی فونڈ لگانے کی خاصی ضرورت ہے۔ آگے کی جملہ گیسوں اور موائوں سے

میں: اجماع تو تم قیوں پر نبیوں کی طرح دقتیں رکھو۔ میں عار ہوں۔

بابیہ : گھر فرم چلے گاں ۔ وہ ڈروال یاں تودہ بھی گئی ۔

پسلی: اسی لیے تو پھر مہتابا کہ تم جمنی اور جمنیگی۔

یہیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں ڈرتے ڈرتے نکال رہی ہوں۔

قیومہ : جب تک دن کیس جانتی۔ فیصد حقائق سے پوچھ لو۔

تاریخ ۱۳۰۲

مجلس شورای اسلامی

سورہ شوریٰ کا حکم ہے کہ اگر ایک عورت سے بچہ ہو تو اس کے باپ کو دینا چاہیے۔

طریقوں کی بھی تہیں ڈھانڈھیں۔

کچھ شرم اور کچھ خوشی سے اس کا چہرہ اور بھی لکڑی ہو گیا۔ بالکل تازہ گلاب کے پھول کی جی بن گیا۔

دیکھا اور نگاہیں اٹھائیں۔ پھر کہا:

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تم بھی دھڑپا سہو مجھ اور اللہ اکبر کے درمیان کی یہ حد۔

نورجیائے کیا یا منہ ہے

بات یہ ہے کہ جاموزیادہ نے جو کہ دشمنوں کا بے شمار لشکر ہم سے قریب ہے۔ امیر نے رات کو

یہ سب سے بڑا فرق ہے۔

بہار میں سڑک پر دو سے لے کر آٹھ سالہ بچے بیٹھے ہیں۔

یہی بات اچھی کی بات — اے دو جو سب سے زیادہ اچھے اور ساری دنیا کی عزتوں پر فخر کرتے ہو۔

سلام ہے سارے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ مجھے کوئی جواب دے سکتے ہیں تو یہ جواب ہے کہ

1

یہاں پر ایک اور عجیب و غریب واقعہ

تقریباً ہر کسی کی جیب میں ہے۔

وقت آئے۔ وہ جہاں گیا کہ کس قدر ہلکا ہوا۔ آواز یہاں گھڑی کیا کہ جی پو۔

وہ مسجد کا واقعہ پوچھ کر سراپہ ۱۰ میں لے گئی۔

حکایت دہاں سے چلے گئے۔ عورت نے کہا ہے کہ:

پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت

اچھا۔ اب میں مجھے پشیمانیوں کو

کیا مشرکیت کی جے انحراف ہے؟

جیسے عیسائی، لہجہ معلوم ہی نہیں۔

ہے انا معلوم ہے کہ تم نے کیا کہا جانے (جیل) اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے یہ کیا کہیں گے۔ انا بھی پتہ ہے۔

ابن عربی: میرا کھنڈا دیکھو

[illegible]

1000

رفیقہ نے چیلنگ کی کہ
 "خیر و خیر نہیں آگیا ہرگز"
 کہہ کر چل دی۔ تو سب ہنسنے لگے۔

دہندہ نے غصہ کیا کہ
 "اگر تو دیکھ لے"

مسکراتے ہوئے۔ تم دونوں ناخوش ہو۔

باب : اللہ اللہ۔ جیسے قدارا ہم پھر ملے۔

سلسلہ : اس میں کچھ شک ہے۔

رفیقہ : بالکل نہیں۔ کسی کے جسم کو امانہ اس کے دل سے ہوتا ہے اور میں اس کی ضمانت دیتی ہوں کہ خدا
 دل پھر لے۔

مسکراتے ہوئے کہہ کر۔ میرا دل پھر کا لکھ لے۔

باب : سچ نہ مری رہا۔ اگر ان کا دل پھر کا لکھ لے گا تو یہ جانی جانی کو دیکھنے کے لیے سراپا ہونے سے باہر
 چلا آئے گا۔

رفیقہ : یہ بھی سچ ہے۔

سلسلہ : اور خیر و خیر سے کیا ہو گیا ہے۔

باب : کیسے کوئی تیرے جیسا نہ ہو۔ جسے اعلیٰ نہیں بڑی بھولا۔

رفیقہ : کوئی بھولا ہے کہ جو پتا پتا باتیں کرے وہ مسکین اور بھول نہیں ہو سکتا۔

باب : نے ان میں سے کون سے ہوئے۔

رفیقہ : کہہ گئے ہوں گے۔ پتہ میں سے آنکھوں سے اندھے کیے کہ جی آؤ مگر یہ کیوں نہ
 ہو۔ جو مانجے کا ہاتھ اور گھٹ کر لے۔

رفیقہ : اچھا جی کیا تم نے۔ میں تو خدا جانے کیا کیا کر رہی ہوں اور انہیں کھڑا نہیں۔

سلسلہ : کبھی جانتی ہو کہ میرا جاق اور کبھی حسرت پریشانی پر مشغول دکھانے کے لیے لی ڈال رہی تھی
 گویا یہ اور رفیقہ جیسا کہ ہے۔

الفاظ سے اذان ہو گئی اور یہ خند نماز کے لیے چلی گئیں۔



خدا پرست

(۳۳)

چو کہ ابیر بعد اللہ نے مسلمانوں کو پریشان کرنے کا ایک نیا اور دشمن کے شبہ خدا نے کام میں بندھا
 لیا اس لیے رات کو مسلمانوں نے لشکر کا ہمراہ لیا۔ جنگوں سے اعلیٰ اور دشمن کی ہتھیار بنے۔ اسی رنگے اور ہتھیار وہے
 اگر وقت پر ملے۔ اس طرح ہو سکتا ہے۔ دینے رات بھر نایت ہو سکتا ہے۔ اس طرح لکھ لکھتے
 کہتے ہیں۔

اسی طرح ہی مسلمانوں میں تمہارا کرتے۔ وہ مشکاں نماز پڑھ کر سوجھتے تھے۔ پھر راتوں رات کے
 بعد اللہ کو سونگتے اور تمہارا کرتے تھے۔ نماز پڑھ کر خدا کی شریف کی قوت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غریبوں کا
 فکر نماز ہمارے ساتھ پڑھ کر سونے اور چاہت کے وقت اللہ ملے۔

کثرت سے ایسے مسلمان تھے جو بھی رات کو اللہ کو سونگتے اور غریبوں کی قوت شریف پڑھتے رہتے
 ایسے ہی مسلمان تھے جو خدا کی قوت کے بعد نماز کی کام اللہ کی کرتے یا عبادت مند ہوتے اور اللہ کے
 پیچے اور عورتیں بھی کہ نماز پڑھ کر لکھا۔ جبکہ اللہ کی قوت کرتے اور چاہت کے نماز تک مسلسل قیامت میں مشغول
 رہتے تھے۔

غرض یہ ایسے مسلمان تھے جو ہر وقت خدا کی عبادت کرتے تھے۔ اسی کے ذریعے انہیں فرصت ہوتی تھی۔ ان کی
 کو پڑھتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی عبادت میں مسلمان کسی کو بھی خدا کی یاد سے لاپرواہ نہیں ہوتے تھے۔ جو خدا کو یاد کر رہا
 تھا اللہ پر وہ کام کر رہا تھا جس میں اللہ اور اللہ کی باتیں نہ کر رہا تھا۔ چنانچہ اللہ کی عبادت کیلئے ہی اس لیے

وہاں ہر چہشت اور ساری رات کہتے تھے۔ انہوں نے جہاد کرتے ہوئے اپنا خون بہا کر دیا اور وہاں سے
مٹھ کر نکلے جاتے تھے۔

جب یہ خدا کو یاد کرتے تھے وہ اس کی بات کہتے تھے۔ اس پر پھر وہ کہتے تھے، اس کے احکام
کی تعمیل کرتے تھے تو خدا ہی پر مہربان ہو کر ان کو تیار کر دے گا۔ ان پر اپنے انعامات کی بارگاہ
بکھول دے گا۔

خدا کی حمد کا یہ دعا ہے: (یعنی دولت، غرور، عظمت، عزت، عظمت اور کھوسہ بختی کا دعا ہے)۔ یہ دعا ہے کہ
ریت ہو اور یہ دعا ہے مسلمان جس بات کی خواہش کرتے تھے وہ پورا ہو۔ جو دعا کہتے تھے وہ پورا ہو۔
ایک دم مسلمان ہیں۔ یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ خواہشیں دم توڑ کر جاتی ہیں۔ گویا:

نہ دعاؤں میں اثر ہے نہ دوا میں تاثیر

تیرم چنے چلاتے ہیں خدا جوتے ہیں

جب یہ دعا خواہشیں پوری نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔



یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

یہ دعا ہے کہ تمہاری ہمت نہیں ہوتی۔ وہ اس کی تعمیل نہیں کرتی تو خدا کی شکایت کرنے لگتے ہیں۔ اسے
کہ جن میں سزا ڈالی گئی ہے ان میں سے کچھ خدا کے احکامات کو نہ مانتے ہیں۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں
اس سے ڈرتے اور اس کی بات کہتے ہیں۔

انہیں امیر عبد اللہ کے پاس لے جایا گیا۔

امیر عبد اللہ نے کہا:

ایک خبر ہے کہ اسے پتہ چلے گا کہ میری کیا ہے۔

انہوں نے ایک نے کہا:

میرا خبر ہے جو ہم دیکھتے ہیں اس پر:

عبد اللہ: سناؤ۔ کیا خبر ہے جو تم۔

جاسوسی: ایسا لشکر کو فساد خبر ہو گئی ہے اور وہ ایک تار کے گھوڑوں کی طرح تھکی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

عبد اللہ: یہ امر تو یقینی تھا۔

جاسوسی: ایسا لشکر صلابت کی طرح بنا چلا آ رہا ہے۔ اندر سے کہیں یہ تھکا ہوا لشکر اس کے سامنے نہ

خانا کی طرح بہت بدلتے۔

عبد اللہ: اس کا اندیشہ نہ کرو۔ یہ بناؤ وہ ہم سے کتنی دور ہے۔

جاسوسی: بہت قریب آ گیا ہے۔ اندر جہاز ان کے گھوڑوں کے ہتھکنڈے کی آواز سن رہی ہیں۔

عبد اللہ: اچھا ہوا۔ خدا نے دشمن کو یس بھیج دیا۔ میں خدا کی طرف بڑھنے کی فکر میں تھا۔

جاسوسی: نہ جرت سے امیر عبد اللہ کی طرف دیکھا۔ ایک جاسوسی سے منہ ڈالیا۔ اس نے کہا:

اب اس بے شمار لشکر کی طرف بڑھنا چاہتے تھے؟

امیر عبد اللہ نے منہ لگا سے کہا:

انہوں نے ہم شکر کو بھڑکایا۔ یہ سزاوارہ کچھ نہیں کہتے۔ ان میں دلیرانہ مستقل نہیں ہوتا۔ نہیں تعجب

ہو رہا ہے میرا جیسا کہ سنا۔ مگر جب جنگ کی آخری روش ہوگی اور مسلمان اس آگ میں کودیں گے اس وقت نہیں

اور میں تعجب ہو گا کہ تم دیکھو گے کہ مسلمان کس بے ہوشی سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جس طرح شیر بکریوں میں گھسی کر

انہیں چیر پھاڑ دیتے ہیں۔ انشاء اللہ اس طرح مسلمان انہیں چیر پھاڑ دیں گے۔

ان جاسوسی نے مسلمانوں کی جنگ نہیں دیکھی تھی۔ وہ ڈر رہے تھے۔ مگر یہ سنا کہ بے شمار لشکر دیکھ کر اس میں

تعجب تھا میرے اس لئے کہ پورا ویرانہ تھی مسلمانوں کے ایمان پر۔

ابھی امیر عبد اللہ جاسوسی سے باتیں کر رہے تھے کہ خود ہوا۔ امیر عبد اللہ فوراً کھڑے ہوئے اور

پڑ پڑاں بچے میرے۔

”سوچو کہ یہ دشمن کا لشکر قریب آ گیا ہے۔“

اسی وقت کئی قریب آئی کھڑی ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے کہا:

”امیر۔ پلہ سے لشکر کے سامنے اس قدر گھونپا ڈال رہے ہیں جیسے بڑے دھڑکی آئی ہو۔“

عبد اللہ: یہ عجیبی لشکر کی آمد ہے۔ اعلان کرو کہ مسلمان کھڑے ہیں۔

فوراً اس بات کا اعلان کر دیا گیا۔ امیر عبد اللہ بھی کھڑے ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر چھوڑ گئے

ساتھ اپنے لشکر کی طرف بڑھے۔



بخوشی شکر کی آہ

(۳)

ایرہ عبداللہ! کتنی حسرت پر یہ کہہ کر رہے ہو گئے۔ کچھ آہ افسر ہی اللہ کے ساتھ تھے انہوں نے
ہر اچھے افق سے آہی افق کو روک دے نہ کہ سارے فوجی کر اپنے دامن میں لیے رخصتی کی آہیں سوچ
خود سے دیکھتے تھے۔ آہی افق کو روک دے نہ کہ سارے فوجی کر اپنے دامن میں لیے رخصتی کی آہیں سوچ

عبداللہ نے کہا:

تو انہوں نے شکر کرنا ہے۔

ایک افسر نے کہا:

آپ اپنی ساری محنت بستہ ہونے کا کم ہو رہی۔

عبداللہ! قلم لکھتے صاحب ہے۔ کیوں عید پر خوشی شکر کر سید بہادر سے انکسلا ہو گیا ہے۔ اس کے لئے
بالے بند ہے۔ ہونٹ لگاتے ہیں۔ چھ مفرور ہے۔

افسوس ایک اعزازی ہے کہ:

مستراح میں یہ جگہ کہ زور گاہ سے ٹکڑا کر ساری محنت بستہ ہوئے۔ علم جو امیر الہیوتی نے
بہار سے لے کر تارے کی ہے کہ:

افسوس وہ نہ ہو گئے۔ میرے اپنے سہیل ہے کہ:

اب میں آگے بڑھ کر کھڑا ہونا چاہیے تاکہ اس سے نیچے جو میدان ہے اس میں ہر دین اسلام صحت
رہ کر رہیں۔

افسوس بہت غصہ ہے۔ چاہیے۔ لیکن اگر غصہ ہو تو سب کو ہر اٹھا کر لا دیکھ کر کہ جو زور لگا کر
بہادر لکھتے انکسلا کر کے فرود گاہ کے آگے لگا کر سے چڑھیں۔ خود زور لکھ کے وقت ہائی دہ کر رہیں۔
عبداللہ! میں بخوشی صبح رہا تھا۔

خون نے ایک اعزازی سے غصہ ہو کر کہا:

تیا افق! (اسے جانتا) ہم سب کے پاس چلے جاؤ۔ جی سے کوئی دھم آگے ہے۔ اپنے ہر اہیوں میں سے
دو سو گز صحت کر۔ سارے زور لکھ کر اپنی محنت کے لیے چھوڑ دو۔ خود اپنی سب سے کوئی دھم لکھ کر
کنا سے کر گئے۔ جو پیش اور جب تک ان کے پاس میرا میرے کسی نہ تو تمام کا حکم نہ پہنچے۔ ہر اہی
لگ چھ کر گئے۔ رہیں۔ ہر گز جنگ۔ جی شکر نہ کر رہیں۔

جب اعزازی چلے گئے تو انہیں دیکھ کر عبداللہ نے پھر کہا:

ان سے یہ بھی کہہ کر دے۔ خود زور لکھ کر اس بات سے آگے کہ وہ جاکر دھم آگے ہے۔ اگر جگہ مفرور ہو
چلے تو وہ بھی مستراح میں۔ محکم ہے انہیں بھی لڑائی میں سب سے بند ہے۔

افسوس چلے گئے۔ عبداللہ! میرا لڑائی دیکھنے کے بعد عرض کر دے کہ ازاداب بند لکھ کر آپ کا تمام
یہاں پر آگے۔ جسے دوست آگے کر رہی ہو۔

عبداللہ نے کہا:

ایک ماحول ہو گا۔ وہاں کا میں پر یہ پتہ لکھ کر پڑھا ہو گا۔

افسوس یہ چارے اگر وہ خدایں اٹ گئے ہوں گے۔

عبداللہ! خیال یہ کتاب ہے کہ آگے والا ان کا آنکھوں میں ہر گز ہو گا۔ اصد آگے ہی جگہ کر رہیں گے۔

افسوس ایک ٹیک کیا آپ نے۔

عبداللہ! لیکن میں چاہتا ہوں کہ آگے ہی جگہ مفرور کر دے۔ اس میں نہیں کر رہے ہو گئے۔ آگے میں دور
مہم ہزارہ میں ایک اس لیے کہ جگہ مفرور کا ڈھونڈ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جگہ ایک اور جگہ کہے
مفرور ہے۔

افسوس اگر وہ جگہ کہ ایک جگہ رہیں گے۔

عبداللہ! یہ اس کی اصل نہیں ہے۔ ابتدا و شکر ان سے ہونی چاہیے تاکہ وہ تمام مفرورے اور ہم ہوا نہ کر رہیں جو
سب ہم تمام مفرورے کے ہوں گے۔

اب اس کی شکر دے گا۔ آگے بڑھ کر آگے اور عبداللہ! کہیں نیچے صحت بستہ ہونے لگے۔ افسوس ہی علم

انہوں نے شیک ہی کا تھا۔ لڑکے، بچہ نہ ہوتا ہے تھے۔ ہمدردی کے کہا

اب انتظار کا حصول ہے لشکر کا میں ہوا ہے۔

چنانچہ وہی لشکر فوج کا، میں دیکھ رہا تھا۔ پانچ سو سپاہیوں کا دستہ، لشکر کی حفاظت کے لیے تھا۔

منظر کا یہ تھا۔



عندام

(۳)

اگرانی ملک کے کئی بڑے املاک لشکر کے خزانہ گاہ میں چلی گئی تھی۔ مسلمانوں کے بارہا املاک
تھے۔ ان کی حد کو کئی سو گز۔ کچھ حد کو پچیس آبادی کے ساتھ آگئے تھے۔ کو اپنے آجکڑوں سے اجازت کے کہ
ہمارے دیوانہ خدمت کر رہے تھے۔

ان تمام گاہوں کا یہ تھا کہ وہ گز دو گز کے تھے جو کہ اپنے اپنے اور رات کو وہاں کے لیے کام میں آتا تھا
تھیں۔ جو ان کے اپنے آجکڑوں کے ساتھ تھے تھے وہ ان کے لیے کھا دیا جاتے تھے اور ان کے کپڑے بھی خدمت
تھے اور جو ہمارے دیوانہ خدمت کے لیے آئے تھے وہ اکثر شہر میں لگا لگا کر رہتے تھے۔ بارہا مسلمانوں کی تہذیب کا کہنے
تھے اور جب کبھی جنگ کا جو ہوا تو تمام املاک میں صدمہ پھلتے تھے۔

جہاں اپنے آجکڑوں کے ساتھ آگئے تھے وہ ان کے لیے بیوی بچوں پر رہتے تھے اور جو ہمارے دیوانہ خدمت کے لیے
آگئے تھے وہ لشکر کے مختلف حصوں میں رہتے تھے۔ بعض وہ ان کے لیے چھوڑا ہوا سامان کا نظام کر رہے تھے۔
بعض کھانے پانے کے لیے تھے اور میں نے جیسے کہ ان کا نظام ہوا تھا۔

یہ تمام کبھی کسی سے یہ نظریات نہ کہنے کہ وہ جب اور سبھی بات کی شکل انہیں تعلیم پہنچا دیتے۔ اگر کہ
وہ ہمارے دیوانہ خدمت کے لیے آگئے تھے۔ جہاں ان کی امید رکھتے تھے۔ ڈرتے تھے کہ کہیں شہریت نہ کہنے۔
تو اب یہ بتا رہے۔

ان تمام کو میں یہ خبر ہو گئی تھی کہ اگرانی ملک کا ہے۔ وہ وہاں میں کثرت سے کھڑا ہوا ہے۔ آگئے تھے اور
انہوں نے تمام لشکر میں پہنچا دیا تھا۔ تاکہ ان کو ہر طرف سے جواقی ہو جائیں۔

خداوند نے صوفیوں کی تلاش کے بعد ایک جگہ پہنچے جو کہ اس بات پر بحث شدہ جگہ کہ انہیں کسی خدمت سے اپنے نام
یعنی چاہیے۔

کئی زبانی پہنچے جو بھی مشابہ کر:

جگانہ ناز سے چیتے کھانا ناز کر گیا جاتے تاکہ نہ چڑھتے ہی مسلمان کھانا کی کہ میدان جنگ میں
چلے جاتیں۔

۱۔ رات بھر ان کے ہتھارے اور تیرے کیے جاتیں۔

۲۔ میدان جنگ میں انہیں پانا بجا جاتے۔

فرضیت ہی وہ انہیں پیش ہوئی جو خدا کا خود پر اس کی لشکر میں سزا نام دیا کرتے تھے۔

۳۔ انہیں پناہ ملے گا۔

تھکے ہوئے بنائے کہ نیرا بڑے آقا ہی نے جو میں پہلے کہہ سکر کے کہتے تھے، نکلے ہوئے تھے۔ صبح
وہ بیٹھے ہو کر دیں گے۔ رات کو مسلمانوں کا ایک دستہ شہر کے خود پر لگتے کہتے تھے کہ یہ منتر کہتے تھے کہ یہ
دستہ رات بھر گشت کی کرتے گا اور پکا کر جگہ شروع ہو کر توڑاں میں پھر شریک ہو گا جو لوگ رات بھر لگے
ہوئے گئے وہ بھی لڑائی میں لڑے جو ش اور وقت سے۔ لا میں گئے۔ اس کے لیے آج کی رات ہم گشت پر ہیں۔

میرے خیال میں یہ خدمت مناسب ہے کہ:

مجبور سے اس نوجوان کی تہنک۔

جہاں کہہ تو خدا کا میرا خدا کی خدمت میں حاضر ہونے اور انھوں نے ان سے اپنے توجہ میں کہ جو اب میں
خداوند نے کہا۔

”میں خدمت میں نے پانچ سو سبائی گشت پر مقرر کیے تھے اور وقت میرے صل میں میرا ان کی حق کو حق
و اگر وہ ضرورت کو کہہ کر تم کو خدمت کو اپنے سے کہہ گئے تھے کہ اس لیے شرفیائی کہ تم میرے
لیے بیٹھے رہتیں برادری کہتے ہو۔ کڑاں کا شکر لاتے ہو۔ کھانا تیار کرتے ہو اور میں دیکھتا ہوں کہ تم کو دیتے ہو
اس لیے نہ کہ سنا۔ لیکن خدا نے تمہارے صل میں خود یہ بات پیدا کر دیا۔ میں تمہارا لشکر اور اکر تاجوں:

خداوند پر میری گشت کو لڑا رہا۔ انھوں نے کہا

”یا میرے ہم قمارے لشکر میں ہیں۔ قمارے اٹھا لیں انہیں ہم پر دھڑ ہے۔ اگر تم میں کوئی کھو دے
ہم پر دھڑ ہے اگر وہ کہے۔

ایک صحیفہ نے کہا: ”پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم خدا کریں۔ ہمارا کام ہی ان کے کرے۔“

خداوند: یہ تم نے درست کہا کہ تم خدا کا پرگو یہ خدا کا کہ تمہارا کام ہی انھیں کر رہے۔ (اس سے خدا اللہ کا نام
ایک ترازو کے دو پڑوں میں رکھ کر برابر کر رہا ہے۔ جتنا کام آتا کرے اتنا ہی خاک کرے۔ جو خود
کھائے وہی خاک کو کھائے۔ میں خود اپنے ویلے ہی خدا کو رہنے۔ اگر خدا اللہ کا جوہر، تو اس کی
فطرت سے نہیں کام لے۔ اس حالت میں خود زادہ کام کرے۔ اگر کوئی کام خدا کا فطرت سے بہر
ہے تو وہ اس کے کہنے سے انکار کر دے۔

خدا: میں ان باتوں کو کھانا ہوں۔ چارے آنا میرا حق اور دیکھتے ہیں لیکن میں ہی میں فرمے کہ میرا کھانا
فرما کر دیا جا رہا ہے۔

خداوند: یہ تمہاری سعادت مند ہے لیکن میں ایک بات کا اعلان کروں۔ وہ یہ کہ اسیر المؤمنین صحت و عافیت کا
حکم ہے کہ کھانا کھانے خدا کے اس کا حکمت سے نرا کام ہے۔ اسے خیر اور دین کے لیے اے تک
رکے۔ جو لوگ اس کی خدمت میں سرور دیتے گے۔ میں تم کو رگ سے حق کہہ کر تم میں سے اگر کسی کا آقا
اے تک کہ کھانے پر بار کا کہنا ہے۔ یا کھانے سے میرا کام درست میں اپنے اولیٰ سے میں سعادت نہیں
برتا تو مجھے اطلاع دو۔ میں اس سے باز پرس کروں گا اور اگر اس کا جواب مفید نہ ہو تو اسے اسیر المؤمنین
کا خدمت میں لے کر دے گا۔

خدا کا فرمان ہے کہ:

مجھ پر ہمارے آقا میری حق نہیں کرتے۔ چارے ساتھ برابر کا بڑا کرتے ہیں۔ میں اپنے ساتھ کھاتے ہیں
اپنے ساتھ کھاتے ہیں۔ میں ذلیل و حق نہیں کھتے۔ اللہ نے ہم پر اور چارے ساتھ پر ہمیں کہہ دیا کہ میں
بجائے اور سب حق نہیں کھتے۔ میں سب کو کہہ کر میری قوموں کے خداوں کی سلطنت ہے۔ خدا کی قسم
میں ہمارے کھانا ہے۔ ان کے ساتھ سرواں میں سب کھاتے ہیں۔ بے چارہ کہ اس قدر ایک کھانا ہے کہ زندگی
سے موت کو بھی کھتے ہیں۔

میں نے جہاں میں کے خدا کو دیکھا ہے۔ جہاں اور کھانے سے فیض ہوتا ہے۔ اگر کام کرتے کرتے
تک جاتے تھے تو ان کو کھانے سے ملنے جاتے تھے۔ ان کے کھانا کھانا تھا۔ اگر چارے جاتے تھے تو میں چارے
جہاں لڑا ہوں سے کا کھانا تھا۔ ہاں تک کہ بعض بے چارے سسک سسک کر جاتے تھے وہ بھی کھانے پر
دنگ کر کے تھے۔ یہ کہہ کر تھے کہ کھانا کھانا میں ہمارے ساتھ اب یہی سسک کرے۔ وہ کام نہیں جانتے کھاتے
ہیں۔

میں کہ میں اگر خدا کے نام کریں۔ انہاں میں۔ چارے آنا میرا حق اور دیکھتے ہیں اس کا کام نہیں

عبداللہ: تم نے کہا کہ میں یہ بات بھلا کر ہی افلاک میں جا رہا ہوں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ یہاں سے

حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ یہی کہی جاتی تھی کہ ہمارے ہاں لوگ نہیں جانتے کہ کونسا کونسا ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ یہی کہی جاتی تھی کہ ہمارے ہاں لوگ نہیں جانتے کہ کونسا کونسا ہے۔

خدا کا مشکوٰۃ ہے کہ اللہ کی تعظیم کا یہ اجر ہے کہ اُن کا خدا کو اپنی اولاد سمجھتے ہیں اور خدا اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ ہاں، یہ سچ ہے۔ اور کھوتہ خدا کی اولاد میں سے ہے اور جو وہ گار۔

خاکہ جواب میں کہ
 "لو، ہم ہمارے پاس اگر کے تھے ہیں۔ اس وقت میں ہم حصولِ ثواب کی کیفیت سے آپ سے بات کرنا
 کہنے کا اجازت لینے کے لئے میری
 معذرت ہے کہ:

”اور میں ان کی خوشحالی سے اس قدر مسکایا کہ اجازت نہ دیا ہوں۔ جو دستہ میں نے گھسٹے کے لیے مقرر کیا ہے اسے میں روک کر دیں گا۔“

غلام : ہم یہ بھی اجازت چاہتے ہیں کہ اگر دشمن کو دیکھیں اور موقع مناسب ہو تو اس پر حملہ کر دیں۔

عبداللہ: میں اسس کہ مجھ جارت دیتا ہوں مگر اپنی جان تو لے کر نکلتے ہیں نہ مل رہا۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

فہم نے میرا شکریہ ادا کیا اور میرے قہقہوں کا۔ میرے اسی وقت اس وقت کے مجھے انھوں نے گشت پر اس کو لے گیا۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا۔ اس نے انھوں نے مشائی تان پر مٹی اور پھر سیکڑا جوڑ لکھ کے لے کر روانہ ہوئے۔



غلاموں کی تعداد پانچ سو سے کچھ زیادہ تھی۔ اگرچہ وہ ان میں کھڑاؤں ٹاٹ کر لائے تھے۔ کہا کیا یہ کیا تھا اور دوسرے کی کیا آماجگا رہے تھے لیکن رات بھر تنگی کی مخالفت کے لیے گشت خانے میں بٹا گئے۔ ان میں سے کس نے بھی یہ قیلاہ نہ کیا کہ وہ صبح کو کما کر لے رہے ہیں۔ رات بھر بھی گئے اور انکے دن علاج جانے کیا کیا کام چھوڑ گئے اور کس قدر مشقت کرتی رہے۔

ملک باندھ لیا۔ چور محسن نے اپنے بڑے بھائی کو تاجدار سے ملنے کے لیے بھیج دیا۔ تاجدار نے اسے ملنے کے لیے بھیج دیا۔ تاجدار نے اسے ملنے کے لیے بھیج دیا۔

خداوں نے ایک شخص کو اپنا فرستہ کر دیا ہے۔ ان کا نام احمد تھا۔ وہ میری بھاری بی بی اور واقعی احمد تھا۔ پھر انہوں نے پانچ سو کے پانچ سو سے بڑے ایک دستہ کو آرام کرنے کے لئے دو دستوں کو سمیٹا اور بیسویں طرف سے دھار دوتے لئے تیار ہو گئے۔

[illegible]

امداد نے شک سے کچھ اٹکے بڑا کواہر موتوں کے قریب جھڑکے بیچے پہنچ گئے۔ یہاں درخت قطار در قطار

کچھ دیکھ کر کہتے تھے، اے کسے یہ جس قدر دینی نہیں تو میں نے میدان میں تھی لیکن پھر میں درختوں اور انھوں نے انھوں
اور جن میں سے چاندنی اس طرف تھی وہی تھی جیسے چلتی سے نور محمد اور دور سے دیکھنے پر شاخوں اور پتوں
و قیو کے سایہ کی سایہ بازی اور چاندنی کی سببوں کی آہستہ آہستہ تھی جیسے سفید و سیاہ چھینٹ کے تھے۔ پھر
دیکھتے ہیں۔

اس لیے دستہ گئے کہ درختوں کے چھڑوں میں گھس گئے، انھوں نے کہا:
"تھوڑی دیر گزرتی ہے۔"

سب لوگ جھگڑ گئے، کچھ دیر کے بعد ایک شخص نے حدیث بیان کرنا شروع کیا، سب نیت قوس سے
سننے لگے۔

بیہوشانہ لڑائی تو امداد کے:

نور دستہ کو کم کر کے اب اسے جالینا چاہیے اور اس کے تباہی میں ایک دستہ کو کم کرنے کے لیے
بھیجنا چاہیے۔

چنانچہ انھوں نے ایک ایک کو ایک دستہ کی طرف کے لیے بھیج دیا۔ یہ لوگ پھر حدیث سننے لگے۔ کچھ دیر
بعد امداد نے غیر لیکر فروگاہ کی طرف دیکھا، نہ جانے انہیں کیا نظر آیا کہ وہ دیکھنے لگے، کچھ وقف کے بعد
انہوں نے سب سے مایوسانہ غلاب ہو کر کہا:

"وہ نہیں کے دروازہ کی طرف نہ کچھ اور چلا گیا نظر آتا ہے۔"

سب بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا:

"کچھ ملنے حرکت کرتے نظر آ رہے ہیں؟"

لکھا کہ میرے ایک ساتھ لگا

ملنے کیا یہ تو آدمی نظر آ رہے ہیں؟

اسد! ہم نے جگہ دکھائی تھی کہ یہ ٹھیک یہ نیال کر کے کہ کہیں نظر کا نمود ہو، تم سے دریافت کیا۔
کہا اور کہہ سونے کہا:

اب تو جان نظر کرنے گئے ہیں۔ کا قیود میں ہیں، شاید وہی اس کا مخالف ہے؟

اسد: یہ اور خیال نہیں ہے۔ اگر یہ مخالف دستہ چھڑوں کی طرف نہیں بڑھا چکا تھا۔

ایک طرف کے لگا

میں طرف ہم کے بعد آتے ہیں شاید اس طرف وہ بھی بڑھا کر رہے ہیں؟

(اسد: تھوڑی دیر میں سلام ہو جائے گا کہ وہ کون ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔)

اب میں سب کی لگا ہیں اور حالت گنگن۔ نہایت غور سے دیکھنے لگے۔ خصوصاً اس شخص کے لیے کچھ ہے
تھے، کچھ لوگ باتوں میں لگے گئے، اس نے کہا:

نیپ رچولت کو آہستہ سے ہونے کا وار مہمور تک پہنچا ہوا ہے، یہ اختلاف ہے یہ لوگ شب و روز
کا روادہ کر رہے ہیں:

ایک شخص نے آہستہ سے کہا:

اگر یہ بات سچو کافایت ہوگی، نہ کہ:

اسد: میں سمجھتا ہوں پاپا حویا اس سے کچھ زیادہ ہیں۔

اسی شخص نے کہا:

نیپ تو آپ بھی کہتے سب دوستوں کو فیکر میں:

اسد: صاحب یہ ہے۔ اعتقاد لکھ کر کہتا ہے لیکن میری غیرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی، اس سے بدلی
یاد ہو چکا ہے پھر اچھا تو یہ میں سلام نہیں کر کے کہ لڑاؤ سے آ رہے ہیں۔

یہ لوگ پھر نہ سنیں گئے، اس سب کی لگا ہیں تو نے وہی کہ طرف تھی ہوتی تھیں اب وہ بہت آگے بڑھ گئے
تھے، چنانچہ میں سخت قہار اس پر سبزہ آگاہ تھا اس لیے باز نہیں لڑا تھا، اس نے کہا:

زیادہ آ رہے ہیں۔ پھینکا کا غیب تو ہونے کا لڑاؤ ہے، گھوڑوں پر اس لیے نہیں آتے کہ کہیں لگی
ٹاپوں کی آواز سے مسلمان ہوشیار نہ ہو جائیں؟

ایک شخص نے کہا:

میں آپ کو بھیجی ہو گیا ہے کہ ان کا لڑاؤ شروع نہ کرنے کا قیاس قیاب ہو کہ یہ کیا خیال ہے؟

اسد: وہی کہہ رہے ہیں کہ چاہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ لڑاؤ شروع نہ کرے گا، یہاں ہوا دیکھ لے گا لڑاؤ ہوگا۔
اب نہ ہوگا، اب میں جانا چاہوں وہ چلے جائیں، میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔

اسی شخص نے سمجھنے سے روکنے کے لیے لکھا جو غور کیا کہا:

"اگر خدا آپ کے پیچھے پھر کہہ لے گا، ہر شے دیکھیں گے؟"

اسد: میں تمہاری ہی داری دیکھ رہی ہوں، واقف وہاں میں نے تمہارے سختی یہ بات نہیں کی تھی بلکہ سب کے لیے
کہا تھا کہ اب ہم کہہ لے گا کہ وہ لڑاؤ اب میں جانا چاہوں، میں خوشی سے چلے جائیگا۔

کھنکھانے سے کہہ لے گا: ہم میں سے کون سا دیکھ لے گا، میں جانا نہیں چاہتا۔

اسد! تو خدا کے جلوہ سر پر، خدا کی خوشنودی کے لیے اور عبادت کی عیب و معیروں کی خاطر جتنا کہ بے تہد
ہر جاؤ۔

سب نے کہا: "ہم تیار ہیں۔"

جلی رابر بڑھنے پہلے آ رہے تھے۔ وہ ان دو غنوں کے جھڑکی غرت، جس کے سایہ میں مسلمان بیٹھے تھے،
بڑھنے پہلے آ رہے تھے۔

اسد نے آہستہ سے کہا:

"ابہا نکلا نہ غنہ نہ غنہ بہت قریب آ گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ لوگ باپ سے کچھ زیادہ جی رہیں۔
اگر خدا کلمہ جاری کرے گا تو ان دو غنوں کے بلے کال ہے۔"

اب جلی رابر بڑھنے پہلے آ رہے تھے۔ ان کی منہیں بھی نہیں اور کافی دور تک نہیں
ہوئی تھیں۔

اسد نے کہا:

"تو کسٹوٹ جلتی۔ وہ غنہ غنہ ہلے کے ارادے سے پہلے ہی اس لیے جیسا ان پر محو کرنا اور اور
خود ہی ہو گیا ہے۔"

سب لوگ ہنسنے لگے۔ اسد اب دھند کے خندے تک کر ان کے سر سے ہی ہنسنے لگے۔

جلی رابر کے سامنے آگئے۔ وہ ان دو غنوں سے بچا کر آگے بڑھے۔ انہوں نے خود غنوں کی طرف بکری نہیں
ان کی نظریں سناؤ دے کے خود گاہ کی لپٹ نہیں۔

اسد نے ان کی طرف سے انداز کر لیا کہ وہ غنہ پا چھوئے۔ باپ منہیں تھپتا اور ایک ایک صف میں سرور
آ رہے تھے۔

وہ دو جلی پینے ہوئے تھے کہ باپوں ہتھاروں سے کھاتے۔ ان کے ہتھار بھلا رہے تھے۔ لگی ٹاری
انہیں لیے ہوئے تھے جو باپوں کی بات میں چک رہے تھیں۔

اسد انہیں گواہ بہ چشم دیکھتے رہے۔ وہ دو غنوں سے کچھ آگے بڑھ گئے تو اس نے تابیت آہنگ
کے ساتھ کہا:

وہ ابہا لہا رہیں!

اسے یاد آ رہا تھا کہ ان جلیوں کو خدا ہی تھا اسے سامنے ہی سے لہا رہے کہ تم انہیں قتل کر کے کھالوں
کہ اسے ان کی جگہ جلیوں کے دونوں سر تھا اور۔

انہوں نے چننا، سنبھالا اور طلبہ خیر کے لیے دوڑا۔

سب لوگ ایک دم اٹھے۔

وہ کہنے لگے کہ جہاں جلی رابر اور مراد ہو گئے تھے۔ مسلمانوں سے اللہ کعبہ اور انہوں نے انہوں

تیر کے ساتھ ساتھ بڑھے۔



اور اسے بڑا دل کھینے تھے۔

عجی کا تو گھبراہٹ ہے تھوڑا اپنے فطری باتیں سن کر ان کے دل زوی ہو گئے۔ وہ مسلمانوں کی عزت پر اتنا
تحر کر دیا۔ ان کے عادت و شغاف و تواریں جاننا میں جیگتی ہوئی مسلمانوں کی طرف تھیں۔

مسلمانوں نے پیسے ہی سے دلچسپی نہ لی تو ان پر بائیس ڈالوں میں ڈھالیں لے لی تھیں۔ وہ مجبور کی
طرف بچنے پھرتے آئے تھے۔ جب عجی ان کی طرف سے اُڑاں پر چڑھ آئے تو مسلمانوں نے بٹے اچھا نہ متقبل
سے ڈھالیں پر ان کی تاریں بند کر دیں۔ گٹھا گٹھا کیا کہ ان سے رات کا قدرتی سکوت ٹوٹ گیا۔

ناگوار پر مسلمانوں میں ہنس مٹھنے لگی کہ ان کے لئے یہ رات کا قدرتی سکوت ٹوٹ گیا۔ وہ مجبور کی
عجیوں نے ان پر پتے ڈال کر اسے اسے "ڈاکٹر کے تین نمبر سے جڑی جڑی لگائے۔ مسلمانوں نے نمبر سے
نمبر پر انڈیا کر کے ان پر جونی ٹھونکا یا اور جوالہ بھڑکا دیا۔

عجیوں نے ہی مسلمانوں کی تاروں کو اچھی ڈھال پر روکا اور پھر طریقے سے دھرا کر کہا۔ ان کے اس طے
کی مسلمان زخمی ہو گئے۔ زخمی مسلمان جو سن و شب میں ہو گئے۔ انھوں نے نہایت سختی سے جے شروع کر دیے۔ ان کی
سے بڑے تاروں کی ٹوٹ کر چلیں اور موت کی طرف و دشواری کی طرف تھیں۔ عجیوں نے ڈھالیں ملنے کر دیں کی تاروں
ڈھالوں کو کٹ کر ان کا گردن پر پڑا اور سر کو کاڑا گئے تھیں۔
جگ شروع ہو گئی۔

مسلمان مجبور میں ان کی مسلمانوں میں گھس گئے۔ کوئی نہ بڑے تاروں پر نہ لگیں۔ فرار یعنی کے سپاہی جو وہیں
آگئے۔ اور بڑی سختی سے جگ کرنے لگے۔ ہر جگ میں دوچار کے سواڑ ہلاتے تھے۔ دو چار ڈھالیں جگ جگ تھوڑے۔ ٹیڈا شیر
کا حربہ غضب تک ہر جگ بھڑکاتے تھے اور جب تک ایک دو جگہ لکڑی نہ زائے تھے ان کا غر نہ مٹتا نہ ہوتا تھا۔
لیکن۔۔۔ دفعہ خود عجی جھنجھلا رہے تھے گئے تھے۔ ضرر انہیں ہی آتا۔ جس سے عجی کرنا چاہتے تھے مگر ان
کو جرات نہ ہوتی تھی۔ ان کے خوف و سلاطین ہوا اور وہ جھنجھلا رہے تھے کہ ان کے لئے تھے۔

ان کے پیچھے کا اثر وہ سے عجیوں پر بے حد اثر پڑتا تھا۔ وہ ہی خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ عجی انھوں نے یہ
اندازہ کر لیا تھا کہ مسلمان تعداد میں آیا تو جس سے بہت کم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے چاروں سو سے لکھ کر کہا
"خیر انہی عجی مسلمان بہت خوفزدہ ہیں اور ان کا بائیس یہ بتا ہے کہ وہ خاتم ہیں۔ تم ان سے بہت زیادہ
اور پھر ایرانی شہزادہ۔۔۔ ان کے سونے کے گٹھے کے گرد آؤ۔

عجی یہ سمجھا کہ ان کا مقابلہ ان سے ہے اور لیبر گئے۔ تاہم نہ بہت کر کے پھر نہ رہے کہ ان کے اندر
کسی ہے۔ ان کے حملے سے مسلمان اور اور رہے تھے۔

شب خون

(۲۸)

عجی انڈیا کر کے تھوڑا تھوڑا سا کر سوسن ہو گئے۔ وہ گھبرا کر دشمنوں کے جھنڈ کی طرف دیکھنے لگے۔ جب
انھوں نے دشمنوں کے سارے حملے سے مسلمانوں کو بچنے دیکھا تو خوفزدہ ہو گئے۔ انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ مسلمان سارے
آگے بڑھ کر آگئے ہیں۔

شب خون نہ ہونے کے باوجود اسے بڑے تھے۔ شب خون نہ ہونے کے باوجود اسے بڑے تھے۔ شب خون نہ ہونے کے باوجود اسے بڑے تھے۔
مجھے پتہ ہے کہ میں کہیں دشمن پر مشابہ نہ ہوا اور چالک ان پر کیا نہ آکر ہے۔ جس طرح چور ڈال سے کھینکے تھے ان
پر تھے۔ وہ گھبرا جاتے ہیں۔ اسی طرح شب خون نہ ہونے کے باوجود اسے بڑے تھے۔ شب خون نہ ہونے کے باوجود اسے بڑے تھے۔
عجی ہی مسلمانوں کو بچا کر سمجھتے۔

اگرچہ اس کے ہمارے دوسری مسلمان تھے لیکن گھبراہٹ نہ ہو جس سے وہ انہیں بہت تیز رفتاری سے قریب تھا
کہ وہ گھبرا کر ہلکے کھڑے ہوں کہ ان کے انھوں نے انہیں مسلمان۔
ایک طرف سے کہا۔

"ایرانی بادرو۔۔۔ میں کا قاتل میں تم ہوں۔ تم ہی ہو جس کو میں نے۔۔۔ اس میں انہیں ہمارے سامنے ڈال دے۔
یہ وہ ہے جس سے تم ہے۔ ان پر ہمارے نہیں بھلائے۔
لو کہ وہ تاروں کا بھرتے تھے۔ ایک کو خلع کے سر پہنتے تھے اور ہمارے تاروں کی طرف غور کرتے تھے۔
اس کے تاروں سے ڈرتے تھے۔ اسے اس میں بھرتے تھے۔

وہ سب کے خلع سے بھر جاتے تھے۔ آج آج ہائیں اس کی طرف غضب کرتے تھے۔ اس سے بڑی شدت رکھتے

احمد نے بگڑا ہندو کا رکھا :

نشینان اسلام : یہ کیا گستاخی ہے۔ ایرانی پیرزادہ تبار سے ملنے میں یہ متحرک ہیں۔ ان کو کہتے ہیں
جڑے عقید ہیں۔ انہیں کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں ہے۔ تم مسلمان ہو، اللہ کو واجب دانتے رہے۔ اللہ
کی عبادت کرنے والے۔ عادی توبہ خدا کو ہے اور خدا کے نہیں طاقت کھینچے ہے۔ اسی طاقت سے کام لے کر اور
جو مسلمانوں کے غلوں میں متبادلا

مسلمانوں میں نہ یہ پیدا ہوا اور نہ نے نہیں کہ کوئی قوت سے بڑے شرف دیکھے۔ ان میں ہر ماہیت میں
فریقہ جو جس طرح میں ہر ایک ایک دوسرے سے گھڑ گئے۔ تاہم ایک دوسرے میں گما۔ ان کاٹ سزاوت پر گئی۔
سرکشت کرنا چلتے اور دھڑا کر کر کر رہے گئے۔ خون کا بارش ہونے لگی ان کے جوڑے عزت سے خون میں ریت
بنے لگا جس طرح پانی کے ٹپکے سے پانی بننے لگے۔

ایرا یوں کو بڑا جو جس نے کیا ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو وہ سب سے کر رہی تھی سے بڑے شرف کا رہے۔
تو انہوں پر غلامی وارہے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو جلا۔ جو مشکل کی گئے ان کے بڑے شکل پر جو کرب اور
سخت مسلمان نہیں۔ اس وقت تک ان کا ہوا اور وہ ایمن اور پھر حال آئیں۔

لیکن —

مسلمان سب کو کھانسی کی طرح گھڑ گئے تھے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ منہ دھری سے محبوب کے داروں کے رہے
تھے۔ وہ درگاہ کی طرف نہیں ہٹتے تھے کہ رہے تھے۔ ان کی تیاروں اگر چہ گھڑ گئے تھے انہیں گما اس غلبہ کا ہند
کہ انہیں گما کہ گما چار ہر ہر سے کوئی کوئی نہیں ہی وجہ تھی کہ جو زیادہ منت جو رہے تھے کہ انہیں
مسلمانوں کی گما اور انہوں جو مسلمانوں کو کھانسی کی طرح تھے اور پھر سر و ہند کے نیچے کر رہی تھیں۔

جو مسلمانوں کو کہ ہے جو سب سے بڑا تھا کہ ان کی تیاروں پر عادی اور چوڑی نہیں انہیں بڑا ہی رکھتی تھیں
وہ احمد کام نہیں کر رہی تھیں جس وقت مسلمانوں کی ملی شہسوار کر رہی تھیں۔

وہ جو سب سے بڑا تھا کہ ان کی تیاروں سے بڑا کر رہی تھے۔ مسلمان ان کے غلوں کو بڑا آسانی سے روک بیٹھے اور
بیرہنہ تھے جو انہوں کے ہاتھ سے جانوں کو بڑا کر رہی تھے کہ انہیں پیچھے ہٹتے پر مجبور کر رہے تھے۔ باہر
نق کر رہے تھے۔

یہ انہیں کو مسلمان شہسوار نہیں ہو رہے تھے۔ جب وہ ہندو جو انہوں سے ہاتھ نہ کوئی مسلمان ہی شہسوار
تیار رہے کہ انہیں شہسوار نہیں ہونا ان کے حرب دانے مسلمان جو نہ تھا کہ کسی سختی سے ٹھکر گئے کہ جب تک ہندو نہیں
غیر ہو گا۔ روٹنے میں نہ رہے۔

جنگ کی آگ بڑی تیزی سے بھڑک اٹھی۔ تیار بڑی بھڑک سے چل رہی تھیں۔ سر کھڑوں کے کدو
انہیں رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی کا قتل کر اس دور سے اچھا کہ جیسے بڑی قوت والے شخص نے اسے چھینا ہو
جس اس کے جس حضور ہندو اور بڑا تھا اس کے جسم کا وہ حضور کا ہر جاتا تھا۔ اگر کبھی یا پیشانی پر بڑا ہوا
پڑا ہوا کو توڑ دیتا تھا۔

جو مسلمانوں کے انہوں نے غلوں کو دلا اور دھتے دلوں کے ساتھ بڑی سختی سے جھگڑا کر رہے۔
اگرچہ مسلمانوں نے بڑی قوت سے ان کے بڑے گدہ کا پھر میں مسلمانوں کو کئی تکرار پیچھے ہٹا دیا۔
یہ کیفیت دیکھ کر احمد کو غصہ آتا رہا۔

مسلمانو۔ کیا ہو رہے ہو۔ خدا کو کیا جواب دو گے۔ تم تو کہتے تھے کہ تم نے اپنی ہاتھوں کا لہ کر رہی
پر کہ رہا ہے۔ پھر وہ دوں تھی گدہ کہ تم تم سے ڈر گئے ہو۔ خدا کا لہ کر داور موت کے استقبال کے
بے آگے رکو۔

اسی مختصر جواب کے بعد انہوں نے اللہ کا ہاتھ دیکھا۔

اس مبارک خد کو جس کو مسلمانوں کی انہیں کھلی گئیں۔ انہوں نے کی ایک مافوق ہندو عالم کو اللہ اکبر لگا
اور اس ندی سے جو کہہ رہے تھے جو مسلمانوں نے ہر جہاں انہیں روکا لیکن نہ روک سکے۔ پیچھے ہٹتے گئے۔

جوں جوں وہ پیچھے ہٹتے تھے مسلمان اور دھڑا کر رہے تھے۔ وہ بڑی بھڑک سے تیاروں جلا رہے تھے۔
نہایت تیزی سے لڑ رہے تھے اور غلوں کو قتل کر رہے تھے۔

جو اس ان کے کھڑا کر رہے تھے انہوں کوئی کا نہ رہا ہے تھے کہ انہیں بڑا کر رہے تھے غلوں کے کڑا کر
کئی۔ جو مسلمانوں کو کہتے گئے۔



عجمی دو ہاتھوں کے چم میں اٹھائے تھے۔

ایک طرف اسعد اللہ کے بھائی تھے اور دوسری طرف نیا کسے نکلا رستہ تھا۔ وہ دونوں طرف کے مسلمان بہ
کوشش کر رہے تھے کہ عجمیوں کا خاندان کو واپس چھاپہ وہ بڑی لبرائی سے لڑ رہے تھے اور نہایت پھرتی سے
چلے کر رہے تھے لیکن ان کی تلواریں عجمیوں کو کاٹ رہی تھیں۔ ہاتھوں پر دھنیں لگا رہی تھیں۔ خون کے فوارے ابل
رہے تھے۔ خون کو وہ تلواریں خون پر مار رہی تھیں۔

عجمی بھی بڑی جرأت و ہمت سے لڑ رہے تھے لیکن وہ کچھ رہے تھے کہ ان کا خدا دھڑ بھڑا کر مرنے لگا
مسلمان ان کا سہارا کہتے چلتے ہیں۔ اسی سے ان پر حیرت طاری ہونے لگی۔ وہ سمجھا کہ یہ تھے کہ کون مسلمانوں پر
خونخوار رہنے کے ارادے سے آئے۔ اگرچہ وہ سب عقیدہ بھارت تھے۔ ہزاروں عجمی سپاہیوں میں سے انتخاب کر
کے لیے گئے تھے۔ انہیں اپنی پیروی اور شجاعت پر نازیبا تھیں مسلمانوں کے مدد سے ان کی پیروی اور مسلمانوں کو
آئی۔ بشران مسلمانوں نے انہیں اور طرف سے تلخی سے تن کرنا شروع کر دیا جیسے وہ نسل ہونے کے لیے ہی ان کے
ماتے تھے۔ بلی اور وہ ایسے انسان ہیں جو تعلق ہی ہو کر رہتے ہیں۔

اب جھک کر دیکھو اسے۔ ان کا ہنسی ہوئی۔ تواریں کی تلخی گہری تھی۔ سردی کے فطری طور سے تھے۔
ہر مسلمان جنگ میں اس طرح صوبہ خدا جیسے کبھی بڑے ہی عظیم ہیں تاکہ ان میں شمول ہو۔ بڑی جرات سے نہ تھے کہ
وہ۔ یہ تو آج ہر عجمی میں ایک سدا بہک گئی اور ڈرتے تھے۔

اس وقت اسے شجاعت کے شے شکر کا اور اس کی طرف بڑھے۔ وہ میان میں کی گئی تھی۔ ان
سے دور کو اٹھتے اور ڈالا۔ گئی ڈر کر اور ادھر ہو گئے۔ اس کی آفریں کے ساتھ پہنچ گئے۔

آفریں تھیں بکھار اس نے جلدی سے ان پر مارا کہ اس وقت اسے ڈھلے پاس کا وارہا اور اس کی طرف سے
محو کیا۔ اس نے ڈھلے پران کی تلوار رکھی اور اسے زور سے ضرب لگائی کہ اس کی ڈھلے کاٹ گئی۔ انھوں نے اسی
ڈھلے پر اس کی تلوار اور اسی زور سے مارا کہ ان کی تلوار ڈھلے کاٹ کر اڑنے کے ساتھ مار گئی اور گرنے لگا کہ
سزا لگئی۔

آفریں کے ارے سے بدلتے ہی عجمیوں کے دل چھوٹ گئے۔ وہ بے کامیاب پسپا ہوئے۔ اس نے بدلتے ارے سے
نکالنے چھوٹے گا۔

مسلمانوں ایک ہی جوش و خروش تھا کہ یہاں گئے۔

پہنچے ہی مسلمان جو سجدہ پر فوٹ پڑے اور اٹھتے ہی جرات سے تلواریں مار کر عجمیوں کو زور سے مارا کہ
کھاؤ خدا کا زیادہ جو عجمی اب نہ اٹھ کر رہے تھے۔ یہاں کی لڑائی کر رہے تھے۔ مسلمان بڑھ کر خدا کو رونا پر تلے کہ

فاتحانہ واپسی

(۳۹)

یہ دروازہ ان مسلمانوں نے نگاہات جنہیں اس کے طلب کیا تھا یعنی وہ تو خدام جو شروع وقت میں ان کا کام
کرنے کے لیے بھیج دیے گئے تھے تو اب اس لیے بدلے گئے تھے کہ ان کی ہمت سے دھڑلے سے کام کرنے
کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ لیکن اس دستے کے آتے سے پہلے ہی جنگ شروع ہو گئی۔ ان کا زور دم آئے اور ان
نے اس وقت یہ دروازہ سے پرے۔ اس کے ہزاروں کے نفروں سے یہ کہہ دیا کہ جنگ ہو رہی ہے۔ وہ تیزی سے
جھپٹ کر گئے اور جنگ لڑنے کے قریب کھڑے ہی انھوں نے ان کا دیکھا کہ بڑا زور نواہ لگا رہا۔ عجمی ان کے گھوڑے
ہاتھ لگا کر گئے اور ادھر دیکھتے ہی جھپٹتے سے یہ لوگ بکھرتے۔

انھوں نے گئے ہی ان وقت سے محسوس کیا کہ عجمی جو دور جنگ پہنچے ہوئے تھے جتنے گھوڑوں کی فوج تمام
تواریں سے پہنچنے کے لیے ڈھالوں کی بنا رہے تھے۔

ان کے دماغ میں مسلمانوں نے اپنا خدا یا اللہ معز و کبر معنی ان میں سے ہر ایک یا اللہ کا نواہ لگا اور اپنے
مدد سے دانے عجمی پر نواہ لگا۔ ان کی تلواریں موت کا زور شہر بن گئیں۔ جس عجمی پر پڑتیں اسے زخمی یا قتل کیے
دیے۔ یہ عجمی۔

عجمی جو جوش میں آ کر ان کا نہ کر رہے۔ ان پر تلواریں سے فوجیں مل گئیں۔ انہیں پہاڑ کے لیے کوشش کر رہے
لیکن جیسے ان پر تلواریں کا شری نہ ہو کہ وہ ڈھالوں پر ان کی تلواریں جھک کر پڑتی تھیں اور وہ کھڑے ہو کر
ان کی تلواریں سے پہنچے کہ ہزاروں کوشش کرنے لگے لیکن نہ پہنچتے۔ وہ مسلمانوں کو دیکھتے پہنچتے پہنچتے پہنچتے پہنچتے
چلتے۔ ان کے پہنچے پہنچے ہی مسلمان اور ان کے گھوڑے کھڑے۔

گھوڑوں کے ایک نو ذندے تھے۔ مسلمانوں نے گواہوں سے ان کی قاضی کی جو گواہی کے قریب تھا
گئے انہوں نے ان کو دلا۔ چلتے چلتے گواہوں نے ان کے قریب آئے اور ان کے قریب آئے۔ پھر وہ گئے
پھر جب ان سے پچھنا جو مسلمانوں کو گواہوں کے۔

اب مسلمان، جو مسلمانوں سے ملے اور گھوڑے اٹاتے ہوئے ہی ملے گا کہ ان سے ہے۔ جب وہ وہ
لگے گئے تب ہی انہوں نے پھر ان کو ملے اور ان سے ملے۔

”ہاں اب کب جاتا ہے۔“

یہ لوگ واپس آئے۔



عبداللہ کی شجاعت

(۵)

جب صبح ہوئی اور مسلمانوں نے صبح سے نماز پڑھ لی، تب امیر عبداللہ نے اس سے پوچھا:

”تو کون کون تو پیش نہیں آیا؟“

اس نے عرض کیا:

”میرے پاس واقعہ تو پیش نہیں آیا، البتہ میں دس مائیں کے ہزاروں کے کچھ مائیں کے
جھڑ میں چلا گیا۔ وہاں پانچ سو عورتیں تھیں۔ ہم نے ان کو دھوکا دیا۔ سو آدمیوں کا ایک دستہ ہماری مدد کو بھیجا گیا۔
ہم نے ان سے کہا کہ وہ قاتل اور مجرم۔“

عبداللہ اور ان کے پاس جو چار افراد تھے، ان سے پوچھا کہ اس کا بائیں من رچے تھے۔

عبداللہ نے پوچھا:

”ہاں ہاں۔ پھر کیا ہوا؟“

اس نے کہا: ”اللہ تعالیٰ جان فرمائے اور میری عادت تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی اس جہالت پر کہ وہ شہنشاہ کے
ادارے سے کہتے تھے اس قدر غصہ کیا کہ میں شہنشاہ کو کہتا تھا کہ میں نے ان کو قاتل کر دیا۔ البتہ انہوں نے مجھ کو
جاہل قرار دیا۔ ان کو غور دیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہم نے کتنے عیسائیوں کو مارا، البتہ انہوں نے جانتے ہی کہ
ہم ان کو پیش میں لایا۔ جب وہ ملے ہوئے تو ہم ان کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے آئے۔“

عبداللہ: تم اسے ہزار ہوں میں سے کتنے شہید ہوئے؟

اس نے عرض کیا کہ وہ بھی اس وقت شہید ہوئے جب ان کو سواروں نے ہم پر حملہ کیا تو انہوں نے ان

عبداللہ! مصلیٰ تھے اسی جیسے تھے۔

شہر ملا: دایم جانور کا توند آؤں کو سر سے منہ میں بیجو۔

عبداللہ: دھیری اور بادی تو دو سسٹن پر نہیں دل کی قوت پر منحصر ہے۔ تم خرق سے ہو۔

شہر ملا: اگر تم میری جانتے ہو تو مرد۔

پس کہہ کر اس نے گئے اٹھ میں آیا۔

پس کہہ کر اٹھ میں گئے اور سسٹن سے کا تھا۔ بہت روز گزرا۔ شہر ملا کو اپنے گزرا کہ عرب پر بڑا ناز
تھا کہ وہ کیا کرتا تھا کہ:

اگر میں چلنا پھر گزرا تھا تو روز دن ہو جاتا۔

اس نے چوری قوت سے گزرا کہ عرب لگاؤ۔ عبداللہ نے ڈھال پر روکا۔ انہیں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی
دوڑی چھڑا رہا ہو۔ ان کے ہاتھ سسٹن کا گئے۔ سادہ پٹیاں پر پیسے کے ٹکڑے نمودار ہو گئے۔ یہ وہی انکا
نئے اس کا موروں کا۔

شہر ملا کو قطعی یقین تھا کہ اس کی عرب عبداللہ کا ناز کر ڈالے گی۔ ہاں کے گھوڑے کی کمر بند ہوتے چلتے
گی جیسے جب اس نے دیکھا کہ عبداللہ ان کا گھوڑا دوڑا تو ان کا تم ہی تو وہ بڑا سچتر ہوا۔
عبداللہ نے کہا:

تم اپنا وار کر بیچو۔ اب میرا وار کو۔

پس کہہ کر انھوں نے غلام سے ہو گیا۔ شہر ملا نے گزرا پر ان کا ہمدردی کا نمودار اس کی انگلیوں پر پڑی اور کئی
انگلیاں کھٹ گئیں۔ گزرا اس کے ہاتھ سے چوٹ کر گرا۔

انگلیوں کے کٹنے سے جو ذہنیت اسے چھوٹا اس سے اس کی آنکھوں میں کمر چلنے آئے عبداللہ نے
دو ہمدرد وار کر دی۔

شہر ملا نے یہ وار ڈھال پر روکا۔ چونکہ اس کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا تھا اس لیے وہ خوفزدہ ہو گیا۔
اس نے گھوڑے کو ڈال دیا اور بھاگ پاتا۔

عبداللہ نے کہا:

جانا کہاں سے اوٹ کر۔ من تر سے پہلے۔

شہر ملا نے گھوڑا دھڑا دیا۔ عبداللہ نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے ڈھال دیا۔ ان کا گھوڑا اس کے ہاتھ سے
شہر ملا کے ہاتھ سے چلا گیا۔ وہ شہر ملا کو دیکھا۔ شہر ملا نے گھوڑا پڑی اور ڈالنے کی ذہنیت کو کاٹ کر

گراں اڑا لے گئی۔

شہر ملا کی شگفتگی سے گھبراہٹ ہوئی۔ شہر ملا نے جاننا چاہا کہ اس نے اس کی کھانچ لی اور اسے

خارج میں کر کے اپنے گھوڑے سے اڑ گئے۔ پھر وہ ڈالے اٹھ میں سے شہر ملا کے کپڑے اکٹرا دیے اور دھیرے

ڈالنے لگے۔



شاندار نست

(۴۱)

ایرا یوں کر اپنے سب سالہ کے ہاتھ ہاتھ کا بڑا کا بول انیس یہ اچھین چاکر ان کا ماہر پر حکمرانی
مسلمانوں کو قتل کر کے دایں آجائے گا۔ گند ایک کو بھی نہ مارے گا اور خود ہی مارا گیا اس سے انیس حدیث
یہی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ خصوصاً تمام آخر چوش و پیش میں بھر گئے۔ انھوں نے فوجوں کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔
جلی شکر ٹونڈا کی طرح بڑھنا اس شانہ اور بد سے کہ زمین اچھلنے لگنے لگی۔ سبز پانی جوتے لگاؤ
وہیت پر کار کا ہو گئی۔

عبداللہ نے دیکھ کر کہ جو ہی سپہ سالار رہا نہ ہو چکا ہے۔ اس کا ہر سپاہی جو پیش طلب میں بھرا ہوا ہے ہیکر
انھوں نے اس وقت کی کچھ خیال نہ کیا اور برابر اپنے کام میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے ضرورت کے
پر پہلے استیفاء نہ کرنا دلت، بکتر اور تھکا دینا سب سے ہے۔ ان کی گھڑیاں بازو کر اپنے گھوڑے پر دی گئی اور شتر مار
کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

اب انھوں نے غلہ شکر کا لڑت دیکھا۔ انہیں ایسا حیران ہوا کہ جیسے خداوند کا سدا میری ریت ہوا گئے بڑھ
رہا ہے۔ وہ داند سے لڑنے اور اپنی جگہ لگ کر خوند نہ لے
شیراز اسلام، دشمن تندی طرف بڑھ چکا رہا ہے۔ اس کی کثرت کو تمہا کچھ ہے جو۔ انھوں نے قادیان
کا رخ کیا ہے۔ وہ دیکھ کر اس طرح سے شاد ہیں۔
لیکھ

میرزا عبداللہ اپنی کثرت سے انانہ کو کو گزرا نہیں پہنچا اس طرح یہ بھی ہو تھیں انشا اللہ تعالیٰ

قصہ نہ پہنچا لیکھ گئے۔

وہ شکر کہ جی، آنحضرت ہیں۔ خدا صانع کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ جو خدا کو نہیں دانتے وہ ہمارے جی
نہیں ہوتے۔ ہادی کا اعجاز ایمان کی قوت پر ہے اور ایمان اس ہے خدا کو اس جگہ اور خدا کے رسولوں اور اس
کا کہوں کہ جو حق مانا۔ زمان میں اچھا ہے اور ایمان کی قوت ہے۔ جس سے ہادی بھی ایسا ہے۔

پھر جی وہ انسان ہیں، گوشت پرست کے کہنے ہوئے انسان۔ ان کی دلوں میں بھی خون ہے۔ وہ لڑیں
گئے اپنی کثرت کے جو سب پر۔ اور تم بڑھ گئے اللہ کی عات کے بھروسہ پر۔ اسی کی خاطر، اللہ کی خوشنودی
کی ہے۔ اگر تم نے استقلال، عزت اور جو اللہ کی عات کے کام لیا تو انشا اللہ فتح تمہاری ہوگی۔

شہادت کے طلب گارو!

جنت آج سے کر دی گئی ہے۔ جو وہ اور انھوں نے اپنی نرجت کھلے ہے۔ جو سدا تم نے خدا سے کئے ہے تم
اس کے میں دین کا وقت آ گیا ہے۔ تم خدا کی راہ میں جانیں دو گے اور خدا تمہیں بہشت دے گا۔ جنت کا راستہ
نکواروں کے ساتھ ہے۔

آج کل کوئی کرنا کر۔ دلوں کے جوصلے کا تو شکر کوں کوں وقت تک قتل کر دیا۔ یہی وہ جنتیہ، مذول
دیہی یا خدا کی امانت کا انفراد کے اس میں داخل نہ ہو جائیں۔ بلکہ دلجو، تیار ہو جاؤ
جس وقت عبداللہ نے تقریر میں کیا اسی وقت جو ہی لشکر ایک تیر کے نا صے پر کر دیا۔ اور احمد نے کئی جی
شیرازی شروع کر دی۔ مسلمانوں کے ہزاروں نے تعالیٰ پر تیروں کھڑا۔

ہزاروں میں میں افسر تھے۔ اب عبداللہ کے قلب میں دلہن آجائے بروہ انیس مبارک باد سے کراچی جگہ پر
ہزاروں میں دایں آ گئے تھے۔

میں نے اللہ اکبر کا خود گلا۔ مسلمان اس پہلے لشکر کوں کر پو تیر ہو گئے۔

انھوں نے دھڑلہ خود لگایا۔ اس لشکر پر مسلمانوں نے کامیں انھوں میں لگے ان میں تیر جوڑے۔
اور جب میں نے شیراز خود لگایا تو تمام مسلمانوں نے اس مبارک لشکر کی نگار کی اور ساتھ ہی شیراز کی
بارگاہی ہو گئی۔

عین نے جو تیروں کو خدا پر رکھا لیکن کچھ تیر سبائیوں کی بیٹیاں، کچھ بیٹیوں اور مردوں میں
بیویاں ہو گئے۔ دیکھ سبائی بیٹیاں تھے۔ ان میں سے کئی گز تر پہنے گئے اور تر پہنے تر پہنے صحت کا خوش
میں پہنچ گئے۔

عین کو غصہ آ گیا غصہ نے جی تیروں کی بارگاہی شروع کر دی۔ ان کے تیروں سے کئی مسلمان لڑا ہو گئے۔

کونسی ملک آنکھوں میں تیر رہا ہے۔

موسم کی کچھ ایسے ذرا اور ہے، مگر تم لوگوں کی آنکھوں میں تیر لگے انھوں نے خود اپنے انھوں سے پتہ کیا ہے اور چاند سے اور چاند چاند کے خود غرض آگے بڑھیں اور یہ سب کچھ ہے۔ اور جب انہیں سنت کی حکمت آگے گراہ جدیدہ چاروں کو ملے کچھ ہے۔

ذرا سوچیں۔ یہ چیلنکس کون قرار دیں اور ان کے صحیح کس قدر محنت دل اور محنت جابجا تھے۔ کون کس کو تو
نہایت اہم سمجھیں گے۔ یہ تو ان کی ذہنی اور تکنیکی کوششیں تھیں۔ یہ تو تھے۔ جہاں میں مٹی کی خوشی تھی، جیسے تھے، وہاں اہل
قوت تھے، جس سے وہ حال قوت پر تھے، وہاں اہل قوت تھے۔

اگر آج ہم بس اپنی پہلی قوت کو برعکاس تو نہیں، روحانیات بڑھ جائے گی اور پھر میں سو ٹیلیفون ہوا کرتا۔
 کا احساس بہت ہی کم ہوگا۔ ہم بھی ٹھونہ بن جائیں گے۔

اب مشرک، مصلحتوں پر اور مصلحت، مشرکوں پر تیرا معاملہ ہے اور ان قبروں سے سفر بنیو کہ مسئلہ بقا میں پہنچے گا۔

ابھی میری والدہ کی ہر ادائیگہ سے جنگ چھڑی تھی مگر قزوئی ہی دیر بعد سونے اور میسرے جیہتیہہ لٹا گئی جو نے سچو اور اسے
ابھی کثرت سے بھارت کے کئی کئی صوبوں کے لیے چھپ جاتی تھیں اور وہ چھپ جانے کے لیے ہر طرح کی طرح سے
تغاضی کرتے تھے۔

جب ایمان بڑھنے لگا تو مسلمانوں کے تیراکیوں پر براہِ عقائد پہنچا رہے ہیں تو وہ ایک دم آگے بڑھ گئے اور حواری سوسائٹی کو بناتے ہوئے نکلے۔

مسلمانوں کی تو خواہش تھی کہ تیرہویں صدی کے غم جو کہ عواموں کی لڑائی شہر و جاہوں پر ہے۔ اٹھوئے نہیں۔
مذاہب کی پیروی اور جیسے سید کے داروں کی خود کوئی شہر و جاہ دے۔

۱۰۰ - دونوں لشکر ٹکرائے۔

چنانچہ ایسی جہول کہ جہولوں سے ہزاروں اور ایک کے سوسے دوسرے کا سلسلہ اور پیسے سے سیریز بن گئی۔
عمر اور بوجہ، بیٹے بیٹے، سرور پر سرکٹ کر کے کراچے گئے اور دھڑوں پر چڑھ کر گئے۔ خان کب، رن بھونے
گئی۔ مضمین ٹوٹ نہیں رہی اور مسلمانا ختم نہ ہو گئی۔

جو کہ وہ خود بخود ہی جوش برپا کر رہے تھے۔ اسی لیے بڑی دہری بوٹا اور مستحقہ لڑکے لڑکیاں تھے۔ اگرچہ مسلمانہ لوگوں سے ہٹ کر تھے لیکن وہ اسی باہمی سے جگمگا رہے تھے کہ اگر ان کا سفر اکیس کے بغیر نہ ہو سکے۔

وہ عیسائیوں و انگریزوں کے سخت قہقہے، ان کا ٹھکانا، مذہب کی کاٹ کر رہی تصویر، وہ دو طنزوں کی گلی میں چھٹی کی طرح جھلک رہے تھے۔ انہوں نے بڑے سیریز کی انٹھوں سے میدان بھر دیا تھا اور ان کی جگہوں سے زہر کی میراں کرواتے تھے۔

سبیل اور اس کے خسر شہزادہ جہانزیں نور مرہوشی سے لڑ رہے تھے۔ ان کی تواریخ میں لکھا گیا ہے کہ شہزادہ جہانزیں نے اپنے خسر اور اس کے خسران کو ڈکڑی لٹی قہر۔ دو جہنم سے لے کر اس کا نذر ڈال دیا۔

ابیرجہ اللہ نے اہل کلمہ جگہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ اب وہ اپنے عزیزوں کے ساتھ بڑے مسکراتے درجہ میں داخل ہوئے۔ دیگر بڑی شخصیتیں بھی انھوں نے دستوں کو کیسے آواز لگائی کی طرح کانٹا لگا۔ چونکہ انھوں نے جگہ میں خود انھیں مسلمانوں میں شیعہ پر ہے لیکن جو حق میں کلمہ سے تھے انھیں کلمہ سے اصرار نہ تھا۔

عبد اللہ: سید اور دوسرے افسروں نے جو میٹرو اور پریکٹک کے تئیں فضائل کو شروع کر دیا، افسروں نے تقریری و ریفرنس جیکٹوں اور کپڑوں کے ذریعہ اس سے تجویز و محبت کے سر پر پہنچا دی ہوئی۔

چند سالوں نے انہیں ایک کامیاب شاعر، خود نگار، شاعر سے دور سے دیکھا اور ہزاروں انجمنیں کو متبع کر دیا۔ جو کہ گہرا جہل کفر سے ہوتے۔ مصلحت ان کا وقت ان کے انہیں نفع اور گرفتار کرنے سے بچا۔

جلی خوضروہ ہو کر اسی ر، نسبت ی لکے کہ مسہلوں کا نرد ہے باہر نکل گئے۔

مسئله این بود که شاه از فریبش جا نماند و در مقابل فریبش فریب داد.



میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ امیر کے پاس کئی عجیب و غریب باتیں پڑھیں جیسے جیسا کہ

آج جو اقامت نے سوئی پرست نشانی کی۔ اس یعنی کے لوگ مراد ان میں ان کا نام برس سے امداد

کہہ گئے ہیں۔

میں نے دیکھا کئی عجیب امیر کے پاس پڑھیں جیسے

میں جو پیش گئے۔ امداد نے کہا۔

میں دودھ ہونے میں وہاں خاک کو یہ کا قاصد پہنچا گیا۔

امداد نے فرمایا کہ

آج آپ امداد کی گفتگو کیجیے۔

برس : میں تو فرما کر چکا ہوں کہ آپ کی امداد کرنا چاہتا ہوں۔ شراکت آپ میں کیجیے۔ اگر کوئی شراکت میں نہیں کرے۔

ہو گا تو میں کہوں گا۔

امداد : ہوا شراکت میں ہے۔

بہتات تو ہونے کے آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی فریب ہونے سے دشمنوں سے کوئی مراد نہیں کہے گا۔ ہمارے

جاسوسی کے افسر ہیں جنہیں پہنچتے ہیں۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے کہ امداد سے سہارا کو پاس

حکومت کو نقصان پہنچے۔

برس : اے امداد میری قوم کو یہ شراکت منظور ہوگا۔

امداد : ہماری سنی دلوں میں اگر کوئی سنی ہو چاہے کہ تو تم یا سنی دلوں سے امداد نہیں کہے

برس : میں اس پر جو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

امداد : نہیں فرماؤ۔ چاہے کہ امداد جیسے۔

برس : خدا کو جیو کی شراکت کرنا چاہیے۔

امداد : اگر تم فرماؤ گے تو ہم ہماری مخالفت کے دعوے کرتے ہوئے لگوں گے کہ وقت تم میں اپنی دینی

دو گے۔ ہماری فرمیں ہمارے ساتھ شائق ہو کر ہمارے دشمنوں سے لڑیں گی۔ ہم فرماؤ گے کہ تمام

حزبات ہمارے ہونے کے۔ تم فرماؤ گے کہ ہم اپنی مخالفت سے ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں اور ایک کہو

گے۔ فرماؤ تم اپنی مخالفت کی نفی سے دو گے۔ ہم سے ہونے کے ساتھ ہوں۔

اور اگر تم جیسے دو گے تو ہم تم سے اور ہمارے لوگوں سے ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

ہماری مخالفت اور دشمنوں کا ہونا۔ ہماری مخالفت ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

اور اپنے دشمنوں سے ہماری مخالفت کر رہے۔ ہماری مخالفت کے ساتھ ہوں۔

دیکھیں گے۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : فرماؤ گے تو ہم یہ اچھا ہے۔ ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

کہہ رہے ہیں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

برس : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

امداد : ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔ ہمیں ہمارے ہونے کے ساتھ ہوں۔

مرزا باغہ چلے۔ ڈاکو سے ملنے کو تیار تھی ہے۔

سب کو دیکھ کر ڈاکو یہ

مرزا باغہ چلے گا۔

سب کو دیکھ کر ڈاکو یہ

سب کو دیکھ کر ڈاکو یہ



گشتی

(۴۴)

مسلمانوں کو اصفہان کے علاقہ میں داخل ہو کر جو تھوڑی تھی اس کی طوخی مردوں اور نوجوانوں کو سب بچا کر
ہوئی تھی اور سوئی پر معاملات سے قبل ہوئے گا اور بھی مریت ہوئی۔ جو کہ پہلے حرکت میں بہت سے مسلمان تھے
جو تھے تھے اس لیے بعض ہوئے تھے ان کی تیار داری کر رہی تھیں۔ جو زبان عروہ تھے ان کو کچھ بھال رات کر بھی
کرتی تھیں۔

عورتیں تیار داری کے قریب سے طرف واقع ہوئی ہیں۔ رات دی ایک کر رہی ہیں۔ نہ ٹھکانا ہیں نہ پناہ
انہیں ملتی تھی کرتی ہے۔ نہ وہ کسی کام سے انسانی ہیں نہ کراہت کرتی ہیں۔

بعض مرغیوں کی دیکھو حال سلسلہ آباد اور رفید کے ذمے بھی تھے۔ یہ بتوں جانیں کئی کئی گھنٹے ہو چکا
کے پاس ہیں۔ انہیں کھاتوں باتیں۔ وہ لوگ کاتیں اور ان کی پیشیں بدلتی ہیں۔ وہ کانا بھی پکاتیں اور کام بھی
کرتیں۔ ہر وقت اختلاف رہتیں۔

ایک سلسلہ سلسلہ بار پڑ گئی۔

وہ دن بہت گرم تھا۔ سخت دھوپ پڑ رہی تھی۔ سلسلہ کا چہرہ صاف ہو گیا تھا جیسے تھیں چھلکے واہ ہو یا
پسینہ سے دھل کر ٹھہر گیا ہو۔

یاد لے گا:

ایک ایک لکھ گئی ہو۔

سلسلہ ان کے گھر گئی۔ ایک نو گری بہت ہے دوسرے کام بہت ہوا چلا۔

باب : بسا اسی بستے پر بدامری کا دعویٰ تھا۔ اگر جنگ کی نوبت آجاتی تو دھواں سمیٹنا پڑتا تو کیا ہوتا۔
 رفیقہ : ہوا کا کباب تھا یا ماساں اور ڈھونڈ ڈھونڈتے تھے۔ ہمارے پیچھے کھڑی ہو کر جینا کا ذکر کرتی رہتیں۔
 سلسلہ کو طرہ کا لگایا۔ وہ انکار میں لگی ہوئی تھیں۔
 'جیسے ایک نیم کی صفی ہمارے چور۔ اگر وہ میں شرکت کرنے کی نوبت آتی تو تم دونوں سے بے گھر ہونے کا ڈر تھا۔'
 کراؤ تھا:

باب نے ہنسنے لگا۔
 'میں نہیں، تو تم سے بات ہی کہہ رہی ہوں۔'
 رفیقہ : آفرین تو نکلتی تھی، ہاں۔ ہاں میں قسم کی باتیں ہی کرتے تھے کہ اگر کراؤ نہ ہو۔
 سلسلہ : تھوڑے تھوڑے زمانہ تو نہیں نہیں ہوں میرے۔
 باب : بالکل میں نہیں۔ اسی لیے تو تم تنگ گئی ہو۔ ہلکے کم نے ہی اتنا ہی لاکا لیک ہے جتنا تم نے۔
 سلسلہ : لاکا لیا کیا بات ہے اس میں۔
 رفیقہ : ٹھیک تو کہہ دی ہیں عاری کا کرنا اور باغ ہے تو لڑا جھگڑا ہے۔ لاکا کہنے میں مشقت کرنا
 پڑتا ہے۔ لڑنے میں تو لگتی ہیں۔
 سلسلہ : اب تم دونوں سے کوئی جیتے۔ میں تاک سے نہیں ٹھک۔ گری نے پریشانی کر دیا ہے۔
 'ابھا۔' باب نے طنز سے کہا۔

'چوری؟'
 سلسلہ : ضرورت کرو گی۔
 رفیقہ : چاکر دیکھ میں یہ۔ واقعی گری بہت زیادہ ہے۔ آؤ بیٹھ کر چائے کر لیں۔
 باب : وقت خوب کبھی۔ نہانے سے نکال دو گی۔ دھندلے ہو جائیں گے۔ کوئی سہارا ہے بہت؟
 سلسلہ : بہت تو ہے لیکن قند سے بہا جی اس کے بارے میں سوچے آگئے تو۔
 باب نے خف سے کہا،

'ماں نکل کر دیکھو۔ کچھ دیکھیں گے وہ نہیں۔ میں کہہ دوں گی کہ میں قندی۔' انہیں اپنے ساتھ
 لے گئی تھی۔
 سلسلہ : میں کبھی نہ کھاتی تھی۔
 باب : چوتھیں گھر بننے والی ہو تم۔

سلسلہ : مزا دھو رہے تھے۔
 باب : پانچ وقت دھونے لگے ہوتے دھونے لگے ہوتے۔ دیکھ لو کبھی چاند سا نہ ہے۔
 سلسلہ نے ہنس کر کہا،

'واقعہ چاند سا ہے۔ اس کی تو میں بھی غفلت رہی ہوں۔'
 رفیقہ : غلط۔ اگر قند اس چاند سا ہے تو سلسلہ کا کیا مانا؟
 باب : سلسلہ کے ہرے کو چاند سے کیا نسبت؟ چاند میں داغ ہے اور علقہ کا چروہ ہے۔
 رفیقہ : اچھا۔ بات چکر کرنا۔ چلو چٹو کے کنارے پر۔
 باب : میں تو تیار ہوں۔ سلسلہ سے بوجھ۔
 سلسلہ : میں تم سے پیسے تیار ہوں۔
 رفیقہ : تو چلو۔

تینوں جلیں۔ تینوں نے کٹی کٹی چادریں لے لیں۔ چٹو کے کنارے پر ہی اگلے کے چٹے تھے وہ۔
 خیموں سے نکال کر چٹے پر آگئیں۔ اتفاق سے اس طرف اس وقت کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے کپڑے سے انکار کر لیا۔
 ایک چادر کے۔ نہ باغ سے۔ ایک ایک چادر سے سو پر کا جسم لپٹا اور شراب سے بھٹی میں کود پڑی۔
 تینوں تیراکی نہیں۔ ابھی طرح تیرا جانی نہیں۔ خوب تیرنے لگیں۔ کبھی ایک جگہ سے غصہ کا کردار دکھائی دیتا۔
 کبھی ایک ہی جگہ میں بیٹھ جاتیں اور کٹی کٹی سنڈ میں اصرار کرتی۔
 کافی دیر تک نہانے میں۔ پھر پانی کے اندر بیٹھ کر بدلنے لگیں۔ جب ٹھنڈا حلوم ہونے لگا تب چٹو
 سے صحتی ہوئی باہر نکلیں۔ خشک چادروں سے بدلی ہوئے بال پھٹے سے اور پڑے سے ہیں کہ بال ٹھکڑے
 بیٹھ گئیں۔

تینوں کے بال لیے۔ سیاہ اور ریشم جیسے ٹھنڈے تھے۔ ہاں بالوں نے اس کے چہرے کو اور رخسار کو دیا
 نلنے سے وہ نظر نہیں آتا اور اس کے سر میں اور بھی دلخیز ہو گئیں۔
 تھوڑی ہی دیر میں ان کے بال خشک ہو گئے۔ وہ دھنسنے والی تھیں کہ باب کا نظر مٹے اٹھ گئی۔
 اس نے کچھ کم کہا

'ہمارے یہ بڑے سے تو کٹی آ رہی ہے۔'
 تینوں میں طرف دیکھنے لگیں۔ ایک خوبصورت کشتی بڑھی جی آر بی تھی۔ رفیقہ نے کہا،
 'میں میں تو وہ تیری ہی جی تیرتی ہیں۔'

کشتی برابر ٹرچی کی آگ کی تھی جب وہ ڈالنگ پاس پہنچی تو غصہ سے دیکھا اس میں ایک عین فائبر کے
اور ٹیکے کے ساتھ سے پہنچا ہے۔ بڑی بڑی حرکت ہے۔ حلیت فخر و کبر و کس اور خوشنودت پر ہے۔ یہ بیکر
جہاں ہو رہی ہے۔

کشتی کا رتہ کی طرف ہو گیا۔ آہستہ آہستہ کشتی ان کے قریب آکر مائل سے لگ گئی۔ کشتی میں ثابت
توجہ نہ تھی۔ اس میں جو فرسٹ اور مابین تھے انہیں دیکھ کر یہ معلوم ہوا تھا کہ کشتی نہیں کسی ڈسے امریکہ
گئی کی جہاں پائی ہے۔

کشتی کے کنارے سے گئے ہی تازہ تین جہاز اچانک جہاں کہہ کر اسے پرانے گئی۔ اس کے ساتھ دو عوامیں
بھی آئیں۔ وہ بھی نوکر و شکیل تھیں۔ اچھے لباس اور اچھے زینت پہنے تھیں۔

تازہ تین رقبہ ناز سے جہاں کہیں تھے نہ جہاں کہے باقی تھے۔ یہ اس کے استقبال کو آئی کر کوئی برائیوں
ناز نہ تھے کہا۔

تھیں جہاں سے ہو گئی۔ میں کوئی ہوں اور کھیلے آئی ہوں؟
اس نے تازہ تین رقبہ میں گفتگو شروع کر دی۔ تینوں کچھ تازہ تین جہاں کی تھیں۔
باجا نے کہا۔

نہیں جہاں سے تھیں یہ ہم کہہ گئیں کہ ہم کسی مرزا کی جہاں کی جہاں پر آدم ہم سے ملے آئی ہوں۔
تازہ تین جہاں پر جہاں کے نام پر کچھ میرا ہو گیا۔ اس نے کہا۔
میں سوئی کے مرزا ہوں کہ جہاں کی جہاں ہوں۔ تم سے ملے آئی ہوں۔

باجا آگے رخسار میں ہیں۔
تازہ تین اچھے عوام تھیں ہوں۔ باہر خاطر تو نہ ہو جاؤ گی۔

باجا: سر اعلیٰ کی مہمانی فرمائی مشہور ہے۔ ہمارے جھیل پر جو آب و ہوا ہے وہ باہر نہیں ہوتا۔ بہت سے فرسے
اس کی مہمانی کرتے ہیں۔ لیکن کب سے تھا؟

تازہ تین: میرا نام مرزا ہے۔

باجا: آؤ۔ لیکن ایک بات میں سو۔ ہم میں دو خیراتیں ہیں۔ مادگی کو پسند کرتی ہیں۔ آپ کے خاندان میں
مادہ سے پس فرماتے ہیں۔ مادہ بک۔ تیرے ہیں۔ مادہ کوئی مادہ ہے۔

مرزا: مادہ اس کی شکایت نہ ہو گی۔

باجا: تو کہیے۔

یہ تینوں۔ مرزا: اور اس کی دونوں خواہیں۔ باجا کے لیے پرائیں۔ مرزا: جہاں گئی۔ اس کے ساتھ ہی
یہ تینوں اور دونوں خواہیں بھی پیش کرتی ہیں۔

مرزا نے کہا۔

ایک تو جوان فرسوی میں بڑا بڑا کرنا لگے تھے۔
باجا کو کچھ خیال ہوا کہ کیس نہیں کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا۔ کچھ مضطرب ہو گئی۔ اس نے بڑی
سے کہا۔

”اے! وہ میرے بھائی میں ہیں۔ کیا ہو انہیں؟“
مرزا: ہجر انہیں وہ حریت سے واپس آ گئے ہیں۔ تم ان کی ہیں جو۔

باجا: کہا۔
اس نے سدا کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اور یہ خاندان کی شریک جہاں ہیں؟“
سدا تو گئی۔ باجا نے طوط نکالوں سے سدا کو دیکھ کر کہا۔

”ہم تو ہیں۔ بھنے والی ہیں۔“
سدا تو بھی قدم کی گئی۔ مرزا: اور وہ سدا نے گئی۔



طریقہ تبلیغ

(۲۵)

وہ پیسہ ملنے والی تھی جب مرزا بڑا مرزا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر باقی کرنے کے بعد بابہ نے مرزا بڑے صاحب ہو کر کہا:

بابہ توڑی دیر آپ کو حساب بنا ہو گا:
مرزا بڑا گھبرا گئی۔

اس نے بھڑکی سے پوچھا: کیوں؟

بابہ مسکرائی اور اس نے جواب دیا:

گھبرا نے کی کوئی بات نہیں۔ چارے بازار کا وقت ہو گیا ہے۔ ہم نماز پڑھ رہے ہیں۔

مرزا بڑا نماز کے باقی سے گھبرا اٹھ اٹھا تو سامنے سے پوچھا:

نماز کیا؟

بابہ: نماز خدا کی چاروں ہے۔

مرزا بڑا: کدو بڑھگ تم نماز؟

بابہ: اسی سربراہ، کدو دیاں میں ایک مانتاں کھڑا ہے اس کے سایہ میں پڑھوں گی۔

مرزا بڑا: کدو دیر ہے وہاں سے؟

بابہ: اسی ٹیم کے ساتھ ہی رہے۔ نیچے دیکھاؤں۔

بابہ نے نیچے دیکھا تو اس نے ایک مانتاں نماز مرزا بڑا نے دیکھا لیا اور کہا: یہ تو قریب ہی ہے۔

ہم بیس روپے سے جس بیٹے کو لگا دیکھیں تو کوئی ہرج تو نہیں:
بابہ: بیس کہیں؟ آپ ہمارے ساتھ چلیے وہاں دیکھ لیجیے گا۔
مرزا بڑا: نہیں۔ میں بیس بیٹے کو دیکھوں گی۔

بابہ: اجار۔

بابہ: دھند اور سدا تیز تھیں اور میرے باپ کو کھانے سے بلانے کے لیے کہتا:

اگے تھوڑے دیر ہو گئی ہو تب بابہ:

بابہ نے سیکھیں صحت مار کر کہا:

کیا کھانا ہوئی ہے؟

سدا: بھاری پیسے کی جانتی نہیں:

بابہ نے دھند سے غائب ہو کر کہا:

نیکو جہ: غور سے کوئی غلطی ہو گئی ہے:

دھند: غلط تو نہیں ہوئی، لیکن تین ایک اجنبی لڑکے کے سامنے یہ نہیں کہہ دینا چاہیے تاکہ یہ سیکھ لیں کہ وہاں شرکیہ صحت ہیں۔

بابہ: اور یہ بات ہے۔ راجہ افتادہ جو سدا کے مرزا بڑا اختیار کر رہا ہے۔

یہ کہہ کر وہ بیس بڑی سدا سے نکلا:

بڑی شرم ہو گئی ہوئی:

یہ تینوں صاحبیت کے قریب پہنچیں اور دو کس کے اول بار رکعت سنتیں پڑھیں۔ پھر بارہ فرما دیجئے
اس کے بعد وہ دو رکعت سنت اور غلہ دار کے چلی آئیں۔

جب وہ مرزا بڑا کے پاس پہنچی تو وہ دیر میں بیٹھ گئی تھی اس نے کہا:

پڑھو آج میں تم نماز؟

دھند: جی ہاں۔

مرزا بڑا: تم نے کس چیز کو پڑھا ہے؟ سدا نے تو پکڑ لیا تھا۔

دھند: ہم اس سدا کی بات کرتے ہیں جو نیکو ہے لیکن ہر گز موجود ہے۔ تم کس چیز کی بات کر رہے ہو؟
مرزا بڑا: آگ کا۔ آگ تو بھلا ہے۔

دھند: لیکن آگ میں جلانے کی طاقت ہے۔ میں پڑھ رہی ہوں؟ پڑھ رہی ہوں؟ میں پڑھ رہی ہوں؟

طریقہ تبلیغ

(۲۵)

وہ سیدھ ملنے والی تھی جب مرزا بڑا مرزا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر باقی کرنے کے بعد بابہ نے مرزا بڑے سے مخاطب ہو کر کہا:

”اب توڑی دیر آپ کو کتاب پڑھاؤ گا۔
مرزا بڑا گھبرا گئی۔

”اسے بھڑی سے پوچھا: کیوں؟“

بابہ مسکرائی اور اس نے جواب دیا:

”گھر لائے گی کوئی بات نہیں۔ چار گھنٹہ کا وقت ہو گیا ہے۔ ہم نماز پڑھاؤں۔

مرزا بڑا نماز کے نام سے گھبرا اٹھا۔ اس نے پوچھا:

”نماز کیا؟“

بابہ: نماز خدا کی عبادت ہے۔

مرزا بڑا: کیا پڑھو گے نماز؟

بابہ: اسی سربراہ کے درمیان میں ایک مانتا ہے اس کے سایہ میں پڑھوں گی۔

مرزا بڑا: کتنے دیر ہے وہاں ہے؟

بابہ: اسی لمحہ کے ساتھ ہی ہے۔ نیچے دکھاؤں۔

بابہ نے نیچے کو پردہ اٹھا دیا۔ اسے ایک مانتا تھا۔ مرزا بڑا نے دیکھ لیا اور کہا: ”یہ تو قریب ہی ہے۔“

اب ہمیں دعا دے جس سے جو کرنا کر دیں تو کوئی ہرج تو نہیں۔
بابہ: ”بہنیں کہیں؟ آپ ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں دیکھ لیجئے گا۔
مرزا بڑا: نہیں۔ میں نہیں بیٹھ کر دیکھوں گی۔

بابہ: اچھا۔

بابہ: رفیقہ اور سہیلہ تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ سہیلہ نے بابہ سے کہا:

”گھر میں بیٹھ کر پڑھو بابہ۔“

بابہ نے سہیلہ سے کہا: ”مارا مارا“

”کیا خطا ہوئی تھی؟“

سہیلہ: ”بھاری پیسے کی جانتی نہیں۔“

بابہ نے رفیقہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”بھیکو۔ جو غصے کو غلط ہو گئے۔“

رفیقہ: ”غلط تو نہیں ہوتی۔ لیکن تین ایک اجنبی لڑکے کے سامنے یہ نہیں کہہ دینا چاہیے۔ تاکہ یہ سہیلہ کی بھرتی والی شریک جانتی ہیں۔“

بابہ: ”اوہ۔ یہ بات ہے۔ اچھا اتفاق ہو سکتا ہے۔ سہیلہ کو دیکھا۔“

”یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ سہیلہ نے کہا:

”بڑی شرم ہو گئی ہوں۔“

یہ تینوں صاحبزادے کے قریب پہنچیں اور دو کسے کے اول بار رکعت سنتی پڑھیں۔ پھر چار رکعت پڑھیں۔
اس کے بعد وہ دو رکعت سنت اور غلہ دار کے چلی گئیں۔

جب وہ مرزا بڑا کے پاس پہنچی تو وہ درمیان میں بیٹھ گئی تھی۔ بابہ نے کہا:

”پڑھو آؤ میں تم پڑھاؤ۔“

رفیقہ: ”جی ہاں۔“

مرزا بڑا: تم نے کس چیز کو پڑھا۔ نماز سے ملنے تو چکا تھا ہی نہیں۔

رفیقہ: ”ہم اس حدیث کو پڑھتے ہیں جو یہ ہے لیکن ہر گز موجود ہے۔ قرآن مجید کی بات کو تو پڑھاؤ۔“

مرزا بڑا: ”آگ کا۔ آگ تو بھلا ہے۔“

رفیقہ: ”لیکن آگ میں جلنے کی طاقت ہے۔ میں پڑھاؤں۔ پڑھائے گی؟ پھر میں اس میں پڑھنے کی دعا دیں گی۔“

طریقہ تبلیغ

(۲۵)

وہ پیسہ ملنے والی تھی جب مرزا بڑا مرزا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر باقی کرنے کے بعد بابہ نے مرزا بڑے سے مخاطب ہو کر کہا:

بابہ توڑی دیر آپ کو کتاب پڑھا ہوگا؟
مرزا بڑا گھبرا گئی۔

اس نے بھڑکی سے پوچھا: کیوں؟

بابہ مسکرائی اور اس نے جواب دیا:

”گھر لائے گی کوئی بات نہیں۔ چار گھنٹہ کا وقت ہو گیا ہے۔ ہم نماز پڑھ رہے ہیں۔“

مرزا بڑا نماز کے نام سے گھبرا اٹھا۔ اس نے پوچھا:

”نماز کیا؟“

بابہ: نماز خدا کی عبادت ہے۔

مرزا بڑا: کیا پڑھو گے تم نماز؟

بابہ: اسی سربراہ، گھوڑیاں میں ایک ماہانہ کھڑا ہے اس کے سایہ میں پڑھوں گی۔

مرزا بڑا: کتنے دیر ہے وہاں ہے؟

بابہ: اسی لمحہ کے ساتھ ہی میرے نیچے اٹھا دوں۔

بابہ نے نیچے کو پروردہ اٹھوڑا، اسے ایک ماہانہ نماز مرزا بڑا نے دیکھ لیا اور کہا: ”یہ تو قریب ہی ہے۔“

ہم جس عہدہ دار سے ہیں، سچ کر اگر دیکھیں تو کوئی ہرج تو نہیں:
بابہ: ”جیسا کہ میں آپ ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں، دیکھ لیجئے گا۔“
مرزا بڑا: نہیں۔ میں نہیں بیٹھ کر دیکھوں گی۔

بابہ: اچھا۔

بابہ: رفیقہ اور سہیلہ تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ سہیلہ نے بابہ سے کہا:

”گھر میں بیٹوں کی پرورش بابہ!“

بابہ نے مسکین صحت مار کر کہا:

”کیا بھلا ہوئی ہے؟“

سہیلہ: بھلا ہی جیسے کچھ ہاتھی نہیں!

بابہ نے رفیقہ سے مخاطب ہو کر کہا:

”بھگدھ۔ غور سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟“

رفیقہ: غلطی تو نہیں ہوئی، لیکن تین ایک اجنبی لڑکے کے سامنے یہ نہیں کہہ دینا چاہیے تاکہ یہ سیدنا کی ہونے والی شریک حیات ہیں۔

بابہ: اور یہ بات ہے، راجہ افتخار جو سہیلہ کی زندگی بھر اٹھاتا کر رہا ہے۔

یہ کہہ کر وہ بیٹوں کی طرف اشارہ کیا:

”بڑی شرم ہو گئی ہو۔“

یہ تینوں ماہانہ کے قریب پہنچیں اور دو گھنٹہ کے اول بار رکعت سنتیں پڑھیں۔ پھر بارہ فرما دیئے
اس کے بعد وہ دو رکعت سنت اور غلہ دار کے چھ آؤں۔

جب وہ مرزا بڑا کے پاس پہنچی تو وہ درمیان میں بیٹھ گئی تھی اس نے کہا:

”پڑھو آؤں تم نماز؟“

رفیقہ: جی ہاں۔

مرزا بڑا: تم نے کس چیز کو پڑھا ہے؟ نماز سے ملنے تو کچھ تھا ہی نہیں۔

رفیقہ: ہم اس حد تک اذیت کرتے ہیں جو نیت ہے لیکن ہر گز موجود ہے۔ تم کس چیز کی بات کر رہے ہو؟
مرزا بڑا: آؤں گا۔ آؤں گا۔ آؤں گا۔

رفیقہ: لیکن کاش میں جانے کی طاقت ہے۔ میں پڑھ رہی ہوں؟ پڑھ رہی ہوں؟ پڑھ رہی ہوں؟

بیاد کرنے کے لیے جس سے دور رہے علی سپاہیوں پر برا اثر پڑتا تھا اور وہ خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ مسلمانوں کو انہی نہیں بلکہ خود کی قسم سے گھنے گئے تھے۔

مذہب و سیاست، استاد کا کبھی حلوم چلنے لگتا بہت بڑا سپاہی، سلطانوں کے جنگی واقعات بیان کر کے سپاہیوں کا دل جلا دیا اور ہم جت جتا سچے ہیں۔ اس نے نہیں وہاں سے دیکھ کر دیا اور ایک وزیر اس نے اپنی قوم کے سامنے اس طرح تقریر کی:

الحمد لله رب العالمين

تم ان شیروں کی اولاد جو مختلف نے روحی سلطنت پر چڑھائی کر کے مہساروں پر
نوعیات کا حمل کر لیا۔ اور تبصرہ دوم: یہ کہ ان سے ڈور کر لیا نہ صرف آئینہ شاد ہے
بلکہ ان سے انور نے اسچی بادی کا سنگہ جاری دیا ہے جسے یو ایف کو کہہ دی
سلطنت نہایت عظیم الشان اور بڑی اہمیت تھی۔

ہمارے پڑوس میں عرب بھی ایک ملک ہے۔ اس ملک کے باشندے جو خدا اور
خیر مہذب تھے ہمارے ملک میں غلامیوں کرنے لگے تھے۔ ہم انہیں اپنے گھر واپس
پر مائیں رکھ دیتے تھے۔

عزیزو دلدار! ہم نے کبھی وقتِ ضعیفی کی یاد نہ وقت کرنے کے قابل تھے۔ وہ دلیل اور پہلو پر قوم تھے۔ ان کا گھٹ سے یہ خواب و خیال بھی نہیں تھا کہ وہ کسی ملک پر نظروں نہ رکھیں گے، لیکن ان کے ملک میں ایک ایسی قوم تھی۔ انھوں نے غریبوں میں ایک عجیب قسم کا جوش بھجوا دیا۔ کس عرب میں انقلاب آ گیا۔ جتنی عرب ائمہ و علماء اور اخوان نے ایران میں ایسی ہی ایسی اور عظیم الشان سطوت پر حملہ کر دیا۔ ہمارے ہندو اور مسلمانوں کے اسے انھیں غمناک حاصل ہو گئی۔ ہمارے غمناک بزرگ و جوانوں کے مقابلہ سے پہلے ہی۔

خیال تھا کہ میری اس سبب بے مروتی کے انکار کے باعث وہ اور باقاعدہ لگ خود ہی
واپس چلے جائیں گے یا ہم انہیں لے کر لوہے کی گھنٹی میں ڈالیں جو انہیں آگ میں
پرستش کرنے کو تیار ہو گئے۔ انہوں نے ہوا کو فتح کر لیا اور اب انھیں ان کے گھر
پہنچا رہا ہے۔

عرب اپنے آپ کو مسلمان اور جھوٹے مسلمان نہیں ہیں انہیں مشرک اور کافر کہتے ہیں۔

جوش و نفرت

④

اسودی لشکر استنداد کی طرف رخ کیا، استنداد، اہواز اور امصہات کے درمیان حدان کو کھینچ کر خلیفہ احمد کے لشکر کا کچھ حصہ ہلال کے طور پر پشتر ملائے، دو بیک سرگزر دنگ میں مسلمانوں سے اس کو ٹکرائیا تھا۔ فتح ہوئے اور لایا اور جہاں مل جیت لایا کر جنگ کر لیا تھا۔

ہم ہر دو لشکر کے چار چار کر کے پاس پہنچے۔ جب اے حکوم کو کہ خبر ملا تو ہر گناہ ہے اور اس کی سزا پانچ سو جزیات ہو جاتی ہے تو اسے نہ افسوس نہ درد مصروفی سے مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے چند سو سو ادا لشکر کو خبر دینے کے لیے بھیجے۔ ساتھ ہی اس نے اصفہان کے حکمران داروغہ کو بھی تمام واقعات کے اظہار و تقریر سے مدد طلب کی۔

خداوند مصلحتی کو کہ سمجھتا تھا کہ ائمہ کے پاس اب محمد کس ہزار سے زیادہ لشکر موجود ہے اسی لیے اس نے
اسی نہ کر کیا جو خداوند نے کیا۔ البتہ اس کی قوت بڑھانے کے لیے وہیں بھرتی کر لی تھی تاکہ دیندار ائمہ دار کو
خود یا کہ تمہارے پاس کافی لشکر موجود ہے۔ مصلحتوں کا خداوند بہت کچھ ہے تو دینی اور دنیوی سے ان کا موازنہ
کہ وہ مصلحتی رہتا ہے جیسا کہ کئی ہزاروں دیندار صحابہ بھی تھے۔

اسناد کے بعد اس کا نقشہ موجود ہے۔ مسافر سے کوئی کتاب یا روزہ اس سال اور دولت کے آگے سے بڑا حقوت ہوگا۔

آجیسا ہی مسلمانوں کے مقابلہ سے جہان آگئے تھے۔ وہ مسلمانوں کی فوجوں کی جگہ کے واقعات کو مریح

مجھے ان کے مذہب کے متعلق زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ مگر یہ بات سنا ہے کہ خدا
کو ایک ذائقے ہیں اور یہ خدا کو انھوں نے یا کسی نے کبھی نہیں دیکھا اس کی
عبادت کرتے ہیں۔

وہ بڑی اور اہم ہیں جو ہر خدا ہیں انھیں خدا نہیں دیتے کسی کو منظر الٰہی یا
الٰہ کا نور جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں انہیں سمجھتے ہیں۔ ہادی مذہبی کتاب رٹنر اور سنا کہ
لیکن مافی کتاب نہیں دیتے نہ حضرت زور و شکت کے قائل ہیں۔ وہ بھی بعض پرست
اور جو کہتے ہیں۔ ہمارے ان مقدس عبادت خانوں کو میں میں مقدس آگ
پرست ہیں۔ ہمارے یہ مذہب ہے ان کا یہی احترام نہیں سمجھتے۔

فرضاً وہ ہیں بشر کا اور جو کہتے ہیں ہمارے مذہب وہ سمجھتے ہیں کیا تم اپنے
مذہب کی کوئی چیز گوارا کرتے ہو؟

ہر طرف سے کوازبائی:

نہیں نہیں۔ ہم اپنے مذہب کی تو ہم ہرگز برداشت میں کر سکتے:
استاد نے پھر کہا شروع کیا:

ہمارا مذہب ہم کا مذہب ہے۔ اس میں ہمارے بزرگ مقدس آگ کی پرستش
کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمارے خلیفہ اسلمندار نے اس مذہب کی تبلیغ کی ہے
ہم اپنے مذہب کو بڑا اہم سمجھتے ہیں۔ ہرگز اس کی تو ہم برداشت میں کر
سکتے۔ ہم مریض منظر کو لے کر لے گئے ہیں اپنے مذہب کو اپنے مذہب سے تیار ہوتا ہوا
دیکھنا منظور نہ کریں گے:

جیسے شک ہے شک نہ ہے غارت گرا بی آئی۔

استاد نے کہا:

ایک بات اور بھی یاد رہے میں ضرور کو سنا ہے تو یہ نے سنا ہے کہ ایک ہے والد کے والد
کو اپنے نام اور والد کو اپنی پرستش۔ گیزریں بنائے ہیں۔ ہر بچوں کی قوم تمام
دیکھا کہ تو والد سے افضل، سزاوار اور حق ہے۔ ہم یہ سمجھ گوارا کر رہے ہیں کہ
ہم کو حق مریض کے خدا کی جائیں اور ہماری عین لہذا غیر عہد ہیں اور وہ ایک ہیں
وہ ضرور کی گیزریں ہیں جائیں۔

کیا کوئی ایسا ہے عزت ایلانڈ ہے جو ان باتوں کو گوارا کر سکتے؟

جب نے عرض کیا کہ:

بزرگ ہیں۔ ہر روز میں میں ذات کو برداشت کرنے سے مرعوب ہوتا ہے:

یہی بات ہے۔ ہم ہر بائبل کے لکھنا ذات کو برداشت نہ کریں گے۔ سلطنت ہماری طرف
بڑھ چکے آئے ہیں۔ ہر روز میں میں ذات کو برداشت نہ کریں گے۔ سلطنت ہماری طرف
اور۔ ہمارے مقدس مذہب کو نشانے کے لیے۔

اقرار کر دو کہ تم انہیں سناؤ گے۔ ان کا عقیدہ کہ ڈالو گے اور آگے لے کر انہیں اپنے ملک سے ہر
نکال دو گے:

ہم اقرار کرتے ہیں: جب نے جلد آواز سے کہا:
اس سے ایسا خود پیدا ہوا جس سے تمام دنیا کو گھٹا۔

استاد نے پھر کہا:

مجھے اور تیری قوم کو تم سے ہی امید ہے۔ میں نہیں یہ خوش خبری کی سناؤ
کہ جو سلطنت قدری طرف بڑھ چکے آئے ہیں اس کی تقدیر تو تم سے بست
ہے۔ اگر تم نے خدا کی عزت و عظمت سے کام لیا تو کبھی ایک مسلمان کو بھی زندہ
بچا کر نہ دے دو گے:

لوگوں میں کافی خوش پیدا ہو چکا تھا۔ اس وقت نے بچنا بچا کر کہا:

ہم تمام مسلمانوں کو اور تمام کے۔ کبھی ایک کو بھی زندہ بچا کر نہ دے دو گے:

استاد نے اسے اس تصور سے اپنے سپاہیوں کے دل میں خوش بھر دیا اور مسلمان کی طرف سے ان
کو اس قدر متفق کر دیا کہ وہ ان سے شے نہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ہر بیت خود ہر والد کے سپاہیوں کو انوں
سے خواہش تھی ان میں پیدا ہو گئی تھی۔ ہر والد کے سپاہیوں کو انوں
وہ مسلمانوں کا انتظار کرنے لگے۔



ایک روز استاد کے پاس میں یہ خبر لے کر مسلمان قریب آگئے ہیں، اس خبر سے ان لوگوں کو بے چین

نہیں ہوتی بلکہ ایک قسم کا جوش کیا سا اور وہ یہ چاہئے تھا کہ کسی طرح مسلمان جلد آجائیں اور وہ ان سے لڑ کر اپنے حقوق کا انتقام لیں اور ان کا خاکہ کر ڈالیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کون میں گرفتار ہوئے والے ہیں اور قسمت انہیں کسی پکڑ بٹانے والے ہے تو وہ چلا کر تے ہیں کہ جو کچھ ہو جائے۔ اختلاف، اضطراب کو بڑھاتا ہے۔ اور اضطراب سے پریشانیوں اور نگرانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جو کیفیت عجیب کی تھی۔

ان چاہتے تھے کہ جو کچھ ہو تب سے جلد ہو جائے۔ اسی سے وہ مسلمانوں کے آگے کا انتظار کر رہے تھے۔

خود اسناد اور بھی یہی چاہتا تھا کہ مسلمان جلد سے آجائیں اور لڑائی کا بہتر جو کچھ مجھ نے دیا ہے جلد ہو جائے۔

آخر ایک روز شوہر جو کہ مسلمان آگئے۔ استدعا کرنے سنا تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس نے اپنی زوجوں کو میدان میں نکال کر صف بستہ ہونے کا حکم دیا۔ فوراً ہی فوجیں مسلح ہو کر روانہ ہو گئیں اور میدان میں آکر صف بستہ ہونے لگیں۔

تھوڑی دیر پر بعد اسدای لشکر نور پور۔

شیراز اسلا آئی تھانے سے بڑے چلے کر رہے تھے۔ اسلای ہم صف و دوای کے ساتھ ہوا میں مارا رہے تھے۔ استدعا کرنے دیکھا تو اس کے دل پر بیعت جاری ہو گئی تھیں۔ اس نے قسمت آزمائی کرنا مناسب سمجھا اور جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔



خونریز جنگ

(۴)

اسدای لشکر کا ترتیب سے آرا تھا۔

دور سے دیکھنے پر بڑی بیعت ہوتی تھی۔ گاہوں میں سے آگے دیکھنا نہ دے پتہ نہ دے۔ سب سے آگے سین تھے۔ رائے کے جوش میں ان کا رما تھا۔ ان کے آگے میں دو متحدی علم تھا جو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بنا کر دیا تھا۔ اس کا پھر براہ راست غم خیال کر رہا تھا۔

ان کا رما قدم بڑھا تا تا تانرا انداز سے چلا آ رہا تھا۔ اگرچہ ان کے سامنے بے شمار فوجیں ان کا راستہ روکے کھڑی تھیں لیکن ان فوجوں کا ان پر کوئی اثر نہیں تھا۔ جیسے وہ گوشت پوست کے انسان نہ ہیں بلکہ حرم کے بہتے ہوئے ہوں۔

سبیل نے غنیمت کے لشکر کو صف بستہ دیکھا کہ یہ کھڑا کیا کہ وہ جنگ پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بحال کو میدان میں بلا دیا۔ دو درجہ مسلمان سبیل گئے اور گزشتہ جہنم سے جہنم کو دیکھنے لگے۔

سبیل کے بعد اور مدلل آگے اور میدان میں سبیل کو صف بستہ کرتے رہے۔

جب امیر عبد اللہ آگے تو مسلمانوں نے اٹھ کر کاپڑ زور نواں لگا دیا۔ امیر عبد اللہ کا رما لہجہ میدان میں بھر صف بستہ ہو گیا۔

مسلمانوں نے اپنے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ سبیل، امیر، امیر اور صف بستہ قائم ہو گئے۔ سب کے بعد دشمنان اسے آگے۔ ان کے سامنے براہ قائم کر دیا گیا۔ نیچے اور مابین کثرت سے کر دیے گئے اور وہ میدان میں آگے۔ انہیں حملوں میں لڑ کر جنگ آج ہی ہو گئی۔ فوجیں کی فوجیں آگے سامنے کھڑی تھیں۔ اس سے

انھوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ عجیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

جو جوان عزیز تھے اور خوش روزگاریاں تھیں، ہتیارہ قبیلہ کرتے جاتی تھیں اور کتنی جاتی تھیں کہ شاید جنگ کرنے کا موقع مل جائے۔

انہیں عجیوں کا حق بھی کوئی خوف نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش یہ تھی کہ جنگ سرانجام دے جائے اور وہ جہاد میں حصہ لیں۔

جب اسلامی لشکر صرف بہتر چوگا تو ایک گناہ لگی جو دشمنی باس میں دوسرے کے جذبات پہنے تھا، میدان میں نکلا، جانفشانی سے اس کے پیروں کے نیچے چکر رہی تھی، اس کے گھوڑے کا بازو بھی چابڑی کا تھا اس نے میدان میں آکر اڑنے والے کو ہٹا دیا۔

اس کی نیند بدمی تھی کہ اس سے اپنا ہتھیار پڑا ہے۔ سبیل روڑ کر جہاد کے حامی گئے اور ان سے میدان میں نکلتے کی اجازت طلب کی انھوں نے اجازت دے دی۔

سبیل میدان میں نکلے، جلی نے انہیں دیکھ کر کہا:

”تم کتنے جو میرے مقابلے کے لیے، دایس جاؤ، اچھا تم کو جہاد ہو۔ ناخوابہ کار ہو۔ کسی غزوہ کا راز پہنچا کر کو بیجو؟“

سبیل: اگر تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے تو میں دایس میں جاؤں، تم دایس پہلے جاؤ اور کسی مرد میدان کو میرے مقابلے کے لیے بھیجو۔

ان کا قصد آگیا، اس نے غار سبیل سے کھینچ کر کہا:

”قدری تھا نہیں یہاں لاکھ ہے لو مستحقو۔“

اس نے بڑے زور سے ہلکایا۔ سبیل کھنگامی میں اس کی تلوار کی طرف لگی ہوئی تھیں، انھوں نے ڈھال پر اس کا دروازہ لگی، کو قلعہ تھا کہ اس کی تلوار ان کی ڈھال پر لڑ کر ان کا سر اڑا دینا لیکن جب ڈھال پر کوئی اثر نہ ہوا تو سبیل بھی حیرت سے دیکھتا تھا کہ اس کا قصد اور بھی بڑھ چکا تھا، اس نے دوسرا سلاخ بھی منجھتے دیکھا۔ سبیل نے اس کا وہ حصہ بھروسہ کر لیا۔

دوسرے چکر لگی، جسے ہتھیار ہو کر چاہتا تھا، انھوں نے چوٹی سے تلوار اس پر چھوٹ کر لگی چونکہ خود حملہ کر رہا تھا اس لیے وہ ڈھال کو فوراً ہی مانتے نہ کر سکا اور جب اس نے ڈھال مانتے کی تو تلوار ڈھال سے بچ کر اس کے شانے کی ہڈیوں کو کاٹتی ہوئی آدھ کر دی اٹھ اٹھ گئی۔

لگنے ایک صفحہ کا بیچ بڑی اور گھوڑے سے گر پڑا اس کے گھوڑے نے بھی گناہ کیا، سبیل نے

اپنا گھوڑا بٹھ کر اس کی باگ پکڑ لی اور اپنے گھوڑے سے اتر کر لگا کا باس، انہوں نے زور اور دھرم مارتے تھے۔ اچھا کھنگامی نہ کرنا۔ سرت اس کی لکھوں پر چھائی تھی۔

عجیوں نے اپنے جانفروں کو گھوڑے سے اترنے پر دیکھ دیا تھا، انہیں غصہ آگیا، انھوں نے مستند اور کھلے حکم اپنا سنا کر دیکھا اور خود ہی غولوں کی طرف بڑھے۔

مسلمانوں نے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ دیا، انھوں نے کوبڑیں دے کر سبیل کو لگا دیا، وہ انھیں سے لگی کا سبب انداز ہے، انھوں نے عجیوں کی طرف دیکھا، ان کا سبب بڑھتا چلا آ رہا تھا، انھوں نے جلدی جلدی سب سب اسباب انداز کیا اور لگنے کے گھوڑے پر لڑ دیا۔

اسی وقت میں کاٹھا آگیا، انھوں نے اس سبب وہ گھوڑا اس کے حق میں لے لیا، وہ لے لیتا ہوا مسلمان لشکر کی طرف سے چلا۔

جلی اب بالکل سر پکڑ گئے تھے، سبیل لڑتے تھے تو گھوڑا ڈھال کا لپٹا ہو چکا تھا لیکن نہیں میدان جنگ میں پشت دکھاتے ہوئے شرم آئی، اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عجیوں کا استحباب کرنے کے لیے تیار ہو گئے یہ بڑی جرأت اور جس کی بات تھی۔

مسلمانوں نے یہ دیکھا اور بے چارے ہو گئے، وہ اپنے امیر کی طرف دیکھنے لگے، امیر اپنے امیر کی اجازت کے وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے، امیر نے حسبِ تاقید جلدی جلی نے غور سے لگائے اور عجیوں کی طرف بڑھے۔ لیکن۔

اس عرصے میں جلی سبیل کے پاس پہنچ گئے تھے، انھوں نے ہتھیار چھوڑ دیا، سبیل نے جوش میں آکر ان کی طرف تلوار بڑھایا اور اس وقت سے لڑنے لگا کہ عجیوں کی کھٹ کا وہ حصہ جس پر وہ سوار ہوئے تھے وہ بھی بیکار گئے، انھوں نے کئی عجیوں کو مار ڈالا۔ عجیوں کا قصد آگیا اور وہ ان پر ٹوٹ پڑے اور تلواروں پر تلواریں مارنے لگے۔

سبیل بڑی چوٹی سے ڈھال پران کے دروازہ پر بڑھے تھے اور نہایت تیزی سے تلواریں جھک کر رہے تھے ان کی تلوار جس کی پر پڑتی تھی اسے زخمی کر دیتی تھی یا قاتل کر ڈالتی تھی۔

عجیوں کو ان پر حملے سے بھی غصہ آ رہا تھا کہ وہ تنہا ان کی صفوں پر چلے کر رہے تھے، انہیں حق کر رہے تھے اور اب کچھ انھوں نے کسی کی تلوار کاچ کر بھی نہ کیا تھا۔

ایک جلی انھوں کی پشت کی طرف پہنچا، انہیں غیور ہوئی، اس نے تلوار بٹائی، کبھی نے ڈھال، خبردار۔

ماتہ جی اس افسر کے سر پر تلوار بڑی جبر ہے کے خود کو کاٹ کر اس کے سر کا دوپٹا لیں کر گئی۔

نکودے سے گر پڑا۔

میل نے اس وقت دیکھا کہ اس لشکر کو ای کے حکم کے بارے میں شک کا شکر یہ ادا کیا اور یہ دونوں لشکر دشمن سے ملنے لگے۔

اب سلطان بھی قبیلوں کے پاس آگئے تھے۔ انہوں نے اے ۱۲۔ اس سختی سے ان پر حملہ کیا کہ ان کی آگلی صف کھٹک کر ٹکڑی ہو گئی۔

پھر وہ لشکر دھڑ دھڑ سے ہٹا اور جوئے اور اس میں ہمارے صفوں میں دیے۔ میل اس کے حکم کے آگے اور گئی سختی سے ملے شروع کر دیے۔ وہ دونوں میں مل کر حملہ کرتے تھے۔ لیکن کو کافی کی طرح پھاڑ دیتے تھے۔ ان کی تلواروں میں کافر شمشیر ہی گئی تھیں۔ جس کے اوپر پڑتی تھیں اسے چونک کر فوج میں بہتا رہتی تھیں۔

عجب نہ تھے جو مسلمانوں پر نہایت سختی سے طعن کیا کرتے اور یہ بدعتا ٹھٹھے اور گھنٹے گھنٹیں، سرواتی کے نیچے تیزی سے ہونے لگے۔ سروں پر سر پہننے اور دھڑلے پر دھڑلے گھنٹے گھنٹے کی باریش ہونے لگی۔ مسلمان تلواروں میں اور جلی مسلمانوں میں گھس گئے۔

فریختی جوش و خروش سے لڑنے لگے اور دونوں ہی تلواروں کے بہاؤ قتل ہونے لگے۔ انہوں سے میدان بھر رہے تھے۔ خون زمین پر بال کی طرح بہنے لگا۔

ہر ایک کی تلوار کا منہ بہت لمبی تھیں اس لیے مسلمانوں کو بھی اپنی منہیں ان کے کاؤ پر بھینا پڑا اور اس سے دور تک چلے کی اس میں کس اتھی۔ جس طرف نگاہ جاتی تھی تو اس ہی تلوار میں اتھی نظر آتی تھیں۔

مسلمان خاموشی سے بڑے پڑدور تلے کر رہے تھے۔ وہ جلی صفوں کو زیر و زبر کرتے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان کی تلواریں بڑی تیزی سے جیسوں کو شمشیر کر رہی تھیں۔ وہ قہ آہم پران کی لائیں بھٹاتے چلے جا رہے تھے۔

جلی جھڑ جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ جوش میں آ کر جلی کر رہے تھے۔ لیکن صفوں کے مہل کو روک لیتے اور جواں ہو کر ان کے منہیں اور ڈالتے تھے۔

نہایت گھمبیرا ایک جگہ ہو رہی تھی۔ جلی شروع کر رہے تھے۔ ابھی تک امیر وراثہ نے صف میں کیا تھا مگر اب انہوں نے بھی صف بکھریا۔ وہ ان کے ماضی اور دوسرے صفات اس تیزی سے چھٹے اور انہوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ گھٹیت پیچے گئے تھے۔ انہوں نے انہیں تلواروں کی ہڈ پر دیکھو یا اور کس پھونسی کی طرح کاٹ ڈالا۔ پہلے ہی جیسوں ہزاروں کاٹ کر ڈال دیے گئے۔ جلی گھبرا گئے۔ وہ تیزی سے پیپ ہوئے۔

مسلمانوں نے اور بھی پھر جلی سے شروع کر دیے۔ انہوں نے جلیوں کی صفوں کی منہیں کاٹ ڈالیں۔ اب جلیوں کے جو صید ہائیکل بہت ہو گئے اور وہ ہانک نکالے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اسی وقت استدار نے

۱۱۱۔ ان کے چھٹا شروع کر دیا۔

مسلمانوں نے جلی بند کر دیے، جلیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ مسلمان انہیں لڑنے کے لئے لگے۔ اصحاب کے ہاتھ میں داخل ہو کر یہ دوسری فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔



مرزا باہر شکر اسلامیں

(۵)

ہب مسلمان، عجیبوں کو گرفتار کر رہے تھے اس وقت استندار مسلمانوں کے پاس آکر اور پوچھا:

”قادر سے لشکر کا سردار کون ہے؟“

سین نے عبداللہ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

”وہ جس ہمارے امیر۔“

استندار: میں تم کو پہچانتا ہوں۔

سین: اب صبح کیا کیا آ رہا، تمہیں ملک میں ہریت ہوئی ہے۔

استندار: بے شک میں ہریت ہوتا ہے لیکن مجھے سچے مسلمانوں کا اخلاق بہت پسند ہے۔ میں تم سے

اخلاق سے اپنی کون گار کیا تم میری رہنمائی سے میرے لئے کرو گے

سین: ضرور۔ چلے۔

وہ استندار کو لے کر امیر عبداللہ کی خدمت میں پہنچے۔ استندار نے دیکھا مسلمانوں کے امیر بھی نام

مسلمانوں میں اب سے ہیں۔ اسے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اسی افراد معزز لوگ نہایت فوق امیرانہ اور

مصلحت جہان کے زیورات پہنتے تھے۔ مگر انہوں نے ایک بستر تھے۔ لیکن امیر عبداللہ کو دیکھا کہ

نام مسلمانوں کا ہے مگر مسلمانوں کے درمیان ہاگو کوئی طرح فقرے تھے۔

سین نے بے کلام:

”ایمیر۔ یہ استندار آپ کے پاس آئے ہیں۔ غالباً اچھی قسم میں معزز ہیں۔“

امیر عبداللہ نے اسی کی طرف دیکھا۔ استندار کے بہت میں لڑنے مایوس گیا۔

عبداللہ نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“

استندار نے عرض کیا:

”اے مسلمانوں کے سردار۔ میں اس علاقے کا حکمران ہوں میرا نام استندار ہے شہر لڑنا ہوا وہ میرے

لشکر کے سردار کا افسر تھا۔ جب اے شکست ہوئی تو میں نے جا کر آپ کے پاس اپنا قاعدہ لے کر صلیب کا

پرچم لٹکیا۔ بہت سنی خالی حال تھی میں ایسا کر سکا۔ اب ٹھیک ٹھیک عافیت ہوا ہوا۔

عبداللہ: اب تم کچھ ہو سکتے ہو۔ تمہیں ہریت ہوئی۔ ہم نے فتح حاصل کی ہے۔

استندار: مجھے اعزاز ہے کہ میں شکست ہوئی۔ آپ فتح مند ہوئے۔ مجھے سحر ہے مسلمانوں کا اخلاق اور اہمیت

بہت بڑھ رہے ہیں۔ میں امیر سے اخلاق کے نام پر اپنی کتا ہوں۔

عبداللہ: جارا اخلاق یہ ہے کہ تم نے ان کا دیکھا۔ مجھے جگہ بند کر دی۔ ورنہ ہم اس وقت تک لڑتے رہتے

جب تک تمہارا ایک بھی آدمی زندہ رہتا۔

استندار: میں آپ کے حق کے نام پر دیکھا اپنی کتا ہوں۔

عبداللہ: بڑا کیا تم نے دیکھا دیکھ کے یہ۔ اچھا۔ مجھے خیر اندازہ معلوم ہے مجھ پر ہوئے کے نام

نے کیا ہے۔

استندار: مجھے، شرطیں سوائے نہیں ہیں۔

عبداللہ: تمہیں پانی ہاں ہوگا۔

استندار: سردار کی کہ تمہیں کیا گرفتاری بند کرادیجیے

عبداللہ: تمہاری یہ بات اس شرط پر منظور ہے کہ تم سے کچھ کامد مال کا سبب پیدا ہو گا اور سب

ہتیار ہمارے حوالے کرنے ہوں گے۔

استندار: مجھے یہ شرط منظور ہے۔

امیر عبداللہ نے دیکھا کہ وہ ایک نیا آدمی ہے جس سے ہتیار لے کر انہیں جوڑ دو دیکھ کر اس کی

جائے دو۔ وہ بھی کچھ کا تمام مبالغہ باب الی نہایت ہوا ہے۔ اسے ایک گھر کے پاس اس کی

فرست دیا۔

اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ جوڑ دو دے گئے مگر انہیں حالت میں دے دیا۔ کچھ سمجھ کر اس کی

کامداد اس کی کتب سے ملے۔

امیر عبداللہ مدد باقی مسلمانوں کے واپس ہوئے۔ ان کے لیے خیر کھڑا کر دیا گیا۔ وہ اپنے خبر پر
بھیل اور استدار کے ساتھ پہنچے۔

استدار کا خیال تھا کہ سبھی اہل گھر میں تاہینوں کا فرض ہو گا۔ اس پر حلق کی مسند پر ہوں گی۔
جوتے بڑے سے تم کچے ہوں گے لیکن جب اس نے دیکھا کہ ان میں سے ایک چیز بھی وہیں نہیں ہے مگر
نیکوں کا فرض ہے۔ انھوں کو نام بھی نہیں ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ انھوں نے
کے جیسے پر بھیل کے ساتھ استدار بھی بھیجا۔

امیر عبداللہ نے برس کے صلے کی رقم منگوا کر استدار کو دکھائی اس نے اس کی خوشنودی
لی۔ چنانچہ ایک سال نام نہانی شہر کا پرکھا گیا۔ فریقین اور گروہوں کے دشمن ہوئے۔

استدار نے کہا:

آج آپ میرے ساتھ اپنے کسی اصرار کو بھجوتے ہیں تاکہ وہ جزیرہ وصول کر لیں اور سب اہل گھر کے
انہیں چھوڑ دیجئے۔

جدا شدہ بھیل سے کہا:

اس خدمت کا ان کا کیا حساب بھگے گا؟
میں: وہ بڑی خوشی سے اس خدمت کو اپنا کادوں گا۔

امیر عبداللہ نے بھیل کے ساتھ سو چاندروں کو کر دیا۔ اسی سبب ہی جو حراست میں تھے انہیں رہا
کرنے کا حکم دے دیا۔

چنانچہ بھیل اپنے چھوڑیوں کو ساتھ لے کر استدار کے محل پر آئے۔ اولاً اس جگہ پہنچے جہاں اہل
حراست میں بیٹھے تھے۔ انہیں خوار کیا اور رہا کر دیا۔



استدار انہیں لے کر اپنی جہاں پہنچا۔ اس نے بھیل اور ان کے چھوڑیوں کی ملاقات کرنی چاہی۔ بھیل نے
شکر یہ ادا کر کے کہا:

شکریہ کیجئے۔ ہم انہیں امداد نہیں چاہتے۔ ہمارے امیر الامین لا مکہ ہے کہ ہم ہر مسئلہ کی توجہ تو
لیتے مقدار ہرگز اس بھیل اللہ سے اپنی ملاقات نہ کر لیں۔

استدار: امیر الامین کون ہیں؟

بھیل: ہمارے شہزادہ ہیں۔

استدار: مگر وہ تو جاں موجود نہیں ہیں۔

بھیل: بے شک وہ موجود ہیں میں لیکن ہم ان کے حکم کی فہم نہ رکھتے ہیں۔

استدار: ہمارے قریب ہی ایک ایسا مکان ہے کہ وہ ضرور یہیں آتے۔

مسو: ہمارے ہی محل کے قریب۔ تو یہ ایک کتاب اللہ کو طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس کا نام قرآن مجید
ہے۔ اس میں لکھا ہے:

اقبلوا للہ واطيعوا الرسول واولی الامر منکم

یعنی: تم اللہ کی اور رسول کی اور اللہ کے پیروں کی اطاعت کرو۔

لیتے امیر کی اطاعت کرو۔

چونکہ بھیل اپنے امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس لیے ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

بھیل نے اپنے آدمیوں کو استدار کے آدھوں کے ساتھ اپنی جہاں یا تانہ کر دیا تاکہ وہ
کے جزیرہ وصول کر لیں۔ چنانچہ انھوں نے دو دنوں میں جزیرہ وصول کر لیا۔ اس سبب بھیل کا استدار کے
کھنے سے راکھا گیا تھا ان کا جزیرہ استدار نے دیا۔

جب سب جزیرہ وصول ہو گیا تو بھیل جزیرہ کی رقم لے کر امیر عبداللہ کے پاس آگئے اور انہیں رقم
منگوائی۔

ان دو دنوں کے عرصہ میں مسو نے استدار کے کلب پر غصہ کر کے اس کے قاتل کا سبب
پر غصہ کر لیا۔ مالی غنیمت کے پانچ حصے لیے۔ ایک حصہ انھوں نے دربار خلافت میں رواد کرنے کے لیے
بجھ کر دیا اور چار حصے چاہرین میں تقسیم کر دیے۔

پھر چاہرین کے محل میں اتنی دولت آئی کہ وہ جی ہو گیا۔ امیر عبداللہ نے کہا:

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نے ہمارے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

نکاحی ہو گیا ہے خدا اس کا احمد نے اس کی راہ میں جہاد کیا۔ نہ تھا جو وہ اپنے گھر سے گھر

راہ خدایں جہاد کی نیت سے۔

اور آیات اور احادیث کی تعبیر کے لیے خدا اس کا نفع ہو گیا ہے کہ اسے جہاد میں داخل کرے گیا

اسے اس کے وطن میں ثواب یا غنیمت کے ساتھ جہاد سے لاریں اگر علیہ ہوا تو بہشت میں گھر زندہ رہا تو

قوابو الی غنیمت کے کردار ہیں گئے گا۔

ہاں سیکڑا اس سے اپنے جیے کی طرف پھلے۔ ہوا تھوڑی سی دور چلے گئے کہ کس کو مرزا بنا دینے
پڑی ہے کیا؟

مرزا: "ادھر تیرا سر ہے کیسے آگیا ہے؟"

سکڑے مرزا: "مگر وہاں کس کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں پر اگلے۔"



مرزا بانہ اور سمیل

(۴۹)

سمیل کے خیر پر مایگی۔ وہ مرزا کی فداکار اور انعم میں رہتا تھا۔ خاں بیڑوں کے فرض لازم ہونے،
گرمی کیلئے ہر وقت اس کے پاس موجود رہتے تھے۔ وہ کبھی جاس، سونے کے زوارے پہنتا تھا، سونے کا پٹا
کے رتوں میں لگا کر پہنتا تھا۔ عوام کا خاک اور گھنیز میضہ مت کے لیے ہر روز رہتے تھے۔ غرض مرزا بانہ زندگی
بہتر کر رہی تھی۔

سمیل کے خیر پر مایہ روز تھے۔ سونے تھے۔ کیلئے نہ تھے۔ کچھ بھی نہ تھا۔ وہ بکسوں پر لگا ہوا
ان کا اپنا ٹیکہ تھا جس میں کچھ سکھ، غنوں کی چھل بھی تھی، بڑا سمیت تھا۔
سمیل کے پاس کدلات، رہتے تھے لیکن ان کی صورت خیر نہ تھی۔ ان کا ہاں کچھ الٹے اور پچھے
تیار تھا وہی برس کو دیتا، اس کی وجہ سے کوئی عامی چیز تیار نہ ہوتی تھی۔ عام طور پر تو ایسا ہوتا تھا کہ کٹے
ہی ایک ڈال کر روٹی پکائی جاتی تھی اور بچوں کے تیل سے کھاتے تھے۔ کبھی مٹی مستی اور کچھ روٹی پر لکھتے
کر لیتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کبک سے گوشت پکا لیتے تھے۔
برسوں سے نہ بننا ڈال کا ماری تھی۔ اس سے یہ خشک اور بے مزہ کھانے کھاتے ہوئے بڑی دقت ہوتی لیکن
نہ معلوم وہ کیوں غمراہ ہوا تھا اور طرعاؤں کو ڈھکی کھانے کا کیا تھا جو وہ کھاتے تھے۔

ایک روز اس نے کہا:

"خدا سے پاسی کافی دقت ہے۔ کافی عیش و عشرت ہے لیکن میری تم منگولوں کی طرح ہے جو۔"

تہ کیوں؟

سید: یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے میں کو کچھ دے رکھا ہے لیکن ہم سبھی میں اور انسان اورنگ کو پیدا کر رہے ہیں اس لیے ہم سبھی میں ہرگز سے۔ یہ نہ نکلتا کی زندگی آرام طلب بنا دیتی ہے ہم آرام طلب بنائے ہیں۔ جتنا کٹھن ہو جتنا ہوتا ہے۔

برس: اور خدا کیلئے تو اس کا آرام طلب نہیں بنانا۔

سید: اچھی لڑکھائے تو نفس کو برا ہو سکے۔ نفس کی خواہشیں پورے پیدا کی ہیں اور جو انہیں نفس کے لئے میں آتا چاہئے آرام طلب ہونا چاہئے۔

برس: کیا خدا سے میری بھی ایسا ہی کھانا کھاتے ہیں۔

سید: راحت میری کہ اس امر کو میں بھی۔ تم اگر ہمارے شہنشاہ کو دیکھو تو ابھی تک کہو گے۔ وہ جوہر لئے کپڑے پہنتے، مگر وہی چٹائی پر بیٹھتے اور سوتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا نہ تھیں نہ کہہ کر دی ہیں۔ ہم بھی انہی کا عقیدہ کرتے ہیں۔

برس: کیا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا کہ اچھا خدا کی کھاؤں۔ کچھ کپڑے پہنیں۔ اچھے فرش پر بیٹھیں اور اچھے بستر پر سوئیں۔

سید: کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہمارے ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد دنیا کی بر نعمت موجود ہو سکتی تھی۔ اگر وہ خواہش کرتے تو لذت غذا میں، تھیں کپڑے اور آرام، فرش دیا ہو جاتے لیکن انہیں ہرگز لذت نہیں تھی۔ مرنے کا کھانا تھے۔ مرنے کا کپڑا پہنتے تھے۔ تھیں کو چاہا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو ان کی کراہی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے مکان کی زندگی کہ ایک کمرہ کچھ لار پر دونوں سے بچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کمرہ بکھلا دیا۔

پسند آئی۔ آپ نے فرمایا:

تھانے میں اس لیے یہ چیزیں نہیں دی ہیں کہ ہم دنیاویوں کو کپڑے پہنائیں۔

جہاں جیسا کہ کپڑے دیواروں سے آٹھ لے جیٹ کے پاس جو کچھ آتا تھا آپ خیرات کر دیتے تھے ایک وقت کھانے کو بھی مار کھتے تھے۔ ہم اپنے انہی عزائم میں صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑا ہیں۔ ہم نے ان کی زندگی سے سبق لیا ہے۔

برس: خاص کر جو کہ

ایک وقت کی ہمارے کہ جب ہم پر زندہ کو اپنے ساتھ لے کر گئے۔ انہوں نے کہا:

یہ لڑکی میری دوسری خاں کی تھی۔ مجھے دو فرسوسے۔ کتنی ہے سورتی کا رہنے والی ہے۔ برس میں کہہ رہے ہیں۔ اپنے چاہ کے ساتھ آتا ہے۔ آپ کے جوہر چاہا جی اللہ میں نے کہا:

سید: تم نے خوب کہا۔ اس لڑکی کے والد میرے پاس شہر سے ہوتے ہیں۔ اس وقت کہیں گئے ہیں۔

خدا جان سے لئے آئے ہیں۔

جہاں چلے گئے۔ مرزا زادہ کے پاس آگئے۔

وہ میرے ساتھ چٹائی پر بیٹھے تھے۔ ان سے کچھ صلہ پر ان کا کام کھانا تیار کر دیا تھا۔ اس نے مال

درا کر کرکری میں لے گیا۔ اس پر شہر آگیا۔

مرزا زادہ بڑی بے تکلفی سے ان کے پاس چاہی۔ آگے کے ٹکس نے اس کے ہزاروں کو زندہ

بنا دیا تھا۔

سید نے کہا:

خدا سے والد اس وقت کہیں گئے ہوتے ہیں:

مرزا زادہ میں آپ کے پاس آئے ہیں۔

سید: کس لیے!

مرزا زادہ: احقر باپ کو گھمے گئے ہیں۔

سید: تیس غزوات میں کہ مسلمان ناکام لڑاؤں اور عورتوں کے ساتھ بغیر کسی سخت ضرورت کے

باتیں نہیں کرتے۔

مرزا زادہ: اچھے صلہ میں تھے۔

سید: خدا اور عورت میرے پاس بیٹھ چکے ہیں۔

مرزا زادہ: جیسے میرے خیر کے اندر چلا کر نہیں کر رہے۔

سید: خدائی میں تو ہر حال میں بات نہیں کر سکتی۔

مرزا زادہ: تو میں بھی۔

سید: تمہیں بھی کچھ کھانا دیا ہے کہ نہ دیتی۔ جہاں لڑے کہہ دیتی۔

مرزا زادہ: میں ہر وقت کھانا کھاتا ہوں۔

سید: اچھا کہہ لیا کہ آئی ہو تم!

مرزا زادہ: آپ تو کچھ ڈر رہے ہیں۔ میں لڑے۔ انہوں نے کہا:

سین: وہ نہیں تھوڑی ہے۔

مرزا: میری خیر کجی۔

سین: جہاں سب اچانک ہیں وہاں کو غراؤں کو لے سے بات کر رہی۔

مرزا: اسی قوم کی زبانوں سے آپ باتیں کر سکتے ہیں۔

سین: جیسے جو سے نکاح ہو کر ہے انہیں دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کی ہفت ہے۔

مرزا: جہاں سے مذہب میں خود بات نہیں ہے۔

سین: نہ بڑی چار سے مذہب میں ہے۔

مرزا: نہ بھر۔

اس نے ایک طرف بڑا ہر گون بھلی۔ اس سے اس کے کانوں کے گوشواروں نے جھجک کر اس کے

حسین کے کان کو جو کہ وہ نہ بڑی بڑی اور سونے کے صحن زوڑات بنے تھے۔ ان کے گھس سے اس کا

پانی اور اس کے زوڑات جھلکا ہے۔ تھے جس سے اس کی صورت بھی دیکھ رہی تھی۔

سین: کون کون کس سے ملنا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آخر انہوں نے کہا:

آج تو کیا کہتے آج بھر کر؟

مرزا: وہ تو سب بھول جی گئی۔

سین: خوب۔

مرزا: خوب کیا۔ آپ نے بات ہی ایسی بھری کہ کچھ بھی یاد نہ رہا۔

سین: یہ تمہارا حال ہے کہ کھڑا ہے؟

مرزا: نہیں۔ بات نہ ہوئی کہ جب کی باتوں سے خیال مل گیا۔

سین: بھر گیا اور ہے؟

مرزا: کیا مطلب؟

سین: انہیں سارا بدن میں دیکھ رہا ہے۔

مرزا: انہیں نہ لگے۔

سین: کیا کہتے ہیں۔

مرزا: اب جانے کا وقت کیا رہا ہے؟

سین: اگر تم کو جو میں نہیں دے سکتی ہوں۔

مرزا: اب سب آگئی ہیں تو کہاں جاؤں؟

سین: میں خود یہ جانوں گا سر پر وہ میں۔

مرزا: اگر مجھے وہاں نہ داند آگئی تو۔

سین: خوب میں نشیں کر لیتا اور بھر لے دو میں جا کر تھوڑا۔

مرزا: اگر وہاں سے لے آؤں تو میں گناہ کر رہا ہوں۔

سین: صحت تھوڑے سے یہ نہیں کہہ سکتی لڑکی کے لیے بھی نہیں۔

مرزا: اب ایک بات بتائیے۔

سین: کیا؟

مرزا: اگر سناؤ تو وہاں سے کہہ دیتا تو میں نہیں لے جاؤں۔

سین: اس میں تم سے پوچھنے کی بات ہے۔

مرزا: آپ کو کوئی اعتراض میں تو نہ ہوگا۔

سین: مجھے کیا اعتراض ہوتا۔

مرزا: حکمرانی میں کہ۔

سین: تمہارے لیے مرزا وہ کہہ سکتی دیکھتے۔

سین: اس کے ساتھ ہے۔ سارا بدن کے قریب پہنچے مرزا نے ہمدی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر دیا اور

پہلے سے پہلا:

آپ بہت اچھے ہیں بہت ہی اچھے۔

وہ مسکراتی ہوئی ہوئی گئی۔

سین: دیکھتے رہ گئے!



انہوں نے جی سے کہا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ
 یعنی: ہمیں ہے کوئی قوت نہ کوئی قوت مگر اللہ کے۔
 یہ شیطان کے لیے کوڑا ہے۔ لا حول یعنی یہی ان کے دماغ سے مرزبان کا تصور و درجہ کیا۔ انہوں
 نے کہا: اہل سنت شیطان کا کیا تھا، افتاء القضاہ نے اسے کہا:
 وہ سو گئے، انہیں صوم نہیں تھا کہ برس آیا اور کب صوم
 صحیح صبر معمول وہ بہت سیر سے پیدا ہوتے۔ احمد قاتان جی جی۔ عدائے حاضر کا نام اس کی
 تہمت مغلطیوں کے ساتھ پکارا جا رہا تھا جب ٹوڑی نے کہا:
 الصلوۃ خیر من الصوم
 یعنی: نماز نیک سے بہتر ہے۔

تو روحی سے اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے غزوہ ربات سے نزاع حاصل کی، مگر کیا سنتیں ادا کیں، پھر جنت کے
 باغ میں چلے گئے۔
 نماز سے روٹا ہو کر وہ اپنے غم پر نہ تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ کس سو رہے۔ مگر طور پر وہ دن چڑھے
 اٹھے کا وہ تھا۔ جی تو نہ متفق پرست۔ آٹھ ماہ کی نیو سسپینس ہو جا پائ نہ کرنا تھا۔
 صیل نے اس کو لٹکا کر ڈال دیا تو کہنے لگے کہ میں جو رہے تھے ان پر ایک خانیہ موزی دیا تھا وہاں
 ملک نیست کے مجھے جس سے ملتا تھا۔ وہ ایک طرف بیٹھا کہ وہ نہ کر سکتے تھے اور خیرک پشت پر کسی خدیوں
 سے بچنے کے لیے جا بیٹھے۔
 اب انہیں دیاں نیچے کچھ رہیں دیر نہ ہوئی تھی کہ ان کا کھانا آگیا ماس نے کہا:

یاسیدی شمشیر تار کروں تو
 میں: اچھے شہر آتی ہے۔ اپنے لیے تو مجھے شمشیر نہیں چاہیے بلکہ کھان کے لیے کچھ کر لو تو چاہیے۔
 اپنے لیے ہو کر لو۔
 حکام ہند: اس نے کہا:
 صمد کے لیے گی اور اپنے لیے گی۔ آپ کے لیے ہیں۔
 صیل: کیا کہیے تم سے کوئی کہہ رہے ہیں شمشیر تار کروں کہنے کا کرتے ہو۔ کراہاں دے ہو۔ کھوڑا دے
 ہو۔ کپڑے دے دے ہو۔ کھانا پکھانے ہو اور مجھے کھاتے ہو۔ میں کچھ بھی نہیں کرنا نہ بچے کھانے
 دیتے ہو۔ اس پر شمشیر کا کھانا اور نہ لگاؤ اگر مجھے کھانا آگے دے دو تو کچھ شمشیر نہیں ہو جاؤ گے۔

غلام اور سہیل

(۵۰)

سب کو تھپ کر کرکس اور مرزا بڑھایا آئے ہیں۔ محض ہٹنے کے لیے آنا ان کی فکر میں نہیں رہتا۔
 اب تک انہوں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔

مرزا کے دربار میں آئے تھے انہیں اور بھی متنب ضرور ہوا۔ وہ سوچنے لگے: کیا کہتے تھے۔
 کیا واقعی دو کچھ کچھ چاہتی تھیں وہ بڑا ہی بڑا شمشیر نہ تھا۔

پھر جب انہیں خیال آیا کہ میں سے مرزا بہ عمدہ ہی جوت سے پہلے ان کا کھانا پانے ہو میں نے کہ
 دیا تھا اور کہا تھا:

آپ اچھے ہیں۔ بہت ہی اچھے۔
 تو وہ سوچنے لگے کہ اس نے اچھی دیکھ لی کہ اور کچھ ایسا کیا۔
 پھر خود ہی انہوں نے اس کی دیکھ لی کہ چکر و حامی کے باپ کے ساتھ اچھی مروتا ہیں آئے رہے ہیں
 اس لیے اس کا بہت بڑا ہی ہے اور اس نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے۔
 وہ سوچنے لگے کہ مرزا بڑا ہی حسین اور خوش لڑکے ہے۔ بے باک بھی ہے۔ اس کے متنب رضا راج
 کے عکس میں کھڑا دیکھ رہے تھے۔
 وہ اس سے زیادہ سوچنے لگے۔ انہوں نے کہا:
 شمشیر شمشیر تار کروں گا میں آگے ہے اور نہیں بکا رہا ہے تو

خدا: بات یہ ہے کہ آپ کی خدمت کرنے میں لطف آئے۔

سید: اور اگر امیر المومنین حضرت عرفان گوہ اللہ ہو گئی کریں کہ نہیں کہ سب کچھ تم کہتے ہو تو کیا ہوگا۔

خدا: میں جو یہی کہوں گا۔ امیر المومنین سے کہ دوں گا کہ سب کام میں اپنی خوشی سے کرتا ہوں۔ میرے ہاتھ پر ہر چیز ہوتی ہے۔

سید: میں تو راضی ہوں کہ ہوں گا۔

خدا: ایک بات پوچھیں آقا۔

سید: ضرور۔

خدا: رات کو وہ ملائی کون آتی تھی؟

سید: راسکال بیٹی ہے۔

خدا: برس کس بیٹا کا ہے؟

سید: میری کہ مرزا اور مرزا (اسلم) سے آئے ہیں۔

خدا: مرزا کی بات۔

سید: رات کو مرزا کی بیٹی اس کا نام ہے۔

خدا: خدا نے صاف کرے۔ میرے کچھ مرزا کی بیٹی کے میرے کچھ فریاد بھگتا تھا۔ میں نے اس کے چہرے سے شکریت کیلئے رقم کی ہے۔

سید: وہ خوش زبانی ہے۔

خدا: خوشی اور بات ہے۔

سید نے خدا کی طرف دیکھ کر کہا:

اللہ کیا بات دیکھ کر کہنے؟

خدا: میں نے کھانا دیکھا۔

سید: تم بہت بدے ہو۔ اس کی خوشی کو غصہ کیلئے۔

خدا: میں قیامت سے ہوں۔ میرا قیامت کون نہیں ہو سکتا۔

سید: مگر ماری کر کے وہ کیا کرے گا؟

خدا: میری خدمت کے لئے کہ ایک ہے ان کا کمر بٹا ہوتا ہے نہ محتاج وہ کس ملک میں ہے۔

سید: ایک بات پوچھوں۔ رات کو جب میں اسے مرزا پر دیکھتا ہوں پوچھتا ہوں کیا تو اس نے دعائیں پڑھا کر گویا ہوا اور کہا: تم بہت بچے ہو۔ نہ ہی دیکھتا۔

خدا: چاک پڑا۔ اس نے کہا۔

تب میری بیٹیانی درست ہے۔ وہ نہ رونا کرنا کہ نہ کرتا ہے نہ روتا۔

سید: اور کیا؟

خدا: مجھے شک ہے کہ اس کا باپ ہی اس کو مرزا کہتا ہے۔

خدا: انیل ملے۔ ایک آواز آئی۔

وہ فونے لگا کہ مرزا کی۔ برس ملے سے آ رہا تھا۔

سید نے آہستہ سے کہا:

نہا ہوا، اصرار ہے کہ وہ اس میں۔ ان کھلی گئی ہوگی۔

خدا: مجھے اس کا غصہ ہے مگر یہی مرزا ہی ہے وہ غصہ کر چکا۔

اب برس ان کے پاس آگیا۔ وہ نہ توئی کے بیٹے تھا جس میں تھا۔ اس کی موت پر کچھ

عجب ماری کہیں ہری رہا تھا۔ بالکل ایک شخص حرم ہوا تھا۔ اس نے ملائی سے مخاطب ہو کر کہا:

تم میرا نہیں کہ تمہیں ملے، وہ عارفی کہتا کہ وہ ظاہر سے ہیں۔

خدا: میں بہت حد تک برا تھا کہ جانا تھا۔ وہ ایک مرتبہ میں کئی مرتبہ قول و قرار کر کے پھر گئے۔

برس: تم بچا کہ رہے ہو۔ میری دیکھیں گی کہ میں کچھ پوچھوں۔ تم کیا کیا نہیں ہو تھیں۔

خدا: یہ آپ بچا کہ رہے ہیں۔

سید: آپ نے شاید چھ ماری ماری باتیں سن لی ہیں۔

برس: ہاں۔ میں دیر سے کھڑا ہوں۔

سید: میں نے اپنے اس مقام کے قیام سے اتفاق نہیں کیا۔

برس: خداوند انت۔ انسانیت اور موت کا اندازہ میں سے ہی توڑ کر کیا تھا۔ تم میرے ضمیر میں جزیہ

دھول کر رکھنے میرے ساتھ گئے تھے۔ تمہاری ہی محبت اور رحمت مجھے اور مرزا کو یہاں بھی پہنچا دی ہے

مگر میں نے جو کچھ سنا اس سے میرے دل کو بڑی اذیت پہنچی ہے۔

سید: مجھے نامت ہے۔

خدا: مجھے میں شہر میں ہے۔ تمہاری کچھ خط بھی نہیں ہے۔ یہ بات کوئی دن نہیں گزرتی کہ میں اور میں

کیا تم تک رہتے۔

برسر : میں اللہ عز و جل کے لئے لڑ رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے۔

سید : میں بھی کرتا ہوں۔

برسر : آج میری آنکھوں کے سامنے کھڑی ہوئی اور میں اس عزت چھوڑ کر یہ باتیں سن رہا ہوں۔

نہیں چن چہ ہے۔

برسر : چاہے جو آواز سن رہا تھا۔



حیثان عرب

(۱)

مرزا باغ ڈی شوق لڑا کرتی تھی۔ زندہ ملی اور خوش مزاج تھی۔ جب اسے وہ بابا، رفیعہ اور سداقت کے پاس آئی تھی ان کی خوشیوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔ پہلے وہ تنہا ہی چلتی تھیں۔ اب یہ چاروں حسین قلعہ لگانے لگی تھیں۔

جب چاروں ایک جگہ پہنچی تھیں تو ان کے محل میں فروز سے وہ جگہ منور ہو جاتی تھی۔ اسی کے لشکر قلعہ نقاب میں بکھر جاتے اور غریبوں اور شرارتی کا سبب ابھرتا تھا۔

جب چند جمہور دو طرزہ جمال ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو رنگ و نور کی بارشیں ہی ہوتے گئے ہیں۔ وہ شہر شباب کی نو بہار کیلئے صحت ساز ہیں کہ دروہی باریں جاتی ہیں۔ شایعہ کی کھڑکی میں تھک چکے ہیں۔ کی طرح تھکتی ہیں اور اپنے قہقہوں سے خود کو فراموش کر دیتی ہیں۔

ایک روز چاروں صحت شباب میں کہہ رہے تھے کہ یہاں میں ملکیت ہے۔ کھانا سے بھی نہیں بڑبڑاتا۔

”آج تو یہ سداقت تہہ سے جانا کی شریک حیات بننے والی ہیں؟“

لبہ لہے ہوئی سے منکر اور سداقت کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ

”یہ بات مجھ سے پہلے کی تھی۔“

مرزا باغ : اور کس سے پہلے کی ہے؟

لبہ : ان سے جو کچھ بننے والی ہیں۔

میرزاخان: ہماری قوم میں تو یہ بات ہے کہ جو کسی کی مشیت پرمان ہے وہ بڑے فخر سے کہہ دیا کرتی ہے کہ خدا کی مشیت پرمان۔

ایماندار قوم میں یہ بات نہیں ہے، علیٰ لڑکیوں میں سزا سنائی جاتی ہے۔ وہ اپنی زبان سے یہ نہیں کہتی کہ کسی سے خوب ہے۔ اور لڑکیاں تو لڑکیاں، لڑکے جو اپنی لڑکیوں کو کچھ دیکھ کر کہتے۔

مردمان باستان

دعوت: تیسری قسط کیلئے ممبر بن جائیے !

مذہب: اسکے لیے کہ ہم روئے زمین پر ایک ایسے میٹھن بن دو گری ہیں۔ جس جہ سے اسکے ساتھ جو انسان ہوگا۔
وہ بھی انکار ہوگی میں گھبرانا نہ کرنا چاہی ہیں۔

یہاں: *سورۃ النور* میں (ایک دفعہ) ہے۔

مجلس شورای اسلامی

نہایت : لڑائیوں و نزاعوں کے ماحول کی چھٹی جہت جس میں سے ان کی وقعت پائی جاتی ہے۔

مذہب: یہ نہیں تو کبھی قبول اس سے بد وقت اور بد شرط جلتا ہے۔

یہ انسانی خاتمہ ہے کہ ہم کسی اچھے چیز کے لیے قلبِ احسان کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیں
 انسانی سے لے کر انسانی ہے۔ جب یہ معجزہ ہو جائے کہ جب چاہو جو حاصل ہو سکتی ہے تو اس کی وقعت نہیں
 رہتی۔ جو کہ میرا ترجمان ہے حاصل ہونے ہے ہاں میں۔ لہذا میں ہوتی ہیں کہ خشکی سے مل سکتی
 ہے تو اس کی وقعت نہ رہتی ہے۔

رفدہ: میرے خیال میں روکیاں نہ لگوانا کہہ کر کے اس کی بجائے میرے گھٹنے میں۔

وہ اپنے لئے چکھڑاں بنے، چنانچہ وہیں وہ ایک ڈاکو کو اپنے گریز میں پھرنے کے ساتھ پھرنے لگتی ہیں۔

وہی ہے جس نے مجھے کسی کو پسند کر لیا ہوگا۔

مرزا باغ و افسر مرزا باغ کی جٹی جیروں سے ملاؤ لوگوں کو میری طرف دیکھنے کی جگہ تیار نہیں ہو سکتی۔ ہم اپنی دوا کے لئے جو دواؤں کو دیکھوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ ایک خاک کو کیا حق ہے کہ وہ دواؤں کی طرف دیکھے۔

منہ پر۔ کسی مریض کے ٹاکے کو پسند کیا ہو گا تم نے۔

میں نے جو کچھ کہہ سکا تھا کہ ہمارے قوم کی لڑکیاں بڑے غرض سے اپنے بھتیجیوں کا ہاتھ لیتا ہے۔ ان کے ساتھ گھومیں ہیں۔ وہ ہم ایرانی لڑکیوں کا ذکر قلم مرزا خان کی پیشین گوئی کے تناوہاں محل ملات کے تحت برقرار ہیں

اکثر لوگ ایسے خود مرا خدی ادا دہائش مردوں کے سر شہر دی جاتی ہیں کہ ان کا زندگی بے تحاشہ ہو جاتی ہیں۔

ترجمہ: شاید تیری مٹکلی بھی ایسے ہی دوباش سے ہو گئی ہے۔

عزیزانہ: فیروز میں نے اپنے آپ سے مجھ کو کر لیا ہے۔

”مجموعۃ کریمہ“: فقید نے شعیب ہو کر لکھا۔ کیا عجوبہ؟

[illegible]

نیزه : $\frac{1}{2} \sqrt{2}$

سید: اس مجبور تھے کہ بعد بھی تم نے کسی کو پسند کیا؟

گزشتہ صفحہ پر ہم نے دیکھا تھا کہ جوہان نے اپنے دوستوں کو بتایا تھا کہ وہ ایک نیا دوست ملا ہے۔ لیکن وہ دوست کون ہے؟

1. *Algebra* 2. *Geometry*

مرزا بہت جونا کپا تھا۔ پہلے تو جونا کو عینست دے دیتا تھا لیکن مرزا تو جوان میری طرف عشقت نہ ہوا۔

بقیہ : کیا تم جیسی مدد جیسی کو بھی اس نے پسے نہیں کیا؟

مرکز ہائے: وہ پروفیسر عجم کا نو جوان ہے۔ میں اس کے دل کا حال معلوم نہیں کر سکتا۔

لیا جائے، فلسفہ کرکام
پاکستان

...کشف شد

سید احمد علی خاں صاحب

میرزا باقر، حکمران لاریک، سید عباسی

نقص : اس بات پر جو کہ اس کے عکس و عیا

مرزاخان: ایسا نہ سمجھو بلکہ

ابواب : اس سے علوم پر توجہ ہے کہ

مرکز ہاؤس: کھد تو گئی چوں نیکیوں باجی دیو لوں کی کسی بات سے غلام نہیں ہوا کہ تو ایک غلام

سعدۃ: کیا فضلہ ذکر چھوڑ دیا تم نے۔

مرزا: واقعی یہ فضیلت ذکر ہے۔ اسے چھوڑ دیا باب: تم نے بتایا نہیں کہ کیا وہ قوس سعدۃ تو اسے
بھائی کی شریک حیات بننے والی ہیں۔

باب: کوشش کر رہی ہیں۔

رفیقہ: بس شیک۔ اس نے کہا:

یا لکھنؤ کس کا؟

مرزا: ایک کوشش والی بات میری جو میں نہیں مانتی۔

باب: سعدۃ سے پوچھو۔

سعدۃ: نے چھپ کر کہا:

بہت شرم ہو گئی جو تم:

باب: سعدۃ کا واقعی میری شرافت بہت بڑھ گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ قمار کی عمر دیکھنے کے لیے گستاخ
نہا رہا ہے۔

رفیقہ: غلامی کی خوشامد کرے۔

باب: خوشامد نہیں۔ بعض اوقات میں اپنی عمر سے بڑھ جاتی ہوں۔ غصے سعدۃ سے اس شرمگستنگی کو لڑی
نہیں ہے۔ عاف کر دو سعدۃ:

سعدۃ: اگر تم پریشان ہو کر حد تک میری جو عمر نے حاف کیا:

باب: میں بہت دوسم ہوں۔ اب اتفاقاً وہ ایسی گستاخی نہ کر دے گا۔

مرزا: ابھی کوئی بات نہیں بھئی ہے شاید۔

باب: ڈرنا ہی کیا ہے۔ ہوائے حافہ شریفہ میں شریک ہوا اس سے غمی کا عاف ہے۔

رفیقہ: یہ تو ہے جس کا کہ باب:

مرزا: جانا تو قریب ہی ایک ہی جگہ ہے۔ ایک دوسرا پرگ ہو گیا ہے۔ نہایت ہی پرفضا استفادہ ہے۔

سعدۃ: نے بدلی ہے کہ:

ہی چکی۔ کیا مطلب ہے عاف؟

مرزا: ایک بڑی جگہ ہے جو پانی کے زور سے چلتی ہے۔

سعدۃ: وہاں شریک ہو جاؤ۔ پانی سے چلے۔

مرزا: جو ملک عرب میں رہا نہیں ہیں اس کے لیے وہاں ایسی جگہ نہ ہوگی۔ اس نواح میں کئی جگہ ہیں جس جگہ کا
میں ذکر کر رہی ہوں اس کا منظر عجیب و غریب ہے۔

باب: اس کے قریب مجوزہ زار ہے۔

مرزا: نہایت اچھا مزار ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

باب: کیسے دیکھیں؟

مرزا: اس کا روز میرے ساتھ مل کر دیکھو۔

باب: مشکل ہے۔ میں دیکھنے کا اجازت کو نہ دے گا۔

رفیقہ: اپنے ابو صاحب سے تو میں اجازت لے لوں گا۔

مرزا: سبیل سے میرے اجازت لے لے ہے۔

باب: کب؟

مرزا: ایک دن گئی تھی۔

رفیقہ: تم کو سعدۃ:

سعدۃ: میری اپنے ابو صاحب سے اجازت لے لے گا۔

مرزا: اس تو تم دو روزوں کا انتظار ہے۔

باب: کب چلوں گی تم؟

مرزا: جب یہ دونوں اجازت لے لیں گی۔

رفیقہ: دے گا:

نہیں تو کبھی اجازت لے لوں گی۔

سعدۃ: نے پوچھا:

تکلی دور ہے نہ جگہ بیاں ہے؟

مرزا: نے بتایا:

آج ہی تو ہے۔ آمدنی وہ دکھائی کہ راست ہے۔

سعدۃ: نے کہا:

نہیں جگہ بیاں سے اجازت لے لوں گی۔

مرزا: نہ کوشش رہی۔

لایا : میں چاہوں چاہے تو اچھا ہے۔

مرزا نے : پرچھو بیٹا تم ہی سے۔

اسی وقت وہی چھپ گئی۔ مغرب کی عمارتیں اور مینار گاہِ عرب مغرب کی تہڑ پڑنے کے لیے
روانہ ہو گئیں۔



اجازت

(۵۲)

امیر عبد اللہ نے اصفان کی طرف پیش قدمی کرنے کا ارادہ کیا۔ خود سے قازوستان کی جنگی تیاریوں
وہاں معلوم کرنے کے لیے جا سوکس بھیج دیا۔ سہ ماہی گیارہ روز کے بعد واپس آئے۔ انہوں نے قازو
قازوستان نے اصفان کے چٹانوں پر زبردست چڑھ چکا ہے۔ کسی ایسے شخص کو قلعہ کے اندر میں
جانے دیا جائے گا۔ پھر قلعہ کا باشندہ نہ ہو۔ اس نے یہ کارروائی اس احتیاط کی بنا پر کی ہے۔ قلعہ
مکانوں کے جا سوکس قلعہ کے اندر داخل ہو کر وہاں کے حالات اور جنگی تیاریوں کا حال معلوم کریں۔ جاننا
کو ضرور پہنچا دیں۔

امیر عبد اللہ نے جا سوکس سے کہا :

”کیا تمہیں ایسے لوگ نہیں ملے جو قلعہ کے حالات سے واقف ہوئے اور قلعہ کا توہم بہت عمارتوں
تیار ہے؟“

ایک جا سوکس نے عرض کیا :

”میں ایسے آدمی ہی ملے جو قلعہ کے اندر جاتے آتے تھے اور ایسے ہی تھے جو اصفان سے اٹھ کر گئے
اور قلعہ کو بار بار گئے۔ کچھ قازوستان نے ان کے بھائی بھائی سے مل کر دیکھے ہیں۔ وہ قلعہ کے اندر گئے
جائے۔ جب سے اس قلعہ نے آپ کی اطاعت کی ہے۔ اسی وقت سے قازوستانی عمارتیں بن رہی ہیں۔ وہ قلعہ
کی باتیں کرتے ہیں کہ قلعہ کے اندر ایک ایسا شخص ہے۔“

قازوستان کی اس کارروائی سے امیر عبد اللہ نے یہ اندازہ کر لیا کہ وہ عمارت پرست رہا تو ہے۔ خود

نے ایک روز اس کے گھر کا رخ کیا۔

۴ کیا تمہیں اسحاق کی بیگم نیر کا حال معلوم ہے۔

احمد نواز - سنی حلقہ کی امیدوار

نفعی و ناسمجی ہے کہ تم نے اپنے حق سے لوگوں کو جو حق میں میری کیا ہے۔ و بعد غرض تم کی ہے۔

جنگل میدان کوئی تھوڑا: میں تیار کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے، میں نے ایک کمرہ بنایا ہے جس کے پاس ایک دروازہ ہے۔

عبداللہ: کیا یہ ضرور ہے جو ہم کی چھوڑ دیتے۔

استدلال: جناب! یہ خبر دوسرا حکمران کو دہرے تاج ہے جو مسلمانوں سے رشتہ کا قطع کرتا ہے۔ حقیقت

ہے کہ ہمیں سے کوئی ایسی کتاب کا اضافہ نہ کرے کہ بزرگوار شخصہ نہ رہتا اور ہر دن کتاب

خبر القدا سے بچنے کے لیے ان سے دور رہنا چاہیے۔

افغانستان: وہ ملک ہے جس کی زمینی سرحدیں ایران، ترکمانستان، چین، پاکستان اور بھارت سے ملتی ہیں۔

جے نامہ کے ہمایہ فرازاں اسی سے فرماتے رہے، اور اس کا اثر لکھنا ان پاسکی گتے میں لکھنا

۱۰) اگر کوئی شخص دیکھے کہ عیب کسی سے یا ان کی برائی سے تو اس کے گھبراہٹ و تشویش سے خود اس کا

بزرگوار! یہی یاد رکھیں کہ یہی ہے۔

عبداللہ کرییم خان، صدر، جیک فٹور

استغفر الله

عبداللہ، فیروز خان، جلد ۱

وقالت

استاذة : مديرة

میر جلیل نے اپنا سب کچھ اپنے لیے جلیل خانہ کی خدمت پر
 وقف کر دیا تھا۔

۱۰۰

تاریخ و حقائق بر سرِ حضورِ ا

—

جس پر یہی میری نظر پڑا ہے۔

برسر: ایران میں عام، زلف اور رخ یہ تین ایسے ہندو رنگے ہیں جن کی شجاعت اور دلیری کا پرتلہ ہے ترکستان تک دعوت تھی۔ ان میں رخ خرابی غیر مل اور مرزائی تھا۔ اس نے اس قدر قدرت پائی کہ سبھی کو اس کی شخصیت پر انورہی، دلیری و حرارت کی تعریف کرنی چوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں یہ رخ ہے۔

ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شہر اپنی بلڈرز اور تعمیراتی ٹیم سے - وہ تھوڑے عرصے میں اور پیسوں کے

علاوہ گز بھی رکھتے تھے۔ ان کے گز اس مقدمہ بھاری اور مضبوط ہوتے تھے اور ان کے بازوؤں میں

ایماندار قوت پختہ تھی کہ اگر وہ کسی چٹان پر گرنا دیکھتے تو اس کے ٹکڑے سے جڑھتے تھے اور

جب کسی سوار پر گرنے سے غریب ملک نے قے تو یا احمد کے کھوٹ سے کی کر ٹوٹ جاتی تھی یا اس کا ہاتھ لٹکتا، چاروں طرف سے لوگوں کا ہجوم، ہر طرف سے ہتھیاروں کی آواز، ہر طرف سے ہتھیاروں کی آواز:

معلوم تھا جلد سے اور اس کا احوال ان کے لئے عجیب تھا۔ چنانچہ ان کے لئے بھی یہی حکم ملا کہ وہ اپنے اپنے گھر میں رہیں اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہیں۔

مسئلہ : اگر کسی شخص کو اس کا شمار درجہ اول و دوم و سوم و چارم سے ہو۔

برکسی: اہل۔ اور حیثیت میں وہ ہے جو شریعت اور خداوندِ عالم کے سامنے تمام فرائض ادا کرے

وہ جسے محمد

مسئله: تب توهمی که نمودار است.

برکس: میرا بھی یہی خیال ہے لیکن میں خود سوچتا ہوں کہ اس کے پاس جا کر اسے جھٹوں۔ اگر وہاں جائے

ادھ ناکرے نو بچا ہے۔

یہاں کوئی پسند نہیں کرے۔ ہم نے جو خط پر ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ کا کہنے کو اس کے

پرسن: میں نے گلاب ملے گا تھا کہ نیکو صفات کے حامل جانوروں اور پتھروں کے صفات کو ہرگز مان سہلا

تو میرا خیال تھا کہ میرے ساتھ رہے گی لیکن وہ معلوم اسے کہیں سے محنت ہے کہ اس نے اصفہانی

جانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگی: تم ہو کو۔ میں نہیں رہوں گی۔ یہ بھی کتنی شکر و خیر ان عرب

چون چکد گیتا چاہتی ہیں۔ میرا نہیں پی چکد گیتا سیرکراؤنگ

مسئلہ: اگر وہ یوں رہتا چلتا ہے تو رہنے دیجیے۔ یہ اصفیٰ ہمارے غلو و سفلیٰ کو گھٹائیں۔ اگر وہ تساری

وہ سب سے بڑا کہنے والا اور حکومت ہے بہت لائق ہوگا

مدرسہ: میں نے یہی چاہا ہے کہ سب کچھ کو الگ الگ خدمت کیوں، تاہم اس کے بعد میں نے مجھے کوئی اعتراض نہ کیا

سید: عرب اور رومیوں کے چکر میں ملے گا۔
 برکس: خیر، چکر میں سے۔ جس کے ذریعہ وہ لوگ جو دنیا کا
 کسی وقت پر عداوت رکھتا تھا۔ اسے نکالے گا۔
 ایسا نہیں رہے گا۔ آپ کو امیر بادشاہ ہے جس نے
 سید: چلو۔ میں تمہارے ساتھ چلا ہوں۔
 برکس: میرا ارادہ ایسی روانہ ہو جانے کا ہے۔

سید: خود چلے جاؤ میں امیر سے کہہ دوں گا کہ تم تازہ سفارت کو نکال کر قریب دینے گئے ہو۔
 سید چلے اور امیر عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے امیر کو دعا کیا کہ امیر نے دعا کا
 جواب دے گا۔
 "میں نہیں تازہ سفارت کے پاس امتحان بھیجنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس خدمت کو اٹھا کر بنا پسند
 کر لو گے؟"

سید: رشتہ ٹوٹا ہے۔ میرے بہرہ کوئی خدمت کی بات نہ پھرنے کے لئے عرضی ہو چکی ہے۔
 عبداللہ: میں چاہتا ہوں تم میری کراس کے پاس جاؤ اور اسے سچا بچا کرو۔
 سید: میں اس خدمت کو اٹھا کر اپنے لئے بنا ہوں۔
 عبداللہ: کب روانہ ہو جاؤ گے تم؟
 سید: جب امیر حکم دینا۔

عبداللہ: آج ہی کسی وقت چلے جاؤ۔ میں اب امتحان کی رسم کو طے نہیں دینا چاہتا۔
 سید: اللہ اللہ میں آج ہی چلا جاؤں گا۔

عبداللہ: اپنے ساتھ کچھ اور لوگ لے کر لے لیتے۔
 سید: میں تو ساری جانا لینا نہ کرنا کہ امیر کا حکم ہے تو جاؤ اور اسے لے لوں گا۔

عبداللہ: تم اب امیر سے تمہارا نام مانگنا مناسب نہیں ہے۔ اگرچہ یہ امید نہیں کہ ایرانی اسے منبر کے ساتھ
 کوئی نام مانگ کر اسے میری جگہ پر بھیجتا ہوگا۔

سید: وہ لوگ چلے آئے۔

انہوں نے جواب دیا کہ برکس کو کسی اپنے ساتھ لے جائیں گے مگر جب وہ اپنے غم پر نہ آئے اور انہوں نے بھی
 کا حلقہ کیا تو بہت جلد وہ توراں میں ہو گیا ہے۔
 انہوں نے اپنے چار آدمیوں کو دیکھا کہ
 "تم میرے ساتھ امتحان چلو گے۔ جلد تیار ہو کر آ جاؤ۔"
 وہ لوگ چلے گئے۔

سید: اب ان کو یہ اعلان دیتے کہ وہ امتحان جاسے ہیں اس پر وہ کے قریب گئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ
 وہ آج ہی آئے۔ اس کے ساتھ رفیعہ اور مسعود بھی آئیں۔ دونوں اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔
 سید نے کہا:

"ابا۔ میں مندرت پر امتحان جارہ ہوں۔ تمہیں اطلاع دینے آیا ہوں۔
 جاؤ۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔"

رفیعہ نے آہستہ سے کہا:
 "اُن سے چھٹی دیکھنے کی اجازت لے لو۔"
 سید نے کہا:
 "کیا بات ہے۔ یہ کھڑے کھڑے کر رہا ہے۔"

ابا: رفیعہ اور مسعود ہیں۔ کتنی ہیں زبان میں ہیں چکی دیکھنا چاہتی ہے۔ اجازت ہو تو چلی جائیں۔
 سید: اور تم؟

ابا: تم اجازت دو گے تو میں بھی چلی جاؤں گی۔
 سید: چلی جاؤ۔

ابا: اور مسعود؟

سید: وہ اپنے باپ سے اجازت میں۔

ابا: وہ تم سے اجازت مانگتا ہے۔

مسعود نے اس کے شکال کی۔ وہ اچھل پڑی۔ بولی:
 "اچھا ہلنے دیتے۔"

سید چلے آئے اور اس وقت چار آدمیوں کے ساتھ امتحان روانہ ہو گئے۔



مرزا نے یہی چاہا تھا کہ یہی تعزیر کی کہ باب رسالت اور رقیہ کو اس کے دلچسپے کا مشیقات پیدا ہو گیا۔ باب نے سب سے اجازت لے لی تھی۔ رسالت اور رقیہ نے بھاپنے اپنے آپ سے اجازت لے لی تھی۔

مگر روز میل اصفانہ روانہ ہوئے۔ اس سے گئے دو اصفانہ نے یہی چاہی کہ وہاں کیا کیا ہے۔ ہوا کہ کھانا کھا کر چلے اور شام تک وہیں آجائیں۔

سین کے خاک کا نام سترغا۔ وہ کسی کام سے سترغا پر گئے۔ باب لٹا کر وہی کھانہ تھی۔ ان سے باتیں کرنا کہ تھی۔ اصفانہ نے باب کو کھا کر کھا۔

ناسبتہ: میں تو یہی کہتی تھی کہ وہاں۔ کہ چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے۔

باب: جیسے کہ چیز کی ضرورت نہیں۔ تم گھر لے سکتی ہیں جہاں ہے جو؟

عید: مجھے معلوم ہوتا ہے کہ برس اصفانہ نہیں لیکن جی میں مترا ہے۔ میں یہ معلوم کروں گا کہ وہ اصفانہ کیوں نہیں گیا۔ جی میں نہیں مترا ہے۔

باب: تمہیں کیا پتا ہے کہ اس کے حالات میں داخل دو۔ وہ اصفانہ نہیں لیکن تو جانتے۔

عید: میں گھر میں دو۔ یہاں کوئی خاص نہیں ہے آج ہے۔ اس کی بیٹی کا ہے؟

باب: جگہ کے اندر ہے۔

عید: اس سے ہوسٹیاں دینا۔ یہاں کی طرف سے ہی ملو کہ ہیں۔

باب نے چلی کر کہا:

مرزا نے اس سے بھی مشکوک ہوئے۔ تو رقیہ کو اس کے لڑکی ہے۔

عید: مجھے شک ہے کہ وہ کوئی لڑکی ہے۔

باب: کمرے خوب۔ کیا لڑکی کے لڑکی؟

عید: میں نہیں جانتا مگر برادر کا کتبہ ہے۔ تم اس کی باتوں میں نہ آجانا۔

باب: اصفانہ دیکھو۔ ہم اس کے کمرے میں آسکیں گی۔

عید چلے گئے۔

باب نے رقیہ کو عید دیا کہ ان کی تمام گفتگو سنائی۔ رقیہ نے کہا:

عید جب یہ کہہ رہے ہیں۔ یہ معلوم کیوں۔ میرا لڑکی مرزا نے سے کھانے ہے۔

باب: مگر وہ ہمارا کمرے کا کیا؟

رقیہ: کہیں کوئی سارا شخص نہ کر دے کہ ہمارے۔

باب: ایرانی کیا سارا کر کے ہمارے ساتھ۔

سلسلہ بھولتا آگئی۔ اس نے کہا:

کیا باتیں ہو رہی ہیں؟

رقیہ: عید نے تھے۔ باب سے پوچھ لیا کہ ہے تھے۔

باب نے عید کی تمام گفتگو ہرادی رسالت نے کہا:

اؤ چاکر کہہ تھے۔ یہ معلوم کیوں تھے جی اس کا کہیں سے کچھ کھانہ ہی ہو رہی تھی۔ اس نے

یہی چاہی کہ مشیقات میں میں وہاں ہے کہیں اس میں ہی اس کی کڑی پالنے ہو۔

باب: جب تمہیں اور رقیہ کو اس کی طرف سے کھانے تھے تو نہ چلو یہی چاہی کہ کہیں۔

رقیہ: مگر اس سے کوئی کیا؟

باب: کہہ دے کہ کہ تم تنہا نہیں چل سکتے۔ یہی جان کو آئے دو۔ ان کے ساتھ چلیں گے۔

رسالت: جی ٹیک ہے۔

تینوں شخص کے اندر گئیں۔

مرزا نے ہوسٹیاں دینا کہ کیا ہوئی تھی۔ اس نے کہا: چلو۔

رقیہ: جی۔ آج ہمارا رقیہ کو دیکھ رہے۔

مرزا نے حضرت سے اس طرح دیکھ کر کہا: "کیوں؟"

باب: جب جانی جا رہی تھی کہ اللہ کے ساتھ چلی گئی۔

مرزا: میں تو جانتا ہوں کہ اس وقت سے نہیں لگتی کہ تمیں پر کچھ کھا جائیگا۔

باب: جب جانی جا رہی تھی کہ تہہ کیسے گئی۔

مرزا: میرا خیال ہے کہ اب جانتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ چلا جائے گا۔ اگر تمیں کوئی

خوف ہے تو کسی کو اپنے ساتھ لے لو۔

رفیقہ: قربت کچھ نہیں ہے۔

مرزا: اگر کچھ خوف نہیں ہے تو پھر چلو۔ ورنہ ہی کہہ گئے گا۔ شاید اسے پتہ نہیں چلتا۔

سلطان: نہ سنی کیوں طبیعت کھینچتی ہے۔

مرزا نے بے چینی کہا:

"تو یہ طبیعت تو کھینچتی ہو گی۔ میں جانتے ہوں کہ تو کچھ دیکھتی ہو گی۔"

سلطان: اللہ سے تمہارا دل بچ گیا ہو گا۔

مرزا: مجھ سے صاحب۔ میں کتنی ہوں کہ کچھ کھانا کھوں جو تو کسی کو ساتھ لے لو۔ میں کے غلامی کی۔

رفیقہ: عرب تو کیا کھانا نہیں کرتی۔

مرزا: تو پھر چلو۔

رفیقہ: میں تو تیار ہوں۔

مرزا: سلطان کو چھوڑو۔ یہ تو تیار ہیں۔

سلطان: میں کیوں نہ آؤں؟

مرزا: اچھا تو یہ کہ کچھ دیکھو۔ یہ تو تیار ہیں۔

باب: میں نہیں ڈرا کرتی۔ رفیقہ اور سلطان ہی کہ کچھ اندیشہ ہوا تھا۔ یہ تیار ہیں تو میں ان دونوں سے پہلے

تیار ہوں۔

مرزا: یہ دونوں تیار ہیں۔

باب: ہمارے چلو۔

یاد تو میری ہے کہ کیا تھا کہ نہیں جانتی تھی تیار ہو گئیں اور مرزا نے کے ساتھ مرزا پر دھس

بھرا رہیں۔

مرزا نے کہ قریب ہی مصلیٰ تھا۔ اس میں ان عرب خواتین کے گھونٹے بٹے تھے جو کچھ کچھ میری

توجہ کے لیے ان پر سوار ہو کر چل رہی تھیں۔ وہ میری بازو کا بھی گھوڑا تھا۔

افسوس کے گھونٹوں پر توجہ کے اور دواں ہو گئیں۔ مرزا نے چوہا کہہ کر دوسرے کو پابند نہیں تھا اس لیے

بے نقاب تھی۔ سلطان رفیقہ اور باب نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال لیے تھے۔ سلطان نے ستاروں کو دیکھ کر نقاب

کے اوپر دیکھا تھا۔



یہ سب باتیں کرتی تھا ماری تھیں۔ لشکر گاہ سے لشکر افروغ نے دیکھا کہ جس راستہ پر وہ چل رہی

تھیں اس پر آمد و رفت کم تھی۔ کچھ کچھ کوئی کاروانہ ملا کر دیا تھا۔ وہ عرب لڑکیوں کو جس کے پاس سے

پہچان کر ڈور دیا تھا۔ ایک طرف ہو کر نکل جاتا۔

چونکہ راستہ صاف تھا اس لیے نقاب افروغ نے اللہ سے مرزا بازو لے لیا:

"سیاہ نقاب افروغ کے پاندے سے چہرے پر کیا جلا سلو کہ پتا چلا جائے تو خوف نہ پتہ ہے کہیں اس

پاندے کے کٹھن کے کوئی ٹکڑا نہ لگ جائے۔"

سلطان: کیا تم اچھا پتہ نہیں ہو؟

مرزا: تمہارے سامنے میں یہ کہیں نہیں پہنچتا جیسے پاندے کے سامنے ستارا۔

رفیقہ نے چینی کہا:

"اگر ستارہ جگمگا سکتا ہے تو میں سے ایک جہاں رہا سلطان کے پتوں میں چلے جاتے ہیں۔"

اس بات پر سب ہنس پڑی۔ ان کے صہیں متعلقہ نے فضا میں پرواز کی۔

ان کے گھونٹے قائم اس وجہ سے غرضان کر رہے تھے کہ ان پر حسد یا حسد ہوا۔ علی حسد سوار تھیں۔

وہ اس طرح تھا کہ ان کا چہرہ تھے جیسے اس بات پر غور کر رہے ہیں۔

انہوں نے راستہ میں ٹوکنا نہ پڑا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ پہنچ جائے گا کے شہر پر پہنچ کر کہ ان کا دھماکا ہو گا

گو نہ کہ وقت مانتے ہی میں ہو گیا نہ کہ پتہ کہ باب نے مرزا نے کہا:

"تم تو کتنی نہیں چو کہ قریب ہے۔ ایک تو آئی نہیں۔"

مذہب ہم باتیں کرتے تھے آہستہ آہستہ چل رہی ہیں۔ وہ تیز چلے۔

انھوں نے گھوڑے سے تڑکے کر کے دو دو بلکہ چار چار بست بست چلے گئے۔ ابھی وہ چار چار گئے تھے کہ
نئے انھوں نے گھوڑوں کو اپنی طرف دیکھا تو انھوں نے دیکھا کہ وہ گئے۔
یوں ہی وہ چار چار گئے تھے۔ بہت دیر نہ ہوئی کہ وہ چار چار گئے تھے۔ کئی گھنٹات
میں وہ چار چار گئے۔ کئی گھنٹات میں وہ چار چار گئے۔

میں نے اس شخص کے لئے یہ سب کچھ کیا تو اس کا سزا دیکھ کر وہ خوشی سے کہہ رہا تھا۔
 چنانچہ اسے ایک سالہ گنہگار کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ اس کا سزا دیکھ کر وہ خوشی سے کہہ رہا تھا۔
 اسے سزا دینے سے پہلے ہی میں نے اس کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔

بھول طرح طرح کے کلدی اور کلدی تھے۔ وہ خودیہ لڑکے کی تھیں، مگر صاف اور سنہری تھیں۔ امدان کے
دو ذوی طوبی میراؤں کے بڑے بڑے تھے۔ خودیہ لڑکے اور کلدی تھیں۔ خلیفہ پر خفا منظر کا وہ رنگ و سس منظر کو کبھی
منظر کا چوٹی اور چوٹی کے کلدی اور کلدی تھے۔

انھوں نے دوسرے ملک کا سفر کیا اور پھر یہاں کی زندگی بھلا سے چلی تھی۔ ہر ایک سے انہوں نے کچھ سیکھا
نہیں، کیونکہ حق یہ ہے کہ اسے دیکھ کر ہی سنجیدہ ہو جائے۔
سفر خیرات سے گزرا۔

اور یہ جتنی باتیں کہیں گے وہ سب سچے۔ اب وہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہے۔

مرزا باقر خان پلہ درجہ تہذیبیہ منتظر۔

سہ ماہی پریکٹس

یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے۔

تو کہ وہ چلی تھیں کہ وہی چپ گیا۔ تیرن عرب و اسیل مغرب کی تازہ ہوائ سے گلے۔ سر نہ نہ گھوڑا زار
کہ کس کی گلی کی جب یہ نہ نہ سے کاٹا ہو جس تو وہ بھی گائی۔
یہ جہر چلے۔

ابھی اعلیٰ حضرت دستِ مبارک پہ لکھا کہ رات ہو گئی۔ چاندنی رات تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی
چمک رہی تھی۔

ای وقت اس سہارا کو آتے۔ وہ اٹھ کر اپنے جوتے پہنتے۔ وہ لوگ نے فرما دیا کہ کپڑا پہنے
گئی۔ یہ بد فرما اس کی دھڑکی بھجی۔

فصل دوم کے مضامین اور باب اول کے مضامین۔

پھر ایک آدمی جسے وہ کرکچر کہتا ہے گھسٹے پر سے نیا لار بنے تھا کہ گھوڑا دوڑ دیا۔ جی سب
کے لیے بیلے دوڑنے لگے۔

عرب اٹھ کھڑے کچھ دیر تک ان کا تعقیب کیا مگر وہ تھوڑے ہی



لباب: چو چلی دیکھنے کے اشتیاق نے جیسے اندھا کر دیا کیا جواب دینے کے ہم سنا دے کہ اب صبح کو۔
 مفیدہ: میرا دل کئے کو نہ پہتا تھا۔ بے چاری سنا دے جی خوش سے کئے کو تیار نہ تھی۔ دراصل ہم دونوں
 کے دل اپنے طے حدود کو کھلنے کے مگر ہم۔ تھپنے کے دلوں کا گناہ سنا اور اس کو غیار نہ جگتا۔

لباب: اب کیا کر رہی ہیں؟

مرزا: بچے فوت ہے کیوں وہ دل پر حملہ کر دیں۔

رفیدہ: ہو سکتا ہے۔ میں جو لشکر میں پہنچا کہ اس واقعہ کا اطلاع کرنا چاہیے۔

لباب: کیا نہ لے کر باغش لشکر میں۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ ان لوگوں کا عقاب کرے۔ اگر وہ مل جاتے تو ان
 سے لڑا۔ خود ہی جاؤں یا انہیں لڑاؤں۔

رفیدہ: ان کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔

مرزا: میرا خیال ہے کہ وہ ڈاکو تھے۔ اس نواس میں دور تک جھٹکی جیلا ہے۔ اس میں ہم سب ادا کو بہتے
 ہیں۔ شاید سنا دے کی اوڑھی کے ساتھ دلد سے اس دھوکے میں پڑ گئے کہ وہ جتنی زہرات۔ پہنچے
 ہوگا اس لیے مجھے چوڑا کر اسے اٹھائے گئے۔

لباب: خدا کو خبر ہے کہ وہ اس غریب کو اٹھائے گئے۔

رفیدہ: باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ واپس چلو اور جلد اس سنا دے کی اطلاع ملیں گے۔

لباب: اب سوائے واپس جانے کے ہم اور کر رہی کیا کئے ہیں؟

یہ تھیں واپس تو نہیں۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھاؤں۔ گھوڑے دوڑنے لگے۔ کبھی کبھی لبا ب اور رفیدہ
 پیچھے شرمک کر دیکھ کر تھیں۔ جیسے اتنی جیسی ہو کر سنا دے کی پیچھے آ رہی ہے۔



میں کو کمرے تھا اور رات کا وقت۔ ہر طرف سکوت اور سکون چھوڑا ہوا تھا۔ چاند سماں پر تیر رہا تھا۔ چاندنی
 کیست کے ہوئے تھی۔ سفید چاندنی میں ہر چیز چمک رہی تھی۔

اگر سنا دے کا گھوڑا جیسے دیکھا تو انہیں اس دھوکے سفر سے بڑا کیف حاصل ہوا مگر اس وقت وہ غمزدہ
 تھیں۔ یہ میٹھا اور نکلنے۔ انہیں چاندنی کی دلکش چٹائی پر توجہ نہ کر رہی۔

وہ تیرنے سے چلی جا رہی تھیں۔

عقاب

(۵۲)

لباب اور رفیدہ دونوں لوگوں کے عقاب سے واپس نہیں تو اٹھنے دیکھا کہ مرزا بے بسی مرنے لگی تھی۔
 یہ دونوں بڑی پریشانی اور دکھ میں تھیں۔ انہوں نے مرزا سے کہا:

"کون ہو سکتے ہیں یہ لوگ؟"

مرزا: یہ وہاں ہی جاتے۔ میرا تو وہاں وہاں کا پناہ ہے۔

لباب: مگر سنا دے ہی کو کیوں پکڑے لگے؟

مرزا: جیسے تو انہوں نے مجھے گھوڑے سے کھینچنا تھا۔ جب میں جیتی جیتی تو مجھے جو شرم پڑا۔ میرے بعد
 شاید سنا دے پر تھک کر اوڑھے کھینچ لے گئے۔

مفیدہ: پھر اچھی۔

لباب: اور اس قدر جلد ہو کہ ہم کچھ کر سکتے۔

مرزا: اس کے بھی کیا۔ وہ دوسرا رہے اور ہم چار ہی تھیں۔

مفیدہ: کچھ نہ کچھ تو کرتے ہی ہم بھی کیوں تو چاہ کر آ رہے۔ اب کیا ہوگا۔

لباب: یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ حقیقت میں ہم نے بڑی ہی غلطی کی کہ اپنے ساتھ کسی ہو کر گئے۔

رفیدہ: اور ہم سے بھی بڑھ کر یہ غلطی نہ کر سکتے تھے۔ اسے اجازت دے کر نہ گئے۔

مرزا: یہ خیال بھی تو تھا کہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے گا۔

رفیدہ: جیسا کہ تھا۔ میں احتیاط کرنا چاہیے تھی۔

ابو اسحاق انھوں نے سوائے سے ایک بار کو اپنی قرین آتے ہو گئے۔ یہاں سے کہا:
”کیوں یہ صلیب کو نہیں؟“

وہ لوگ کون رکھے ہوئے رہیں گے اگر ان کے لئے کوئی ایسا کام ہے۔ اور یہ برحق رہیں اور اس سے بڑا کوئی شکار نہ ہو۔

صحبہ میں اس حد تک رہ گیا تو مجھے یہ فائدہ

تاریخ

۱۷۔ بیٹہ جو تھا ان کے پاس آکر رکھ اٹھو فیہا رہے۔

۱۔ عجب۔ بڑی دیکھ بھال کے دلچسپی سے۔

طابق : اندر چھوڑ دیے ہوئے تھے۔

چند۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ مجھے حتمی یو آئی کہ تم جا رہا ہو کیا تم ہو لیکن اعداد و فہم ہو، ایک کا جواب ہے!

آباد : چارے کا فروغ دینے کیلئے

۴۔ اے نیکو! خود غیب سے جہاں کر دیا، وہ بڑے غور سے سنتے رہے۔ انھوں نے کہا:

ایم غلامی کی یہ بھائی نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس میں کوئی راز ہے۔ اچھا نام چلو۔ میں ان کے خلاف میں ہا ہوں۔

باب : بیاضہ چارو کے

تجربہ ۱: یہاں پر کون سے حصے ماحول کے حلقہ ہیں۔

مقامہ جہاں وہ مقیم تھا کہ جب ۲۰۱۱ء میں ستر میں لڑائی چھوڑ دی گئی تھی اور اس کی وجہ سے وہ جہاں مقیم تھا وہاں سے ہوا میں

میرے لیے یہ سب کچھ ممکن ہے۔ میں نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں اپنی جگہ پر قائم رہوں گا۔ میں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں نے اپنی جگہ پر قائم رہوں گا۔ میں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں نے اپنی جگہ پر قائم رہوں گا۔

147

جاء في قوله تعالى: "فأمرهم بما آتاهم من نعمته" أي: فأمروهم بما آتاهم من نعمته.

وہی ہے۔ اور یہ کہ یہ کتاب لکھنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ اور یہ کہ یہ کتاب لکھنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

10/10/2020

نہ صرف یہ بلکہ:

المجلس الأعلى للدراسات الإسلامية، القاهرة، ١٩٨٢، ص ١٢١.

حاجت کو برحق سمجھو۔

عینیہ نے گھوڑے کی رانگ اٹھا دی۔ گھوڑا دوڑ گیا۔

یہ تینوں لشکری لوگ غلامیں۔ مرزا باندھے گا۔

تعمیر میں کوئی تاخیر نہ دینا چاہیے۔

میں نے بڑے یاد دار ہیں۔ واقف وہ دسکس جیسے آدھوں کی فی ہر روز، لیکن نہ کوئی گئے۔۔۔

آجائے یا بھائی جان، میرے اور ہم انہیں ساتھ لائے۔

یہاں پر اس نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کے لئے کہ وہ اپنے لئے فرماتا ہے۔

۳۔ اے جانور ایک مسلمان بھی ہو گا تو اسے سزا کو دے جا بیٹھے گئے۔

ان تینوں نے سچ اپنے کھوڑے چھوڑ دیے۔ غولہ نے داس سے جھڑپ لگائی اور داس بھی ۵۰ گزے کیسٹوں۔

وہ تجربہ آگاہ ہے کہ اس کے دورِ حیات سے پہلے ہی وہ ایک عظیم اور بڑے



تھوڑے دیر میں، لشکر گاہ میں جیسے بچہ نہیں، وہاں سے میرا پروردگار نکلتا، ان کی عین ٹانگیں ان کے منہ کا

کروری نہیں۔ انور سے کھڑے اصغر میں ہنسنے سے اور صبر کرنے سے۔ لیکن

وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہے:

بھڑکی دیر میں آجی، کھانہ روٹی کھیں گے۔

ایکسٹریکٹ کی قیمت: 100 روپے

رضیدہ نے غما کمال حب کو کہہ سنا:۔ حب لڑائیوں کو بڑا دھوم مچا جو کشتی اور غصہ:۔ راہی (رفتہ) تھا

۱۰ میں مسند کی کشیدگی کی خبر منظر پر آئی۔ خواجہ میر تقی میر نے یہ سنا تو کہہ پڑے کہ یہ تو میر تقی میر کی مسند ہے۔

آئے ہیں، اب ملنا ہے۔

محمود علی خان صاحب نے جو اس کتاب کے لئے لکھا ہے اس سے اس کی اہمیت اور اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

یہ سکاؤٹس سبھی پر اسرار ہوتا ہے۔

۱۰۰

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم من أجلّ الكتب وأجلّها

1. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

عاجز ہوں کہ یہ کون کون سے تھے کہ میں بدھ ہو گیا۔ ہم پر آپ سے انھوں نے مرزا کو تیار کر دیا ہے
 گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ انھوں نے مرزا کو تیار کر دیا ہے اور اس کا کوئی اثر
 ہے ان کے گھر سے بچنے کے لئے۔ ہم مرزا کے قہقہے میں مدد نہیں کرتے۔
 ملکیت مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ انھوں نے مرزا کو تیار کر دیا ہے۔
 نے مرزا کے ایک لڑکے کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔
 مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے؟

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔
 مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔
 مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔



عینیہ کی دلیری

(۵۵)

عینیہ کی دلیری ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

مرزا کو تیار کر دیا ہے۔ مرزا کو تیار کر دیا ہے۔

میں نے اپنے بارے میں ابھی تجھ کو نہیں بتایا ہے
میں نے اپنے بارے میں ابھی تجھ کو نہیں بتایا ہے

ہندوؤں کے مذہب میں چار گروہ ہیں۔

میں نے بہت سے لوگوں کو اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔

ملوک۔ کہ جس قدر سے ماضی پر توجہ کیے نہ ہو تجویز ہے۔ انھوں نے اسے جہاں سے اس طرح سے لکھی
کوئی کو بہت زیادہ توجہ کیے اور نہ ہی۔

تعلیم: قوم در سے خاکبردار ہو رہا۔

میں نے وہ نقد امیں بسکریا دی۔ یہ سہ ماہی صوم کے لئے مقرر تھا۔ لیکن میں نے اسے خریدا اور اسے اپنے لئے رکھ لیا۔

مسدود ہو کر رہ گیا ہے۔

ان کا ان کے ساتھ چاہا ہوا کسی حد تک انوکھا تھا۔ وہ مجھ کو گناہی ہو گیا۔ اور چیلنج تھا اور میرے
 دل میں جو میں نے دیکھا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔

نورجانی کے سر پر لکھو: اے میرے جے ویاں! اے جے ویاں! اسی نے کیا۔

نہایت سے ہر قسم کے تجلی و توحید

[illegible]

Le. 25.11.19

[illegible][illegible]

1. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 2. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 3. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)

۱۰۰۰ سے زیادہ کے لئے ایک سو روپیہ، ۱۰۰ سے زیادہ کے لئے ایک سو روپیہ، ۱۰۰ سے زیادہ کے لئے ایک سو روپیہ

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.

وہ سب غمراہ تھے۔ ایک بڑی سی نے دیکھا کہ ایک

نہ ایک لڑکے کی طرح جو نہ سو رہا ہے نہ جانتا ہے۔

کئی عرصے سے اس کا رشتہ منجانب سے اندکیر کا ہو گیا تھا اور وہ کچھ عرصے اندر سب سے بڑا ہو گیا۔

— *Am. J. Bot.*

یہی سولے بچے تیار ہو گئے تھے۔ تم میری بہت سے بہنوں کو کھڑی ہو جان۔ جیسے

ان کی اہلیہ ہادیہ کی گفتگو سنا کر وہاں سے ہٹ گئی۔

بہشت کے حور کمونڈن بچھڑی کہ اگر اس طرف سے کوئی حکم کرے تو اسے معلوم ہو جائے۔

موسیٰ نے عصبہ کو روک دیا۔ اہیں سارا رچ کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ ان میں سے کچھ نے کہا: جاؤ، ورنہ ہاں سے مارے جاؤ گے۔

عینہ ان کے بارے میں سمجھے کہ انہوں نے غارت

نے، اچھوٹے کہا:

”اوشکر، کیا کہتے ہو؟“

جیسی کہ ان کو نہ کچھ، انہوں نے تواریخ میں انہوں سے کچھ نہیں اور خوشنور سے چینیہ پر حملہ آور

کئی نوازیں ایک ساتھ جینید پر پڑیں۔ انھوں نے کہا: اسی طرح گمان کہ سب عوام جہنم میں جا کر

عینہ: کیا تو ان ہاکسوں کے چہرہ کو پہچانتی رہے گا۔ خدا نے جادو کا حرقہ دیا ہے۔ شہادت کو تو تھکا کر

یہ کہہ کر انھوں نے اقدہ کبر کا نعروں لگایا اور ڈھل گھا کر ایک عجمی کا پرہیزگشتے اس پر ایسی عواربار کی کہ
اس کا صدر کو کھولیں۔ وہ اس کا گڑ گڑاؤ نہ سنے گا۔

مختصر سیرت نے پھر ان پر ملکہ کیا۔

انہوں نے اس طرح اعلانِ حد سے کی کہ مبینہ طور پر یہاں پر سترین ماضیں بڑھنے لگیں اور انہوں نے جو شوشہ بنا کر بھر دیا۔

میں نے ان کا یہ حال بھی روک دیا اور جڑی سے چٹ کر ایک جلی کے صبر سے تھوڑا سا پی لیا اور صبر

کلیں کہ جس نے ان کی اس نے ان کو بھی نہ کی اور گرا۔

ان کی قبروں کو توڑ دیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو مٹا دیا۔ پھر سب نے بڑا زور سے
تلاویز کیا۔

جینے۔ اس طرح ان کی خاکوں کی خاکوں میں پر پڑا۔ وہ بڑا بڑا فتنہ کیا تھا۔ سب سے
دو کا سر سے ان کو توڑ دیا۔ ترچھ ہو کر ڈٹ گئی۔

ایک بڑی پر پیکر جینے نے چھوڑا۔ اس کی گت گئی اور وہ بڑا بڑا جینے نے توڑی پٹ کر
ایک اور بڑی پر پڑ گیا۔ ان کو اس کے چو پر پڑی۔ چنانچہ وہ دونوں جینوں کے بچے سے کاٹی ہوئی ایک ٹانگہ
اڑا گئی۔ اس نے جتا کر گالیں دیں اور کہا،
انگشت۔ وحشی۔ اس سے توڑ ڈاؤں پڑے۔

اسے زخم نے اسے قتل کر دیا۔ نہ توڑ دیا۔ نہ توڑ دیا۔ اور اپنے دم کو اپنے سامنے سے
دبانے لگا۔

ایک بڑا گھٹنے لگا

جینوں کی خیم۔ توڑ دی۔ پڑا۔ اس نے توڑ دیا۔ اس کی قبروں کو توڑ دیا۔ ضرور اس پر
کوٹے بنائے گئے۔

دوسرے نے کہا

نست گراؤ۔ زور سے چھوڑا۔ اور اس کی سر زانو۔

کچھ تو گھٹنے نے ان پر بڑی قوت سے جوش مہا کر چھوڑا۔ انھوں نے ان سے پتھر پھاڑی توڑ
بند کی اور ان کی جگہ پر جی کر مہا کر۔ جینے نے ایک شخص پر ایسی توڑ ماری کہ اس کا ہاتھ کیڑا کر چھوڑ گیا
وہ دور زور سے جا کر انھیں گالیاں دینے لگا۔

جینے توڑا۔ پچھلے کا مسدود نے نکالا۔ خیر دار۔

جینے گھٹنے لگے کہ ان کی پشت کی آفت سے کچھ ٹھیک نہ جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے منہ سے دھن پر توڑ چھوڑ
وہ پچھلے پٹ گئے۔

جینے نے پٹ کر اس کی بڑی پر چھوڑا۔ جو پشت کی آفت سے ان پر دہا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھ شانے
سے توڑا۔ دھن جو کہ جینوں کی اڑ گئی۔ وہ گرا۔ مسدود نے دوڑ کر اس کی توڑا۔

جینے جوش سے پھر اپنے منہ سے دھن دھن کی طرف پٹے۔ اس جوش میں وہ جوسوں نے ان پر توڑا۔

انہوں نے ڈھال پر ان کی کھوپڑیوں روٹیں اور ان پر سگ کے بچے پڑے۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جینے ان کے
پچھے دوڑے۔ ایک بڑی ان کی پشت کی طرف سے ان پر چڑھا۔ مسدود نے پک کر اس کے توڑا۔ مسدود اس کے
سر کی پچھلے کھوپڑیوں کو گیش دہا گرا۔ باقی بڑی بھاگ گئے۔

میدان صاف ہو گیا۔ جینے پٹ آئے۔

اب ان بڑی جوش سے لڑا۔ پھر پٹ کر ان کی آواز سے نہ بھاگا

بڑا بڑا بڑی کی پٹے۔

وہ عمل جان ہی۔ جینے نے جوسوں کے گھٹنے سے۔ پتھر اب اس اور اٹھا کر دوسری آواز چھوڑی۔
وہ گھڑ سے اور کچھ نقد دے کر بڑی کر نصرت کر دیا۔

اب وہ اب آٹھرا آئے۔ اس پر مسدود کو سوار کیا۔ ایک گھڑ سے پرب سالانہ اور ایک پر خوسا
ہوئے۔ باقی آٹھرا۔ باجو پر گالیں اور دھن سے۔



دیرانچے دہلوی اذکار و باخدا۔ اس میں بڑی خونک و جس اشعار میں بھی ہیں۔ اسے گھوڑوں پر چڑھا کر
 لڑنا ملے تھا۔ یہی گھوڑوں نے خاکا کھا کر کھڑے ہوئے۔ والد ہے۔ توبہ ہے کہ جس طرح مقصد
 حاصل ہو۔ شکی میں بے تعلقی سے چلتے تھے اس طرح وہ بھی نہیں گئے۔

بحیرہ نے دیکھا تو وہ سخت غمزدہ ہوئے۔ انھوں نے کہا:
 مسلمان انسان نہیں ہیں۔ اگر انسان ہوتے تو دریا نہیں اور ای کے گھوڑوں کو جانے عار و غرور
 دلا دیتا۔

چنانچہ "دیوان آؤند۔ دیوان آؤند" (دو آؤنگے۔ دو آؤنگے) کہتے ہوئے جاگ کھڑے ہوئے۔ اس لشکر
 جو آؤنگے تھے اس ملک اس واقعہ کو لوگوں سے بدگمانتہ ہے۔ اس وقت سے بھی مسلمانوں کو روکنے اور کچلنے
 ہے۔ اس لیے انہیں ان کے دیکھنے کا مشق تھا۔



سین جب امویوں کے قریب پہنچے تو انہیں اس عین سے یہ سلام پہنچا کہ قازد مسلمان نے بیعت کیا ہے
 جنگی تیار کیا ہے۔ اس کے پاس اس قدر لشکر فراہم ہو گیا ہے جو عہدہ کے لشکر سے بھی گنا زیادہ ہے۔ یہ
 اس قدر لشکر ہے جو عہدہ پر جانے کی صورت میں ایک ملک کے لیے کافی ہے اور آؤنگے کا تو کتنا بڑا نہیں۔
 قازد مسلمان کی جنگ بندی کے حالات میں کہ سید نے یہ سنا کہ یہاں وہ جنگ کا اہل رعب نہیں بلکہ خود
 لڑنے لگے۔ اس سے تمام حجت کہ سہری تھا اس لیے وہ صلح کا بیٹام اس ملک پہنچا چکے تھے۔
 اس میں امویوں کے جانکے پہنچے۔

یہاں پر فوجی پہنچا۔ ان فوجیوں کو سین کے کہنے کی اطلاع تھی۔ انھوں نے انہیں وہیں روک دیا۔
 قازد مسلمان کو کہنے کی اطلاع دی۔

قازد مسلمان نے ایک فرسٹ تو دربار کا بڑی بڑی خان کے ساتھ شروع کیا۔ تاکہ وہ بارہا میں معزز شہر میں
 ہر روز انھوں کو کھب کیا اور دوسرا اہل فوج کو ان ماستوں اور مڑوں پر بھینا دیا۔ جن پر سے سین
 گارنے لگے تھے۔

چنانچہ میں زندقہ و دیوبند ہیں کہ اور مسلمانوں کا ہمتار بنا کر راستی کے خلاف کارروائی پر آمادہ ہو گئے۔
 بحیرہ کو ڈر نہیں رہی۔ عین انہیں اللہ کو نہیں بڑی بڑی تھی۔ کچھ جب حد میں مسلم ہوا تھی تو انکار و رویش

حق گوئی

(۶)

سین جب امویوں کے ہاتھ میں داخل ہوئے تو بحیرہ نے گھوڑا کھڑا کیا۔ اس کی تاجہ میں دلی
 اطمینان و اذکار مسلمان کے جاسوس اس واقعے میں کھڑے پڑے تھے۔ انھوں نے ڈر کر اسے اللہ کے کہنے کی
 اطلاع دی۔ اس نے دربار کا تیار کر دیا۔

سین کے کہنے کا پھر پورے امویوں میں پھیل گیا۔ یہ ایسا واقعہ تھا جس میں مسلمان اس ملک میں
 پہنچے تھے۔ وہ اس کے ہاتھ انھیں دیکھنے کے لیے مشتعل تھے۔ اس واقعے کے اور غامی کہ مسلمان کے غم
 نے جب سے مسلمانوں کے حیران کی سیٹھ گارنے سے تھے اس وقت سے انہیں دیکھنے کا مشق تھا۔ یہی گنا تھا۔
 وہ انہیں انسان نہیں دیکھتے تھے۔

مسلمانوں کا مزید اس سے اس وقت سے تشدد ہی جانے لگا تھا جب کہ حضرت معمر بن قیس و زید
 نے یہ سنا کہ کچھ کہنے کے بعد انھیں کھڑے کیا۔ ان میں اس زمانہ میں ایران کا دار السلطنت تھا۔ جب اس کی
 ظکو ویدنے بعد کے گناہ پر پہنچا تو دیکھا کہ بحیرہ نے بھی نوٹ دیا ہے اور اس کا رے سے کشیدہ بنا کر
 دوسرے گناہ پر لگا رہا ہے۔ کوئی ذریعہ یہاں بھی رہا تھا جس سے مسلمان دربار کر جاتے۔

حق معمر بن قیس نے دیکھا کہ دوسرے گناہ پر بھی وہیں جنگ پر آمادہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے
 ایک دستہ تر اندازوں کا اس گناہ پر سین کر کھلے ہایت کیا کہ وہ بارہا کہتے وقت اگر بھی لشکر مسلمانوں پر
 تر اندازوں کے قیام و فوجیوں کا فائدہ بنا کر انہیں تر اندازوں سے روکے اور خود اسم اللہ بحر مسلمانوں
 کہ گھوڑا اور پامین ڈال دیا۔ اس کے ساتھ ہی تھا اس کے گھوڑے ڈال دیے۔

بائعہ جو لیے ہوئے تھے۔

اصناف کے تمام آئینہ سجدوں کو اس کی قاعد کے اُن کی اٹھنا چوگی یا نہیں دیکھنے کے لیے مرد و عورتیں اور بچے اچھے بچے یا سس ہیں کہ ان کے اور زمین کے بیچ تھوڑا سا فاصلہ رکھ دیا جائے۔ ان کے پاس بڑے بڑے فونکے ہوتے ہیں اور مرد و عورتیں بھی ان کے پاس ہی ہوتی ہیں۔

گود و رک کے بعد سب کو اصناف میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ ہر معاشرے کے ہر طبقے کے اپنے مخصوص ہال میں قاعد کے اندر داخل ہوتے۔ ان کے لیے جگہیں تھیں کہ وہ بیٹھ کر کھانا کھا سکیں اور پانی پیا کرے۔ ان کے لیے عورتوں اور مردوں کے ٹھکانے تھے۔ اور عورتوں پر کھانوں پر مرد اور عورتوں کے لیے ٹھکانے تھے۔

ایک دہائی تھی کہ ان کو کھانا کھانے کے لیے لے کر آئے تھے۔ ایک ہر مسلمان میں چھین دیا گیا کہ کھانے ہے۔ ان میں ایسا تھا کہ ہندو بھی تھے۔ ہمارا اہلکار نہیں ہے۔ ہندو بھی تھے۔ ان کو لے کر آئے تھے۔

پھر یہ گھر ہے کہ مسلمان بڑے بڑے میٹل اور سبب عورت ہوں گے اسی لیے ان میں دیکھتے ہوئے گھر۔ وہ تو ان میں کا طرح اصناف تھے۔ اسی لیے ان میں دیکھ کر وہ بڑے متعجب ہوئے۔ سوچتے تھے کہ ان میں دیکھ کر کیا ہوتا ہے۔

میں نے فرمایا تھا۔ ان میں یہ دیکھ کر اور بھی تعجب ہو کہ ایک نوجوان صبر کریں گے۔

اگرچہ سب کو رات کے ساتھ سب کو کراچی آئی تھی اور بے غم و خوشی میں چل دیے تھے مگر ان پر ان کی کمزورتی، ان کے ہمتیادوں اور ان کی شک و شکوک کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ بڑی بے غمی سے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ چنانچہ ان کی ہر ہر بات دیکھتے۔

سب وہ وہاں کے مٹانے چلے تو انھوں نے وہاں سے نکلی ہوئی جو ان کو دیکھا۔ وہ ٹھیکہ زکرت تھے۔ وہاں وہ ٹھیکہ زکرت سے آئے اور وہاں میں داخل ہوئے۔



اور ہر اس دور کو دست پرست شاہ کو بھی پڑھتے ہیں کہ شاہ اس سے ظاہر ہو رہی تھی۔ بڑے ٹھکانے لکھتے تھے۔ اگر ٹھکانے کا بیان کیا جائے تو ان کی اجواب میں ملتے۔ وہ پاری و شہر باس کو دوسرے جوامت

کے زبورات چھ بڑی خانے سے ملے تھے۔ کھانے پر کھانے کا خانہ مسلمان شہر باس اور کچھ چھوٹے چھوٹے مسلمان۔ اس کے بیچے خانوں کی چھینیں کھڑی تھیں۔

ان لوگوں کے لیے کہ مسلمانوں کو کھانا نہیں کھا سکتا۔ ان پر نہیں چلے سکتا۔ ان کو کھانا نہیں کھا سکتا۔ ان کو کھانا نہیں کھا سکتا۔

خانہ مسلمان نے ہوا۔

تم کس لیے آئے ہو؟

سینے کا۔

ہم کس کا پتہ لے کر آئے ہیں۔

خانہ مسلمان نے تم قادیان اصناف کا چکی تیار ہیں کہ ان میں اس لیے کھانا کھا سکتے ہیں۔

میں: اگر تم چاہتے ہو تو قادیان کھاتے۔ ہم سے کھانے کے لیے نہیں آتے۔ ہم سے کھانا کھا سکتے ہیں۔

میں: اگر تم چاہتے ہو تو قادیان کھاتے۔ ہم سے کھانے کے لیے نہیں آتے۔ ہم سے کھانا کھا سکتے ہیں۔

میں: اگر تم چاہتے ہو تو قادیان کھاتے۔ ہم سے کھانے کے لیے نہیں آتے۔ ہم سے کھانا کھا سکتے ہیں۔

میں: اگر تم چاہتے ہو تو قادیان کھاتے۔ ہم سے کھانے کے لیے نہیں آتے۔ ہم سے کھانا کھا سکتے ہیں۔

خانہ مسلمان نے تم کس طرح پریشان پڑے ہو؟

میں: اس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ غیر اہلکار کا پرستش چھوڑ دو۔ خدا کو داد دانا۔ مسلمان ہر جاؤ۔

خانہ مسلمان: ہمارا مذہب یہ ہے۔ قادیان مذہب نہیں ہے۔ کوئی کھانا کھا سکتا ہے۔

میں: اچھا تو یہ تھا کہ تم مسلمان ہو جاتے۔ اس کے بعد سے ہر مذہب ہے۔ حضرت آدم کا مذہب تھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

میں: ہمارے بھائی یہ جاؤ تو ہم قادیان سے نکلتے ہیں۔ اگر مسلمان ہو جاتے۔ ہر جاؤ۔

تم مسلمان ہو نہیں چاہتے تو جڑو یہ آؤ۔ ہم قادیان سے جان و مال اور قادیان کی خدمت کریں گے۔ قادیان مذہب کی آزادی کو قرار دے گا۔

خانہ مسلمان: یہ بڑی ذلت کی بات ہے۔ ہم اسے قبول نہیں کر سکتے۔

میں: نیک نکل کر ہمارے قادیان سے نکلتے ہو۔

خانہ مسلمان: اچھا تو یہ تھا کہ تم مسلمان ہو جاتے۔ اس کے بعد سے ہر مذہب ہے۔ حضرت آدم کا مذہب تھا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

میں: ہمارے بھائی یہ جاؤ تو ہم قادیان سے نکلتے ہیں۔ اگر مسلمان ہو جاتے۔ ہر جاؤ۔

ہمارا مقصد کیا اور ہے۔ کہ، اب اس وقت کہ وقت گزرتا گیا ہے
 تازہ صفحہ کو غلط نہ کیا۔ وہ
 آج کے بڑے وقت ہیں کہ اگر ہم پہلے سے آگے نہ اڑیں تو ہمیں ہار جانی پڑے گی۔
 مسئلہ: غور کرو کہ جس بہتر میں ہم رہ رہ کر تازہ صفحہ کے ساتھ ہیں وہ کیا
 نکالے گا۔
 سوچو کہ کون سے ہیں۔
 لیکن ان کے لیے ہر ایک کو یہ پتہ ہے کہ وہ ہیں۔
 وہ وہاں سے آگے چلے گئے۔



اصفہان کی فتح



سعدی لکھی تھی۔ اور ان کے کہنے کے بعد ہی وہی
 - کی کہ - یہ ہیں جو نے جس نے ان کا شکر - دیکھ لو ان کو
 ان کا آواز۔
 جس سے کہا
 اس نے کی لاکھ سے دو نہیں لیا۔ جس نے کہے جے سے۔ اللہ ہی پر اس کا جہ ہے۔ ایک
 رقیب سے کہ کو مغرب سے کہنے سے۔ جس نے ان کو گھس کر اور اسے دیکھ سے کیا۔
 یہ بعد سے کہ - اس لشکر بہادریا اور ان کی شہرت کی۔ اس واقعہ سے مسلمان کی شہرت ہو گئی۔
 عین کہ بغیر غلہ کو کہہ رہا تھا کہ اس نے نہ صرف اس کو پاپ نہی دوزخوں میں شامل کیا۔
 مسلمانوں کو سب کی دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ بغیر یہ یقین نہیں تھا کہ یہ مسلمان کیا کرتے ہیں کہ وہ جوتے گا
 کہ ان کو ہار میں سے یہ سلام پڑھائی کہ اس نے نہ صرف مسلمانوں کی فتح کی ہے۔
 ایک روز سب کو بلایا گیا۔

انہوں نے اس سے کہی اور تازہ صفحہ کی تمام گفتگو کو دیکھ کر دیکھ کر کہہ لیا کہ یہ مسلمانوں
 ہر وقت آگاہ بہ ضرورت ہے۔ انہوں نے تازہ صفحہ کی اور دوسرے صفحہ کے لیے تازہ صفحہ کی کہ وہاں
 ہے کہ چاہوں۔
 ان کی تازہ صفحہ انہوں نے کہہ دیا۔ یہ ان میں تمام کر دیا۔ وہاں انہیں چند چاروں سے کہ انہوں نے

تیار کہ "فازستان" نے کچھ میدان میں ٹکڑا کر جنگ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ دسموند نے یہ بات اس کے
سمت جواب دے ہی گھٹائی۔

بھاگو پر مسندوں نے کو چاکر ٹکڑا کر دو تکی تزیں کر تیب سے ہوتی تھی۔ پہلے ہزاروں اس کے بعد
میرزا اور مسندوں کے چار۔ اس کے پیچھے عقب عقب کے ڈھانچے پر فوج اور ان کے پیچھے خانہ۔

اس وقت پر مسندوں کی پوسٹیں کی غرض سے تمام چوکیں جو پوسٹیں والے سے اسی طرف تھیں۔ سن
میں تھیں ان کے ہتھکے مسندوں کے قوت سے جہاں تھیں جہاں گئے۔ کچھ تعداد اس وقت پر پہنچ گئی کہ دسموند
نے اس میں سے میرتبہ کو جانے نہ دیا۔ بھوٹا وہاں کسی اور طرف نکل گئے۔

فازستان کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسندوں نے جہاں تھیں جہاں کر رہا ہے۔ چونکہ اس کے پاس
بے شمار فوجیں تھیں جن کا ہاتھ تعداد میں دہائی تک اور ساتھ ساتھ مدد ملی تھی اس لیے اسے کوئی ڈانٹ نہ مل سکتی
ان کے سامنے فوجی تھا کہ اسے ملے گا۔



ایک روز اس کے پاس خبر پائی کہ اس کی مسندوں کے نزدیک ایک کمان کے ٹکڑا کر کے منانے
کا کوئی تیار ہے۔ اس نے فوجی طور پر چلے ہی جاکر

دیکھا کہ وہاں کمان کو اسے نہیں پہنچا رہا ہے۔
کمان ایک دور دور پر کے وقت اس قدر جاراں کہ اس کو ان کی تمام فوج تیار ہو گئی۔ فوجستان نے
پہلے ہاتھ سے پوچھا۔

ایسا کیا ہے؟
میں نے جواب دیا۔
میں نے جواب دیا۔

اس پر کچھ جواب دیا کہ اس کا پوسٹیں و فوجیں فوجی اس کے پیچھے گئے۔ کمان دسموند سے
بھاگو پر

جہاں روز تھا کہ اس کے علم میں یہ خیال پیدا ہوا۔ اس نے اس میں تیار کیا کہ وہاں کمان نہ دے۔ کمان دسموند سے
کمان چھتا چھتا اور کچھ کچھ جاتا فوجی چھتا۔

اس طرح ہزاروں کمان چاکر جو اس طرف سے اس کا جواب دیتے تھے۔ یہ اس کی اس کی
ہزاروں فوجیں اس میں ہزاروں کے ساتھ تھے۔

فازستان فوجی فوجیں پر کچھ اور کچھ۔ اس کی پریشانی کچھ اور جاتی تھی۔ اس کے گرد اس کے
مشرقیوں اور فوج کھینچے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اضطراب نہ پڑے۔

اس نے ان سے جواب دیا کہ:
فوجی حربہ میں اپنا ڈھانچہ کر رہے ہیں۔ ہم آنا دے رہے ہیں۔ کمان دسموند سے ہم یہ ہرگز
کو لڑا کر رہے گئے کہ ہمارے فوجی تیار ہیں۔

وہ چاہتا تھا کہ کوئی اس بات کی تائید کرے۔ لیکن سبھی گھبراہٹ میں اس کی فوجی چاکر تھی۔ کسی نے کچھ نہ کہا۔
اس نے کچھ دیر انتظار کیا کہ:

ان گشتیاء اور مسندوں کو ان کی حمایت عزائم اور گشتیاء کی مسندوں میں دو گارہ سب سے ہیں۔
کہ وہ کہ وہ میدان میں ٹکڑا کر رہے ہیں۔
اس حکم کو سب کو سب افراد چاکر ڈھے۔ شاید انہیں یقین نہیں تھا کہ اس نے کہا حکم دیا ہے۔ وہ اس کی طرف
دیکھنے لگے۔ اس نے بھاگو کر:

کیونکہ کچھ ہے۔ ہمارے فوجی فوجی۔
کسی فوجی کو کھینچنے کی جرات نہیں ہوئی۔ سب پہلے گئے۔ انہوں نے اپنی حساب میں سارا کارڈی کر نام
فوجی ہر ٹکڑا کر رہے ہیں۔

اس حکم کو کچھ نے اس کی اور سب اس نے جرات سے سارا دسموند کے ساتھ ساتھ ہو کر ہر ٹکڑا
اور میں سب کھینچے۔ فازستان بھی اس کا گیا۔ اس نے میں: میرزا عقب اور ہزاروں فوجی۔

اس طرح میں اس کی اس کی کچھ فوجی پر اس کی اس نے میں میں قائم کر دیں۔ میں: مسندوں کو اپنی اپنی جگہ
پر کھینچے۔ اس نے اور سب اس کی کچھ فوجی پر اس کی اس نے میں میں قائم کر دیں۔ مسندوں کے پیچھے فوجی۔
فوجستان نے اپنے اس کے پوچھا:

کیا سب فوجی ہو کر رہا ہے؟
بھوٹا دسموند نے کہا:

ایسا کیا ہے؟ سب نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کسی اور دسموند کا دشمن کو میدان میں بھیجا جائے۔ وہ مسندوں
کے سب ساتھ کو لڑا کر رہے ہیں۔ اگر اس نے اسے دسموند کو اپنی ہے کہ مسندوں پر جرات فوجی

وتمیں مجھے اور اس طرح آسان سے فتح حاصل ہو جائے گی۔

خداوند متعال: بات سمجھ لے کہ ان ایسا شخص ہے جسے لڑائی کے لیے بھیجا جائے۔

ایک ایسا میرا خیال یہ ہے کہ اس لشکر میں ایسا ہی ہے جو مسلمانوں کے سپہ سالار سے لڑے گا۔
خداوند متعال نے دوسرا بھی لکھا۔

خداوند متعال کو خوش آگیا، اے میرے لکھ۔

اگر سپہ سالار اور نامزد ہیں تو جوں جوں ایسا نہیں ہوئے دونوں۔

پتا چھوڑ گھوڑا اترھا کہ میدان میں پہنچا اس وقت وہ خدا نے اس سپہ سالار سے ملنے اور جو اہل ان کے
فرہات اس کے بدن پر تھے، ہزاروں پانچ پنے ہوئے خدا

اس نے ہلا کر رکھا۔

نہیں مسلمانوں کے سپہ سالار سے جنگ کرنا چاہتا تھا۔

سین گھوڑا اترھا کہ اس سے لڑے۔

اس نے پوچھا،

ایک تم ہی اس کا لشکر کے سپہ سالار ہو؟

سین نے جواب دیا،

میں ثابت ہوں۔

خداوند متعال: تم وہیں جاؤ اپنے سپہ سالار کو بھیج۔

سین نے داپس جا کر امیر عبداللہ سے اس کی بات لکھی۔ اس نے اپنے تمام سپہ سالار کو دے کر کہا،

اگر میں نہیں ہو گیا تو میرے قائم مقام تم ہو گے اور اگر تمہارا بیٹا یا کوئی اور تمہارے پاس ہے تو

سین سے ملے گا۔

وہ گھوڑا اترھا کہ خداوند متعال کے مقابلہ میں ہے۔ وہ حملہ کرنے کے لیے تھے۔ خداوند متعال نے ان کو روک دیا

کہ نہ جیسے میں نے پوچھا،

تو ہی سپہ سالار ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

خداوند متعال: بہتر یہ ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کو روک دے۔ تم داروں۔

یہ اشارہ مسلمان ابتدا نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ وہ

خداوند متعال: حکم ہو تا ہے تمہیں اپنی ہادوی پر بڑا لڑا ہے، اچھا سمجھو۔

وہ اچھے طرح جانتا تھا۔ اس نے تو اس میدان سے بچنے کی بڑی طاقت سے بھرا۔ خداوند متعال نے اس کا

اچھا خیال پروردگار اور اس طرح لڑنے پر کہ نہ ٹھہرا، ہر روز بڑی نہ لکھی تھی۔

خداوند متعال نے دوسرا بھی لکھا۔

انہوں نے اس کا وہ بھی روک لیا کہ ہر طرح سے جھٹ کر خود بھیجا کر لیا۔ خداوند متعال نے بھی ان کا یہ

داروں کو دیکھا۔ اس نے فوراً ہی کہا،

نہیں فیصلہ ہو گیا، میں تمہاری طاقت کو چھوڑ

امیر عبداللہ کو بڑا جھٹ لکھا۔ دوسرا بھی لکھا ہے کہ اگر انہوں نے خود بھیجا کر لیا، اس سے بچو۔

ایک شرافت پر اہل ان کے ہو؟

خداوند متعال: میں طراح ادا کیا کر لیا۔

امیر عبداللہ نے فریاد کیا کہ تم مقرر کیا، اس نے منکر کر لیا۔

خداوند متعال: یہ میرا اشارہ ہی تھا آئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اطلاع دے کر دشمن نے خزا کا ادا کر لیا

اہل ان کے ہے۔ مسلمانوں کو بڑی سرت ہوئی۔

اسی لشکر کو روک کر لکھا۔

دوسرے خداوند متعال نے فریاد کیا کہ اہل ان کے ہے۔ اس طرح اس کا رخ ہو گیا۔

یہ منکر دوسرے اس کے رخ ہوا تھا۔



حسرت تک انجام

(۵۸)

اصناف پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے سے عجیبوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ غار و سفلی کے متعلق بڑے جوش اور اس کے شیریں کامیہ خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کو ہر صفت سے کھگا دے گا۔ وہ بڑا غرور کرتا تھا اور کشتی بگھار کر تار تھا۔ جی بھی اسے بڑا مہادر اور جرأت مند سمجھتے تھے اس لیے انہیں پوری امید تھی کہ وہ مسلمانوں کا ہوازد تک تو بے سبب پا کر ہی دے گا مگر جب انہوں نے سنا کہ اس نے خراج کی ادائیگی پر صبر کر لیا ہے تو سب پر اس پر ہنسی۔ اصناف کے قرب و جوار کے لوگ امیر عبداللہ کے پاس آئے اور جو یہ کہ ادائیگی پر مصالحت کرنے لگے۔

مرزا باغیچہ اسلمی لشکر کی میں تھی۔ جب سے مسلمانوں کے افواہ واپسی کا واقعہ پیش آیا تھا اور اس وقت سے خاموش خاموش تھی۔ اس کا باپ اصناف میں موجود تھا غار و سفلی سے مصالحت کر لینے کے بعد وہ اسلامی لشکر میں آ گیا۔ اب اس کا ارادہ واپس جانے کا تھا مگر مرزا باغیچہ نے کو تیار نہ تھی۔

ایک روز مرزا باغیچہ کو سب کے خبر پر پہنچی۔ اس روز اس نے نہایت ہی خوش تھا باکس بیت تھا۔ جو اہرات کے دیورات سے پہلے صبحی جسم کو زینت دی تھی۔ اس پاس اس اور زیورات نے اس کے صحن کو بھر دیا۔

وہ شہنشاہ اور زلف اور کشت کی کلاں پہن گئی تھی۔

صہیل نے اس پیکر جل کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر ان کی نگاہیں جم گئیں لیکن پھر جلدی سے انہوں نے نظریں ہٹا دیں۔ مرزا باغیچہ کے قریب بیٹھ گئی۔ وہ خوشبو لگا کر آئی تھی۔ رہا انہیں کب سے خوش سے ہو گیا تھا۔

مرزا باغیچہ نے صہیل سے پوچھا:

"کیا یہ سچ ہے کہ اب تم اپنے وطن پر چلے جاؤ گے؟"

صہیل نے جواب دیا:

"ہاں۔ میں اصناف کی جنگ میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ خدا نے اصناف فتح کر دیا۔ اب میں واپس چلا ہوں گا۔"

مرزا باغیچہ نے بھی اپنے ساتھ لے چلو گے:

"تمہیں؟" انہوں نے صہیل سے مرزا باغیچہ کو دیکھا۔

مرزا باغیچہ: "ہاں۔ میں تم سے ساتھ چوں گا۔"

صہیل: "کس لیے؟"

مرزا باغیچہ: "صہیل! تم بہت ہی جلدی ہو۔ کیا تم اب تک بھی نہیں لگے کہ میں تم سے بہت کتنی ہوں۔"

"محبت؟" صہیل نے سخت متعجب ہو کر اسے دیکھتے ہوئے کہا:

مرزا باغیچہ: "ہاں محبت۔ صہیل! جب میں نے تمہیں پہلا مرتبہ دیکھا تھا تمہاری محبت میرے دل میں اس وقت پیدا ہو گئی تھی۔ تمہاری محبت ہی مجھے تم سے لشکر میں لے کر یہ محبت ہی تمہارے ساتھ چھے پر مجھ کو کہی ہے۔ صہیل! میں تجھ کی بات مرزا باغیچہ... کیجئے تم نہیں جانتے ہو کہ عرب بہت کم دوسرے کتب میں خدای کرنا پسند کرتے ہیں۔"

مرزا باغیچہ: "یہ کیوں نہیں کہتے کہ نہیں مسلمانوں سے محبت ہے۔"

صہیل کو اس وقت تک بھی یہ خیال نہیں تھا کہ انہیں مسلمانوں سے محبت ہے مگر مرزا باغیچہ کے کہنے سے ان کا دل روشن ہو گیا۔ اس وقت انہیں احساس ہوا کہ وہ مسلمانوں سے محبت کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔

صہیل نے مسلمانوں کا جان بچاؤ تھی۔ میں جانتا تھا کہ مجھے اس سے ہوا دی ہے لیکن اب خیال ہوتا ہے کہ انہیں شہنشاہی اور دست تو نہیں ہے۔

مرزا باغیچہ: "صہیل! میرا بیٹا تو ایک چھٹا۔ جس کی ہول دہشت مند ہوں۔ میرے خواست گار کی زبان اور کئی شہزادے ہیں۔... مگر میں نہیں پسند کرتی ہوں۔"

صہیل نے غصہ لگا کر کہا:

"یہ خدای تلک ہے مرزا باغیچہ! تمہیں کسی شہزادے کا اختیار دینا چاہیے۔ جو محبت اپنی زبان سے قرار دیت

کرنے ہے سلطان اس پر اٹھانیں کر سکتا:

مرزا نے اس میں مجبور ہو کر دل کا زہاں پر لائی ہوں۔

میں: سلطان اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ نہ کوئی مسلم لڑکی ایسا کر سکتی ہے۔

مرزا نے: کیا میں، امیر ہو جاؤں۔

میں: نہیں اس شرمک امید کو دل میں بگڑ ہی نہیں دینی چاہیے تھا۔

مرزا نے: تم کو جو باری ہو گئے۔ میں نے کہا

بچے! ان کو سنا ہے کہ میری باتوں سے خدا سے دل کا لذت پہنچے۔

مرزا نے: تم اگر چاہو تو میرے دل کی لذت دور ہو سکتی ہے۔

میں: میں مجبور ہوں۔

مرزا نے: میری تقدیر کا فیصلہ اسی وقت ہو گیا تھا جب سلاطین.....

دور کئے گئے، وہ گئی۔

اسی وقت حیدر آباد گئے۔ انہوں نے کہا

سلاطین کو اٹھا کر سنے کہ حاضرین میں تم شریک نہیں۔ مجھے صوبہ کچھ سونپا ہے۔

مرزا نے: اب تمہیں صوم ہونگے تو میں اقرار کرتی ہوں۔

میں: جو کچھ پڑے۔ میں نے کہا

آئی کہ ذات سے شرف اٹھاتا

میں نے مرزا نے سے کہا:

انہوں نے: اس کی گفٹ حرکت کا۔

مرزا نے: اٹھ کر چلی گئی، راستے میں اسے برسر لا۔ احمد نے پوچھا:

کیا مرزا مرزا ہے؟

مرزا نے: جواب دیا

نہ برا سنا ہے۔ اگر تم سے نہ کہے جاتے تو.....

برسر: تو میری آواز دو تو کہ نہ میں خوشگوار ہو جاتیں۔ میں نے اپنے بڑے عہد اور بادشاہوں کو

سلاطین کے عہد پر تعینات کیا تھا۔ وہ کھنت اسے تو لگنے لگیں وہاں ایک خادم کے انہوں اور سے گئے

کیا یہ تیری کوئی بھانجی کا لڑکھائی ہو سکتی؟

مرزا نے: نہیں۔ میں نے جلد چھینکا۔ سلاطین اس میں پیش لگی۔ میں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے چاہے تھے

مگر تیری غلطی۔

برسر: میری تقدیر میں سلاطین حق اور تیری قسمت میں سبیل نہیں ہے۔ بات یہ ہے مرزا نے۔ اگر

سلاطین میرے پاس آجانی تہ میں میں تھے صیل کے سروان سن۔

مرزا نے: حیرت سے برسر کو دیکھا کہ:

میرا؟

برسر: اسی نے کہ میری قوت اس بات کو گوارا نہ کرتی کہ تجھے ایسے بے دیہ کے حواسے کہ وہی جو ہمارے

خدا صوبہ کا دشمن ہے اور ہمارے ارشاد کا دشمن ہے۔

مرزا نے: اب میں کچھ۔ جس ناکامی تم سے اسی خیال کی وجہ سے ہوا۔

دونوں خاموش ہو گئے۔

برسر اسی روز مرزا نے کہے کہ اب میں چلا گیا۔



امیر عبد اللہ نے بالی غنیمت کا پانچواں حصہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ صیل کے ہمراہ دربار غفلت میں روانہ

کیا۔ صیل کے ساتھ ملک بدر الرحمن اور ڈھائی سو سوار ساتھ لیے جوی بکوں کے چلے۔

یہ لوگ قطع منازل اور قطع مراحل کرتے رہے یہ سوار پہلے صیل کے ساتھ فتح امیر المومنین کے حضور پہنچے

کیا حیرت لگائی کہ ظاہر کر سجدہ شکر کیا کیا بال غنیمت اسی وقت لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا

صیل فرمائی ہوئے سید الرحمن اور ملک علی ان کے پاس ہی ٹھہرے۔ جیلا خان کا زادہ دوچار روز ہی

کے پہلے نکلتی وہاں سے بدلے کا کافی عین ملک نے ہی کو ملے نہیں کیا تھا۔

ایک سوار جاہ نے دیکھ دے سے کہا:

تم اپنے اہل بیت لکھیں کہ وہ جانی جان کا بیٹا سلاطین کے لیے ملک کو دیں

دیکھ: مجھ نے ملک کو اس سے ڈر کیا تھا۔ نہیں جس سے وہ آگے بڑھا دیا گئے۔ وہ کہنے لگے: صوبہ کچھ صوبہ

کے ہیں۔ صوم نہیں سزا دینی یا نہ کر رہے۔

باب: اگر احمد نے مستورد کیا تو۔

و اس سے چھپ ہو گئی کہ مجھے سے جدا ہو گیا ہے۔ یہ ہے۔ ہمارا دل اس سے بٹ گئی۔ بعد ازاں خوش تھے
 انہوں نے دنیہ کے پاس کہا :
 "بہن! عجب تو اس پیچہ کے منظر ہی تھے۔ انہوں نے غلط کر دیا ہے :
 دنیہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس سے خدا کا شکر ادا کیا اور بعد ازاں سے کہا :
 "میں ہاں کہہ رہی تھی غیری سا تھا :
 بعد ازاں مندرجہ بالا :
 وہ چلے گئے۔ دنیہ دوڑی ہوئی کہا کہ اس سے پہنچی۔ اس نے کہا :
 "ہاں۔ عجب نے پیچہ منظر کر لیا ہے۔
 کہا کہ مجھ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ دونوں مرد و ستیسی خوش ہو۔ ہی تصور کرتا
 وہاں آگئی۔ اس نے کہا :
 "آج کا دل لگا۔ تم دو لوں بڑی خوشی ہو رہی ہو :
 دنیہ نے کہا :
 "آج نہیں دھڑکا جائے گا جو اب بے تحاشہ کی تھی :
 سہذا کیسے سزا :
 دنیہ : بھیر نکاح کے کسی کو شریک جات کھنک مزا :
 باب : بھٹی میں تو کہاں کو آج ہی آ رہے تھے بھٹی جلا۔ آداب بھٹی جان :
 سہذا : رحمت :
 دنیہ : رحمت دت نہیں۔ مدد دھڑکاؤ :
 باب : اس شکر کے چوتھ چاؤ۔ مزہ میٹھ ہو جائے گا :
 دنیہ : شک ہے :
 دوسرے دن ٹریڈی مسافر زنگہ ٹاکر بھی کی طرح بھی گئی :
 چند ہی دن کے بعد سہذا نکاح ہو گیا :
 سہذا کی بیعت کو اس سے پہلے وہ : تاکہ جا بیست گا یہ عزت اور جو تھی کہ وہ سہذا کا کھسے
 نکاح کریں۔ اور کوئی دھڑکاؤ ہے :
 اب سہذا سے سہذا کا نکاح کے نہیں خوشی ہوئی :

بعد ازاں دنیہ کو لے کر چلے گئے اور انہوں نے اپنے قبیلہ کے ایک خوش فہم نوجوان سے اس کا نکاح
 کر دیا۔ یہ نوجوان نکاح میں جا کر رہنے لگے۔
 سہذا اور عجب اپنے قبیلہ میں آ گئے۔
 سہذا نے بابہ کا نکاح بھی ایک نوجوان سے کر دیا اور یہ سب عیش و مسرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔



۶۰۱-	صداق حسین صدیقی	بکک خندق
۶۵۱-	صداق حسین صدیقی	فتح شومستر
۶۵۱-	صداق حسین صدیقی	سراج الدولہ
۵۰۱-	صداق حسین صدیقی	سلطان بارید یلدرم
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	عرب کا چاند
۶۰۱-	صداق حسین صدیقی	مثل اعظم اکبر
۵۰۱-	صداق حسین صدیقی	مشرق کی حور
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	حور عرب
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	مجھی شمشاد
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	عروس بغداد
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	فتح بر موک
۳۵۱-	صداق حسین صدیقی	انقلاب افغانستان
۶۰۱-	صداق حسین صدیقی	دو شیزہ بند
۸۰۱-	صداق حسین صدیقی	فتح خیر
۳۵۱-	صداق حسین صدیقی	آثار کرم مصطفیٰ کمال پاشا
۹۰۱-	صداق حسین صدیقی	محمد بن قاسم
۷۵۱-	صداق حسین صدیقی	فتح بیت المقدس
۶۵۱-	صداق حسین صدیقی	سلطان محمد غوری
۸۵۱-	صداق حسین صدیقی	فتح مصر
۹۰۱-	صداق حسین صدیقی	علاء الدین دہلی
۹۰۱-	صداق حسین صدیقی	غازی نین عرب
۱۰۰۱-	صداق حسین صدیقی	برادر حور
۳۵۱-	صداق حسین صدیقی	بکک لکھن
۷۰۱-	صداق حسین صدیقی	ملہ مجھ

شاہد بکد پور دو بازار جامع مسجد دلی